طاعون

نوبل ایوارڈ یافتہ ناول

البیر کامیو

فرانسیسی سے ترجمہ: انیس ناگی

طاعُون

(1957 کا نوبل ایوارڈ یافتہ ناول)

مصنف : البیر کامیو

مترجم : انیس ناگی

گوتم پبلشرز

۲۷۔ ٹمپل روڈ، اپر یو۔بی۔ایل بلڈنگ لاہور

نام کتاب : طاعون

مصنف : البیر کامیو

مترجم (فرانسیسی سے ترجمہ) : انیس ناگی

ٹائٹل پینٹنگ : فرانسیسی مصور پال کلی

ٹائیٹل ڈیزائنگ : خالد گل

سن اشاعت : اگست , 93

پرنٹر : زاہد بشیر پرنٹرز۔ ریٹیگن روڈ لاہور

کمپوزنگ : جمالیات اردو کمپوزنگ سنٹر

ناشر : گوتم پبلشرز
27 - ٹمپل روڈ لاہور

قیمت : 135 روپے

گوتم نوٹ

البیر کامیو کا ناول "طاعون" ہمارے دو قسم کے منصوبوں کی ابتداء ہے۔ پہلا یہ کہ ہم معیاری ادب چھاپنا چاہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ ہم پڑھنے والوں کو بدیسی زبانوں کے ادب سے متعارف کراتے رہیں گے۔

طاعون میں ہمیں اپنے دونوں منصوبے بیک وقت آگے بڑھتے دیکھائی دیے۔ طاعون کو 1957 میں ادب کا نوبل انعام ملا۔ اس ناول کو ناگی جی نے فرانسیسی زبان سے براہ راست ترجمہ کیا ہے۔ ناگی جی کی بین الاقوامی ادب پر گہری نظر ہے اور یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ کامیو کا طاعون آپ تک اس سے بہتر طریقے سے نہیں پہنچ سکتا۔

ہمارے ہاں آج کل تمام قومی زبانوں میں جو ادب تخلیق ہو رہا ہے اس کی ترقی کے لئے ادیب کا بین الاقوامی ادب کو جاننا اور پرکھنا ضروری ہے۔ ہم بدیسی زبانوں سے تراجم چھاپنے کی کوشش جاری رکھیں گے بشرطیکہ آپ ہماری اس کوشش کو پسند کریں۔ اس سلسلے میں ہم بین الاقوامی ادب کے طالب علموں سے گزارش کریں گے کہ وہ اس کٹھن راستے پر ہماری مدد کریں۔

اس ناول کو چھاپنے میں ہم کامیاب نہ ہو سکتے اگر تخلیقات بکس ہمارے ساتھ عملی تعاون نہ کرتے۔ انہی کی محبت ہے کہ ہم بطریق احسن یہ ناول آپ تک پہنچانے میں کامیاب رہے۔

گوتم پبلشرز
27- ٹمپل روڈ
اپر یو۔بی۔ ایل بلڈنگ لاہور

کامیو، اوران اور طاعون

میں نے البیر کامیو کے ناول "طاعون" کا پہلی مرتبہ مطالعہ انگریزی زبان میں کیا تھا اور دوسری مرتبہ اس کا مطالعہ فرانسیسی زبان میں اوران شہر میں کیا تھا جس کے بارے میں یہ ناول لکھا گیا ہے۔ اس کا مکرر مطالعہ زیادہ انہام کا باعث ہوا کیونکہ اوران میں مروج فرانسیسی طرز زندگی اور گلی کوچوں میں بنفس نفیس پھرنے سے عجیب طرح کی مانوسیت کا احساس ہوا۔ طاعون کے پہلے مطالعے کے دوران بعض دفعہ یوں لگتا تھا کہ اس میں سب کچھ علامتی ہے اور شاید یہ شہر اور اس کا محل وقوع بھی خیالی ہے۔ اوران میں قیام کے دوران اس کی واقعیت کا احساس ہوا۔ لیکن کچھ باتیں ایسی تھیں جو کامیو کے ذہن کی ایجاد تھیں۔ اوران ایک خوبصورت شہر ہے جو سطح سمندر سے قدرے بلند ٹیلے پر واقع ہے اور وہاں سے سمندر صاف دکھائی دیتا ہے۔ اس کا موسم کافی سرد ہے البتہ جون اور جولائی کے مہینے ساحل سمندر ہونے کے باعث تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ اوران کا ساحل سنگسانی ہے اس لئے شہر میں دھول نہیں ہے جس کا ذکر کامیو بار بار کرتا ہے۔ بہرکیف یہ سب زیب داستان ہے۔ اوران شہر کے کوئی دروازے اور فصیلیں نہیں ہیں۔ اسی طرح میں نے بوڑھے الجزائریوں سے اوران میں طاعون کی وبا کے بارے میں پوچھا' انہوں نے میری طرف سے حیرت سے دیکھا اور نفی میں سر ہلا دیا۔ ایک نے مجھے بتایا کہ یہاں کبھی ایسی وبا دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی البتہ دوسری جنگ عظیم میں نازی جرمنی ضرور ایک طاعون سے کم نہیں تھی۔ مجھے اس بوڑھے کی باتیں سن کر خوشی ہوئی کہ میں بھی کامیو کی طاعون سے کچھ اس قسم کے معانی اخذ کر رہا تھا۔ دراصل نازیوں کا قبضہ تو فرانس پر ہوا تھا اور کامیو نے اس صورتحال کو اوران پر منطبق کر دیا۔ بہرکیف اوران اور کامیو کو جب میں نے آپس میں ملایا تو کم سے کم مجھ پر یہ منکشف ہوا کہ ایک بڑا فنکار حقیقت اور تخیل کی آمیزش کس طرح کرتا ہے۔ اور ایک صورتحال کو کس طرح عظیم تر معنویت کی طرف لے جاتا ہے۔

کامیو کے ناول "طاعون" پر بہت کچھ لکھا گیا ہے ۔ رولاں بارتھ نے اس پر فضول سے اعتراضات بھی کئے ہیں لیکن ان سے ناول کی حیثیت متاثر نہیں ہوتی۔ کامیو نے کل تین ناول مکمل کئے تھے۔ اس کا پہلا ناول "اجنبی" ۱۹۴۱ میں شائع ہوا تھا۔ اس کا دوسرا ناول "طاعون" ۱۹۵۸ میں اشاعت پذیر ہوا تھا اور اسی سال اسے نوبل انعام برائے ادبیات بھی دیا گیا تھا۔ اس کا تیسرا ناول "زوال" تھا ۔ کامیو کی وفات کے بعد دو ناولوں کے مسودے برآمد ہوئے تھے جن میں سے ایک ترجمہ ہوکر The Heapy Death کے نام سے شائع ہوا تھا جو اس کے پہلے ناول "اجنبی" کا ابتدائی ڈرافٹ تھا۔ اس کا دوسرا مسودہ طویل ناول The First Man کے چند ابواب پر مشتمل تھا۔ کامیو ایک بہت بڑا ایپک لکھنا چاہتا تھا کہ انسان اس کی زندگی کا آغاز کس طرح ہوا ۔ چنانچہ پہلے انسان نے اپنا پہلا قدم الجزائر کی سرزمین پر رکھا۔ ابھی اس ناول کا آغاز ہی ہوا تھا کہ ۱۹۶۰ میں کامیو کار کے ایک اتفاقی حادثے میں جاں بحق ہو گیا۔

کامیو ایک ہمہ جہات ادیب تھا جس نے ناول ' افسانے ڈرامے ' مضامین لکھے ' نازیوں کے فرانس پر قبضے کے دوران اس نے زبردست قسم کی صحافت بھی کی۔ اور سب سے بڑھ کر اس نے فلسفہ کو بھی اپنا موضوع بنایا۔ اگرچہ سارتر اور دوسرے فلسفی کامیو کو فلسفی نہیں مانتے تاہم جدید فلسفہ میں اس کے بعض تصورات کو بیحد مقبولیت حاصل ہوئی۔ کامیو بنیادی طور پر الحادی وجودیت کا علمبردار تھا جس نے لا یعنیت اور اجنبیت کے تصورات کے ذریعے انسان کی اس زمین پر ذمہ داری کی تشریح کرنے کی کوشش کی۔ کامیو ایک زبردست صاحب اسلوب انشا پرداز ہے اور اس نے اپنی بیحد خوبصورت اور جذباتی نثر کے بل بوتے پر فلسفہ کے موضوع میں اپنی سوچ کو پیش کیا۔

البتہ کامیو کی بطور ناول نگار حیثیت مسلمہ ہے کہ وہ اپنے معدودے چند ناولوں کے باوجود اس صدی کے بہترین ناول نگاروں میں سے ہے جس کے دو ناولوں (اجنبی اور طاعون) کو بے پایاں شہرت ملی۔ "اجنبی" ایک تجرباتی ناول ہے جس میں فکر مجرد کے ذریعے کہانی کا تانابانا مظہریاتی اسلوب میں فکشنل نثر میں لکھا گیا ہے جو موثر تحریر ہے۔ ناول کا بیحد لغوی پیرایہ بیحد استعاراتی ہے۔ کامیو کے تمام

ناولوں کا وصف ایجاز و اختصار ہے کردار نگاری ہو یا واقعہ کا بیان کامیو ایک مصور کی طرح چند سٹروکس میں ساری منزلیں طے کر لیتا ہے۔ کامیو کا تیسرا ناول " زوال " ایک طویل خود کلامی پر مشتمل ہے اور اسے سارتر نے کامیو کا بہترین ناول کہا ہے۔ یہ بات اتنی درست نہیں ہے ' یہ ایک طرح کی اشک شوئی ہے کیونکہ اس ناول میں کامیو نے سارتر کو اپنی طنز کا ہدف بنایا ہے اور سارتر نے اپنے آپ کو تعصب سے مبرا کرنے کے لئے اس رائے کا اظہار کیا تھا۔ اس ناول میں کامیو نے سارا زور اپنے اسلوب کی نمائش پر صرف کیا ہے اور ناول کی طرف کم توجہ دی ہے۔ اسی باعث اس ناول کی خواندگی کافی بوجھل ثابت ہوتی ہے۔

کامیو کا اصل کمال اس کا دوسرا ناول طاعون ہے جو ہر طرح کی فنی اور تصوراتی تکمیل کا نمونہ ہے اور اس میں اسلوب سازی کے ساتھ ساتھ کامیو نے ناول کو نظر انداز نہیں کیا۔ طاعون بظاہر ایک واقعاتی ناول ہے جسے کامیو نے ایک ذاتی ڈائری کے طور پر لکھا ہے۔ اس امر کا ناول کے اختتام پر پتہ چلتا ہے کہ یہ روداد لکھنے والا اس ناول کا بنیادی کردار ڈاکٹر ریو ہی ہے۔ کامیو نے جس وقت یہ ناول تحریر کیا اسوقت بھی الجزائر فرانس کی ایک نو آبادیاتی کالونی تھا۔ اس لئے اس میں جس اسلوب زندگی کو پیش کیا گیا ہے وہ خالصتاً فرانسیسی ہے۔ اس ناول میں جتنے کردار ہیں وہ فرانسیسی ہیں' طاعون جن لوگوں کو اپنی زد میں لیتی ہے وہ بھی فرانسیسی ہیں۔ ان میں مقامی الجزائریوں کو موضوع نہیں بنایا گیا۔ کامیو جس زمانے کی داستان بیان کرتا ہے اس زمانے میں الجزائریوں کو اوراں میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں قصبوں سے شہر میں آنے کے لئے پرمٹ جاری کئے جاتے تھے۔ وہ کام کرنے کے لئے شہر میں آتے اور شام کو انہیں شہر سے واپس جانے کا حکم تھا۔ اگر کامیو کی طاعون کی دوسری جنگ عظیم میں فرانس پر نازی قبضے کی تشریح نہ کی جائے تو یہ بیماری نو آبادیاتی حکومت بھی ہو سکتی ہے جس نے الجزائریوں پر شہر کے دروازے بند کر دئیے تھے۔ طاعون کی یہ تشریح دور افتادہ بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے طاعون کی تشریح ضروری ہے کیونکہ یہ اس ناول کا بنیادی استعارہ ہے۔ ظاہر ہے کہ عہد حاضر میں طاعون کی بیماری پر قابو پانا کوئی مشکل نہیں ہے لیکن کامیو نے اسے ایسی بیماری سے تعبیر کیا ہے جو ایک تقدیری آفت بن کر آتی ہے اور تباہی کرنے کے بعد

کسی وجہ کے بغیر چلی جاتی ہے حالانکہ کے ناول میں شہر کی بلدیہ حفظان صحت کے لئے تمام مساعی کرتی ہے لیکن چوہوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ طاعون ایک حادثہ ہے جو کسی کے بس میں نہیں ہے ' یہ ایک تقدیری آفت ہے جس کے سامنے انسان بے بس ہے ۔ یہ ایک وجودی صورتحال Existential Situation ہے جو انسان کو اپنے آپ کو سمجھنے اور اپنی آزادی کے احساس کا موقعہ دیتی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے پادری پاینلو شہر کے کلیسا میں ہفتہ وار نمازیں پڑھواتا ہے۔وہ طاعون کو بیک وقت خدا کا عذاب اور انسان کے گناہ سے معافی کا راستہ بتاتا ہے۔ڈاکٹر ریو ایک کم گو انسان دوست ہے جو کسی نظریے کا پرچار کئے بغیر انسانوں کی مدد کرتا ہے' وبا کی ہمہ گیر مصیبت میں انسانی امید کے چراغ کو روشن رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس وبا کے دوران بھی لوگ اور اس کے ساحل پر سمگلنگ میں مصروف رہتے ہیں۔

ناول کے انجام میں کامیو کا داستاں گو کہتا ہے کہ اگر چہ طاعون کی وبا بظاہر ختم ہو گئی ہے لیکن اس کے جراثیم ہمارے کپڑوں کی الماریوں میں ' بستروں میں اور ہمارے دلوں میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتے ہیں۔ کامیو یہ اشارہ کرتا ہے کہ حادثہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور یہ کبھی بھی رونما ہو سکتا ہے۔ وجودی فلسفہ میں حادثے کا تصور براہ راست زندگی کی معنویت سے منسلک ہے جو چند لمحوں میں زندگی کی معنویت کو منتشر کر دیتا ہے۔ "طاعون" ایک بھر پور استعارہ ہے اور کامیو نے اسے جس سیاق و سباق میں وضع کیا ہے اس کی متنوع تشریحیں کی جا سکتی ہیں۔ در اصل کامیو نے رولاں بارتھ کے اعتراضات کے جواب میں جو خط لکھا ہے اس میں اس نے اپنے ناول کی مفصل شرح کی ہے جس کے بعد "طاعون" کے موضوع پر مزید حاشیہ آرائی کی گنجائش نہیں رہتی۔

تاہم کامیو نے تنہائی اور اجنبیت کا اپنے اس خط میں ذکر نہیں کیا۔ " طاعون کا دوسرا اہم موضوع اجنبیت اور تنہائی کا احساس ہے کہ اس وبا کے دوران کس طرح انسان انسان سے کٹ گیا تھا اور ہر کوئی مصیبت میں ایک دوسرے سے جدا تھا۔ "طاعون" کے دو پہلو توجہ طلب ہیں۔ ایک یہ کہ کامیو انسان کی نفسیات اور اس کے رویوں کا مطالعہ بڑی مہارت سے کرتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ روزمرہ کی زندگی کی تفصیل کا احاطہ بیحد مختصر طریقے سے لیکن جامعیت سے کرتا ہے ۔ طاعون حقیقت

توسیع کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس میں انسانی وجود سے متعلقہ وہ تمام استفسارات شامل ہیں جن کے عہد حاضر کا انسان جوابات تلاش کرنے کی کوشش میں ہے۔

طاعون کا فرانسیسی سے براہ راست ترجمہ ان دو زبانوں میں غایت درجہ اختلاف کی بنا پر ایک دشوار کام تھا۔ انگریزی میں ترجمے میں سہولت یہ ہے کہ فرانسیسی اور انگریزی میں کافی حد تک ذخیرہ الفاظ مشترک ہے اور ان کا جملہ سازی کا سٹرکچر ایک دوسرے سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ میں نے ترجمہ کے دوران پنگوئن کے شائع کردہ طاعون کے انگریزی ترجمہ سے بھی مشاورت کی ہے لیکن زیادہ فائدہ نہیں ہوا کیونکہ طاعون کے انگریز مترجم نے اصل متن سے جا بجا انحراف کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کامیو بیحد اختصار سے کام لیتا ہے۔ اکثر مقامات پر وہ جملے کے معنی کو تشنہ چھوڑ دیتا ہے اور توقع کرتا ہے کہ قاری خود اسے مکمل کرے گا۔ انگریزی ترجمہ میں اکثر مقامات پر معانی کی تکمیل کے لئے مترجم نے اضافے کئے ہیں۔ میں نے ممکن حد تک اصل متن سے وفادار رہنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کہیں انحراف ہے تو وہ اردو زبان میں مناسب لہجہ نہ دستیاب ہونے کی وجہ سے ہے۔

انیس ناگی

جون ۱۹۹۳ لاہور

۱

وہ عجیب و غریب واقعات جو اس سرگذشت کا موضوع ہیں 1940ء میں اوراں میں نمودار ہوئے۔ عام خیال ہے کہ یہ واقعات غیر معمولی اور بے موقعہ تھے۔ پہلی نگاہ میں اوراں ایک عام سا شہر لگتا ہے جو الجزائر کے ساحل پر ایک فرانسیسی پر وفیکتور ہے۔

یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ شہر بدصورت ہے۔ جہاں تک اس کی پرسکون فضا کا تعلق ہے اسے دریافت کرنے کے لئے کچھ مہلت درکار ہے کہ یہ کس طرح دنیا کے دوسرے تجارتی شہروں سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر اس شہر کو تصور میں لانا کتنا محال ہے جو کبوتروں سے خالی ہو' جہاں درخت یا باغ نایاب ہوں' جہاں پرندوں کی پھڑ پھڑاہٹ اور پتوں کی سرسراہٹ سنائی نہ دیتی ہو۔ بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک منفی شہر ہے۔ یہاں موسموں کے تغیر کا اندازہ باآسانی لگایا جا سکتا ہے' موسم بہار کی آمد کا اعلان ہوا کے لطف یا مضافات سے آئے ہوئے گل فروشوں کی نوکریوں سے ہوتا ہے۔ یہ وہ موسم بہار ہے جسے بازاروں میں فروخت کیا جاتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں سورج مکانوں کو کما دیتا ہے' دیواریں سرمئی دھول سے آلودہ ہو جاتی ہیں' اس گرمی میں زندہ رہنے کے لئے جھلملیوں کے سائے میں رہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس کے برعکس موسم خزاں میں کیچڑ کا طوفان ہوتا ہے۔ خوشنما دن صرف سردیوں میں آتے ہیں۔ ایک شہر کو جاننے کا آسان طریقہ یہ معلوم کرنے میں ہے کہ یہاں لوگ کس طرح کام کرتے ہیں' کس طرح محبت کرتے ہیں اور کس طرح موت کے منہ میں جاتے ہیں۔ یہ ہمارے چھوٹے سے شہر میں موسم کا اثر ہے کہ سب کام بیک وقت گرم جوشی اور لاتعلقی سے کئے جاتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر ایک اکتا جاتا ہے اور پھر نئی عادات بنانے میں لگ جاتا ہے۔ ہمارے شہری بہت محنتی ہیں لیکن صرف امیر بننے کے لئے کام کرتے ہیں۔ وہ تجارت میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں' بقول ان کے زندگی میں ان کا اصلی مقصد کاروبار کرنا ہے۔ ظاہر ہے وہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں مناتے ہیں' سمندر میں نہانا' سینما دیکھنا' اور عورتوں سے محبت کرنا انہیں بھاتا ہے۔ وہ نہایت معقولیت کے ساتھ اپنی خوشیوں کو ہفتے کی شام اور اتوار تک ملتوی رکھتے ہیں اور ہفتے کے باقی دن جی بھر کے پیسے کماتے ہیں۔ شام کو دفتر سے نکلنے سے پہلے وہ قہوہ خانے میں مقررہ وقت پر جمع ہوتے ہیں' اسی بولیوار میں چہل قدمی کرتے ہیں یا بالکونی میں تازہ ہوا کھاتے ہیں۔ نوجوانوں کے جذبات شدید اور ہنگامی ہوتے ہیں۔ بوڑھوں کی بری عادات بولز کے کھیل' دعوتوں یا کلبوں تک ہی محدود رہتی ہیں' جہاں تاش کے پتوں کے گرتے ہی کثیر دولت ہاتھ بدلتی ہے۔

بیشک یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات صرف ہمارے شہر کے لئے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے شہروں میں بھی یہی صورت ہے۔ بیشک آج کل عام منظر یہ ہے کہ لوگ صبح سے رات تک کام کاج میں جتے رہتے ہیں' پھر قہوہ خانوں میں تاش کھیلنے چلے جاتے ہیں اور اس طرح جو وقت زندہ رہنے کے لئے بچتا ہے وہ گپ بازی میں صرف کرتے ہیں۔ لیکن ایسے شہر اور ایسے ممالک ہیں' جہاں وقتاً فوقتاً لوگوں میں کچھ اور کرنے کی خواہش بھی ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر اس کے باوجود بھی ان کی زندگی میں تبدیلی نہیں آتی تاہم ان میں ایک خواہش رہتی ہے جو ہمیشہ کچھ حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ اوران ایک ایسا شہر ہے جو شگونوں سے تہی ہے با الفاظ دیگر یہ ایک جدید شہر ہے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ بتایا جائے کہ ہمارے لوگ کس طرح محبت کرتے ہیں۔

ہمارے شہر میں سب سے غیر معمولی بات وہ دشواری ہے جو موت کے عمل کے دوران محسوس کی جاتی ہے۔ دشواری' شائد مناسب لفظ نہیں ہے' اسے بے آرامی کہنا بہتر ہے۔ بیمار ہونے کو کبھی پسند نہیں کیا جاتا لیکن ایسے شہر ہیں جو بیماری میں آپ کا ساتھ دیتے ہیں اور جن میں رہتے ہوئے آپ کو ہر طرح کی آزادی ہوتی ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ ایک بیمار شفقت کا خواہش مند ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی چیز پر اعتماد کرنے کی خواہش رکھتا ہے لیکن اوران شہر میں موسموں کی شدت کا دباؤ غیر دلچسپ مناظر اور یک لخت رات کی آمد اور مسرتوں کی خاصیت کا تقاضا کرتی ہیں۔ یہاں ایک بیمار بہت جلد تنہائی محسوس کرتا ہے۔ اس بیمار آدمی کو تصور میں لائیے جو دھوپ سے جلی ہوئی سینکڑوں دیواروں کے پیچھے موت کے منہ میں ہو جبکہ آبادی کا دوسرا حصہ قہوہ خانوں میں بیٹھا یا ٹیلیفون پر جھکا ہوا جہازوں پر آنے ہوئے مال اور منافع وغیرہ کے بارے میں گفتگو کر رہا ہو' ظاہر ہے کہ یہ صورتحال موت کے وقت کتنی تکلیف دہ ہے' خواہ یہ جدید موت ہی کیوں نہ ہو جو اس بے آب و گیاہ جگہ پر بھی تعاقب کرتی ہے۔

یہ محدود چند تفصیلات شائد ہمارے شہر کے بارے میں ایک واضح تصور کو مرتب کر سکیں' تاہم ہمیں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہیئے' درحقیقت اس کا مقصد شہر اور اس میں رواں زندگی کے عمومی پن کو واضح کرنا ہے۔ اگر آپ اس کے عادی ہو گئے ہیں تو کسی دشواری کے بغیر یہ دن بسر کئے جا سکتے ہیں اور ہمارا شہر ان عادات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہ سب کچھ بہتری کے لئے ہے۔ اس نقطہ نظر سے یہاں زندگی اتنی پر جوش نہیں

ہے۔ یہاں کم سے کم معاشرتی اضطراب نہ ہے' ہمارے، صاف گو محبت کرنے والے اور محنتی شہریوں کو مسافر عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ شہر جو شکوہ سے محروم ہے' درختوں کے مناظر سے تہی ہے یہ بے روح شہر آخر کار پرسکون ہو جاتا ہے اور لوگ بتدریج سو جاتے ہیں۔

یہ بتانا مناسب ہے کہ اوارن ایک غیر معمولی لینڈ سکیپ پر واقع ہے جو ایک سطح مرتفع کے درمیان ہے جس کے گرد و نواح میں چمکتی ہوئی پہاڑیاں ہیں اور ان کے اوپر ایک خلیج بنتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ یہ شہر اس طرح واقع ہے کہ اس نے خلیج کی طرف پشت کی ہوئی ہے اس کے نتیجہ کے طور پر سمندر کا نظارہ کرنا ناممکن ہے' اسے دیکھنے کے لئے خود جانا پڑتا ہے۔

یہاں اسی طرح کی زندگی ہے' یہ سمجھنا آسان ہے کہ ہمارے شہر میں ان واقعات کا کسی کو ذرہ بھر بھی گمان نہیں تھا جو اس سال موسم بہار میں پیش آنے والے تھے اور جو بڑے گھمبیر واقعات کا پیش خیمہ تھے جن کی روئداد یہاں لکھی جانے والی ہے۔ بعض کے نزدیک یہ واقعات فطری ہیں جب کہ دوسروں کے لئے ناقابل یقین ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس داستان کو ان میں تضاد سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس کا منصب صرف بیان کرنا ہے کہ یہ واقعہ رونما ہوا ہے اور یہ کس حد تک لوگوں کی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ ہزاروں لوگ ان واقعات کے شاہد ہوتے ہیں۔ جو اپنے دلوں میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی صداقت کی تصدیق کرتے ہیں۔

بہرکیف یہ داستان گو (جس کی شناخت قصہ کے دوران ہو جائیگی) کو اس کام میں قابلیت کا دعوٰی نہیں ہے۔ سوئے اتفاق اسے یہ موقعہ ملا کہ وہ اتنی معلومات اکٹھی کر سکے اور حالات کی شدت نے اسے ان واقعات کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ دیا جنہیں وہ بیان کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ صورتحال ایک مورخ کو اپنا منصب ادا کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مورخ کا' خواہ وہ پیشہ ور نہ ہی ہو' کا انحصار دستاویزات پر ہوتا ہے۔ اس داستان گو نے احتیاط سے کام لیا ہے سب سے پہلے اس نے اپنی شہادت پر انحصار کیا ہے۔ اس کے بعد جو دوسروں نے بیان کی ہے' اس پر اعتماد کیا ہے اور آخر میں جو دستاویزات اسے حاصل ہوئی ہیں۔ ان سے استفادہ کیا ہے اس کا ارادہ ہے کہ ان دستاویزات کو حسب ضرورت استعمال کرے'

غالباً اب وقت آ گیا ہے کہ ان وضاحتی کلمات اور زبان و بیان کے سلیقے چھوڑ کر اصل کہانی کا آغاز کیا جائے۔ پہلے چند دونوں کا بیان تفصیل کا متقاضی ہے۔

۲

۱۶ اپریل کی صبح کو جب ڈاکٹر ریو اپنے مطب سے باہر نکلا اور سیڑھیوں کے جنگلے میں اس کے وسط میں اسکا پاؤں ایک مردہ چوہے سے ٹکرایا' اس نے بے دھیانی سے پاؤں کی ٹھوکر سے جانور کو ایک طرف پھینکا اور سیڑھیاں اترنے لگا۔ لیکن گلی میں پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ یہ بات کچھ غیر معمولی سی تھی۔ وہ انہیں قدموں سے واپس لوٹا کہ کونسیر کو اس کی اطلاع دے۔ بوڑھے مثیل کے ردعمل پر اس کے غیر معمولی کا احساس ہوا۔ اس کے لئے ایک مردہ چوہے کی موجودگی ایک واقعہ تھی لیکن کونسیر کے لئے یہ ایک بدنامی تھی۔ لیکن وہ ایک بات پر مصر تھا کہ اس عمارت میں چوہے نہیں تھے۔ ڈاکٹر نے اس کی یقین دہانی کرائی کہ پہلی منزل کی سیڑھیوں کے وسط میں ایک مردہ چوہا پڑا تھا۔ اس کے باوجود مثیل ماننے کے لئے تیار نہیں تھا"۔ اس عمارت میں چوہے نہیں ہیں۔ ممکن ہے باہر سے کسی نے لا کر اسے پھینک دیا ہو۔ مختصراً یہ کہ کسی کی شرارت ہے۔"

اس شام ڈاکٹر برناریو دروازے میں کھڑا اوپر اپنے فلیٹ میں جانے کے لئے کنجی تلاش کر رہا تھا کہ اس نے کوریڈور کے تاریک راستے سے ایک موٹے چوہے کو بھاگتے ہوئے دیکھا جس کے بال بھیگے ہوئے تھے اور چال میں لڑکھڑاہٹ تھی یہ جانور اپنا توازن برقرار رکھنے کے لئے رکا' ڈاکٹر کی جانب بڑھا' اس نے ایک چیخ مار کر اپنے گرد چکر لگایا اور ایک جانب گر گیا' اس کا منہ ذرا کھلا تھا اور اس میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کے بارے میں کچھ سوچا اور اپنے فلیٹ کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

وہ چوہے کے بارے میں نہیں سوچ رہا تھا۔ ٹپکتے لہو کی ایک جھلک دیکھ کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بیوی ایک سال سے بیمار تھی اور اسے اگلے دن پہاڑی صحت افزا مقام پر جانا تھا۔ وہ اس کی ہدایت کے مطابق سونے کے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی کہ اسے تھکا دینے والا سفر درپیش تھا' وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔

" میں اب بہت بہتر محسوس کرتی ہوں" اس کی بیوی نے کہا۔ ڈاکٹر نے بیڈ

لیمپ کی روشنی میں اس کا چہرہ اپنی طرف مڑا ہوا دیکھا۔ ریو کے نزدیک تیس سال کی عمر' اور بیماری کے آثار کے باوجود' اس کا چہرہ جوانی سے شگفتہ تھا۔ یہ غالباً اس کی مسکراہٹ کے باعث تھا جو دوسرے اثرات معدوم کر دیتی تھی۔

" سو جاؤ" اس نے کہا"۔ ۱۱ بجے گاڑی آئے گی اور میں تمہیں دوپہر کی گاڑی چڑھا دوں گا۔"

اس نے بیوی کا ماتھا چوما جو کسی قدر نم تھا۔ مسکراہٹ دروازے تک اس کا تعاقب کرتی رہی۔

اگلے دن ۱۷ تاریخ کو کونسیر نے ڈاکٹر سے شکایت کی کہ شریر لڑکوں نے تین مردہ چوہے کوریڈور میں پھینک دیئے تھے۔ ان چوہوں کو مضبوط پھندوں سے پکڑا گیا تھا کیونکہ وہ لہو میں تر تھے۔ کونسیر چوہوں کو ٹانگوں سے پکڑے ہوئے کچھ دیر کوریڈور میں ان شیطان لڑکوں کا منتظر رہا کہ شاید وہ منہ چڑھانے یا کوئی بیہودہ جملہ کہنے واپس آئیں' اس کا انتظار بے سود تھا۔ "آہ' میں انہیں ختم کر دوں گا" میشیل نے کہا

ریو کافی مضطرب تھا' اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شہر کے مضافات کا' جہاں اس کے غریب مریض رہتے تھے دورہ کرے گا۔ شہر میں صفائی صبح دیر سے کی جاتی تھی۔ وہ اپنی کار میں بیٹھا خاک آلود گلیوں میں سے گزر رہا تھا۔ اس نے فٹ پاتھ کے ساتھ غلاظت کے ڈرموں کو دیکھا۔ صرف ایک گلی میں فٹ پاتھ سے لگے ہوئے سبزیوں کے کچرے اور کوڑا کرکٹ کے ڈرم میں ایک درجن سے زائد چوہے مرے ہوئے تھے۔

وہ اپنے پہلے مریض کے یہاں گیا جو بستر میں لیٹا ہوا تھا اور جس کے کمرے کا رخ گلی کی طرف تھا۔ یہ اس کے لئے بیک وقت سونے کا اور کھانے کے کمرے کا کام دیتا تھا۔ یہ مریض بوڑھا ہسپانوی تھا۔ جس کا چہرہ کرخت اور درشت تھا۔ اس کے سامنے کمبل پر دو پیالے دھرے ہوئے تھے جن میں خشک مٹر کے دانے تھے۔ جس وقت ڈاکٹر اندر داخل ہوا اس وقت مریض اپنے بستر میں نیم برہنہ بیٹھا آگے کو جھکا ہوا تھا' وہ دائمی دمے کی بدولت ضیق النفس کا شکار تھا۔ اس کی بیوی پانی کا پیالہ لائی۔

جب ڈاکٹر اسے ٹیکہ لگا رہا تھا اس نے کہا" ہاں ڈاکٹر تم نے دیکھا ہے کہ وہ کافی تعداد میں باہر نکل رہے ہیں"۔

" ہاں" اس کی بیوی نے جواب دیا" ہمارے ہمسائے نے تین اکٹھے کئے ہیں۔" بوڑھا

اپنے ہاتھ ملنے لگا۔

"وہ تمام غلاظت کے ڈبوں سے باہر نکل رہے ہیں۔ بھوک کی وجہ سے" اس کے بعد ریو کو اس بارے میں بحث کرنے کی ضرورت نہیں تھی کہ اس علاقے کے سب لوگ چوہوں کے بارے میں بات کر رہے تھے۔ ریو نے مریضوں کی عیادت کا سلسلہ ختم کیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا۔

"تمہارے لئے تار آیا ہے" مشیل نے اسے کہا۔

ڈاکٹر نے اس سے پوچھا کہ اس نے اور چوہے دیکھے ہیں۔

"آہ نہیں" کونسیر نے کہا "میں نے ان پر کڑی نگاہ رکھی ہے۔ تمہیں پتہ ہی ہے۔ جب میں یہاں ہوں ان شیریر لڑکوں کی ایسا کرنے کی جرات نہیں ہے۔"

یہ تار ماں کی آمد کے بارے میں تھا جو کل آرہی تھی۔ وہ اس کی بیمار بیوی کی غیر حاضری میں اپنے بیٹے کے پاس رہنے کے لئے آرہی تھی۔ جب ڈاکٹر گھر پہنچا تو وہاں نرس پہلے ہی موجود تھی۔ اس نے اپنی بیوی کو درزی کا سلا ہوا سوٹ پہنے کھڑے دیکھا' اس نے غازہ بھی استعمال کیا ہوا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔

یہ بہت بھلا لگ رہا ہے' اس نے کہا

ایک لمحے کے بعد وہ سٹیشن کی طرف روانہ ہوئے' اس نے بیوی کو سونے کی کوچ میں لٹایا' اس نے کمپارٹمنٹ کی طرف دیکھا'

یہ ہمارے لئے مہنگا نہیں ہے؟

"کوئی فرق نہیں پڑتا' یہ ضروری تھا۔"

یہ آج کل چوہوں کا کیا چکر چل رہا ہے؟

مجھے نہیں پتہ۔ لیکن ہے عجیب و غریب سی بات ' تاہم یہ معاملہ جلدی ختم ہو جائیگا۔

پھر اس نے بیوی سے جلدی سے معذرت کی کہ اس کی زیادہ بہتر دیکھ بھال ہونی چاہیئے تھی۔ لیکن وہ اسے نظر انداز کرتا رہا ہے" اس نے سر ہلا کر اسے روکنا چاہا' لیکن وہ کہنے لگا۔

تم جب واپس آؤ گی تو صحت اچھی ہو گی اور ہم پھر دوبارہ زندگی شروع کریں گے۔

"ہاں" "اس نے چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا' ہم دوبارہ شروع کریں گے۔" ایک لمحے کے بعد اس نے پشت موڑی اور کھڑکی کے شیشے کی طرف دیکھنے لگی۔ پلیٹ فارم پر

لوگ جلدی میں آگے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ گاڑی کے چلنے کی سرسراہٹ ان کے کانوں تک پہنچتی ۔ اس نے اپنی بیوی کو پہلے نام سے پکارا' جب اس کی بیوی نے مڑ کر دیکھا تو اس کا چہرہ نم تھا۔

"تمہیں" ریو نے دھیمے لہجے میں کہا۔

آنسوؤں کے نیچے پھر مسکراہٹ نمودار ہوئی جس میں قدرے اضطراب تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا۔

"اب تم جاؤ' سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس نے اپنی بیوی کو گلے لگایا اور پلیٹ فارم پر قدم رکھا۔ اب شیشے کے اس پار صرف اس کی مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی۔

"میری التجا ہے کہ تم اپنا دھیان رکھو" اس نے کہا۔

لیکن وہ اس کی بات نہ سن سکی۔

سٹیشن کے پلیٹ فارم پر باہر نکلنے کے دروازے کے قریب ریو کو اوتھان مجسٹریٹ ملا' اس نے ایک بچے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا' ڈاکٹر نے اس سے پوچھا کہ وہ کہیں جا رہا تھا۔ اوتھان جو دراز قد اور گندمی رنگ تھا اور جو شکل و شباہت سے ایک دنیاوی آدمی لگتا' اس نے دوستانہ لہجے میں لیکن اختصار کے ساتھ جواب دیا۔

"میں مادام اوتھان کا انتظار کر رہا ہوں جو میرے خاندان کو آداب کہنے گئی ہے۔"

انجن نے پھر سیٹی بجائی۔

"چوہے" مجسٹریٹ نے کہا۔

ریو نے اس سمت قدم بڑھائے جس طرف ٹرین حرکت کر رہی تھی لیکن پھر باہر نکلنے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"ہاں' ہاں----- یہ کچھ نہیں ہیں" اس نے جواب دیا۔

اسے بعد میں اس لمحے کے بارے میں صرف اتنا یاد ہے کہ ریلوے کا آدمی مردہ چوہوں سے بھرا ایک ڈبہ اٹھائے جا رہا تھا

اسی دن پچھلے پہر جب اس نے اپنے مطب کا آغاز کیا تو ایک نوجوان ریو کو ملنے آیا جس کے بارے میں اسے بتایا گیا کہ وہ ایک صحافی تھا اور وہ صبح بھی آیا تھا۔ اس کا نام رامبیر راجرز تھا' ناٹا قد اور مضبوط شانے' پریقین چہرہ' شفاف اور ذہین آنکھیں۔ رامبیر باوضع

شخص دکھائی دیتا تھا جو زندگی میں آسائش کا خواہشمند تھا، اس نے کھلاڑیوں جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس نے براہ راست اپنے مقصد کا اظہار کیا کہ وہ پیرس کے ایک اخبار کے لئے عربوں کے حالات زندگی پر تحقیق کر رہا تھا ان کی صحت اور صفائی کے بارے میں معلومات اکٹھی کر رہا تھا۔ ریو نے اسے بتایا کہ یہ معاملہ کچھ اتنا اچھا نہیں تھا۔ لیکن مزید تفصیل میں جانے سے پہلے یہ جاننا چاہتا تھا کہ کیا صحافی صداقت کا اظہار کرے گا۔

"یقیناً اس نے جواب دیا"۔

میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ اس بدترین صورتحال کے بارے میں مکمل اشاعت کی جازت دیں گے؟۔

"مکمل" میرا نہیں خیال کہ میں اس حد تک جا سکوں گا۔ لیکن فرض محال اگر یہ صورتحال بے بنیاد ثابت ہوئی"۔۔۔ ریو نے دھیمے لہجے میں کہا'

"صورتحال اتنی خراب نہیں ہے" ریو نے یہ جاننے کے لئے سوال کیا تھا کہ رامبیر کسی امتناع کے بغیر حقائق کو بیان کر سکتا تھا یا نہیں۔

"میں اس بیان کو تسلیم نہیں کرتا جس میں حقائق کا اظہار نہ کیا گیا ہو' یہی وجہ ہے کہ میں تمہارے بیان کی تائید کے طور پر معلومات فراہم نہیں کر سکتا۔"

اخبار نویس نے مسکرا کر کہا "تم سینٹ جسٹ کی زبان میں بات کرتے ہو۔" ریو نے اپنی آواز کو بلند کئے بغیر کہا کہ اسے اس بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ اس نے جو الفاظ استعمال کئے وہ ایک ایسے شخص کے تھے جو اس دنیا سے اکتایا ہوا تھا جس میں وہ رہتا تھا۔ تاہم اسے اپنے ہمنفسوں سے ہمدردی تھی اور اس نے اپنے طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ ناانصافی کی حمایت نہیں کریگا اور نہ ہی مصالحت کرے گا۔

رامبیر نے اپنے کندھے سکیڑے اور کچھ دیر تک کوئی بات کئے بغیر ڈاکٹر کی طرف دیکھتا رہا۔

"میرا خیال ہے کہ میں تمہاری بات سمجھتا ہوں" یہ کہہ کر وہ اپنی کرسی سے اٹھا' ڈاکٹر دروازے تک اس کے ساتھ گیا۔

یہ اچھی بات ہے کہ تم اسے سمجھتے ہو" اس نے کہا

"ہاں ہاں میں سمجھتا ہوں" رامبیر نے کہا اس جملے میں اس کی بے صبری نمایاں تھی" معاف کرنا میں نے تمہیں زحمت دی ہے۔"

اس نے ہاتھ ملاتے ہوئے ریو سے کہا کہ اگر وہ اپنے اخبار کے لئے عجیب و غریب کہانیوں کی تلاش میں ہے تو شہر میں مردہ چوہوں کی غیر معمولی تعداد کے بارے میں کچھ کہا جاسکتا تھا۔

"آہ" رامبیر نے کہا۔

اس کے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے اور اس کے چہرے پر سرخی دمک رہی تھی

"ہاں" بوڑھے مشیل نے ریو سے کہا جس نے نئے چوہے مرنے کی خبر اسے دی تھی۔

"فی الحال ایک دو مرے ہوئے چوہے دکھائی دیتے ہیں' دوسری عمارتوں میں بھی یہی معاملہ ہے۔" وہ ذہنی طور پر بوجھل اور مضطرب تھا۔ اور بے خیالی میں اپنی گردن کو کھجایا۔ ریو نے اس سے اس کی صحت کے بارے میں پوچھا۔ کونسیرج نے کچھ جواب نہ دیا کہ اس کی صحت اچھی نہیں تھی۔ ابھی تک وہ اپنے آپ میں نہیں تھا۔ اس کی رائے میں یہ پریشانی کا نتیجہ تھا۔۔ ان چوہوں نے ایک طرح سے اسے صدمہ پہنچایا تھا جب وہ غائب ہو جائیں گے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

اگلی صبح ۸' اپریل کو جب ڈاکٹر اپنی ماں کو سٹیشن سے لایا تو اس نے مشیل کو زیادہ پریشان دیکھا۔ تہہ خانے سے لے کر گودام تک تمام سیڑھیاں ایک درجن کے قریب چوہوں سے بھری ہوئی تھیں۔ ساتھ والے مکانوں کے گندگی کے ڈبے ان سے بھرے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کی ماں نے یہ خبر سن کر کسی تعجب کا اظہار نہ کیا۔

"بعض دفعہ یوں بھی ہو جاتا ہے۔" وہ ایک چھوٹی سی سبز بالوں اور سیاہ آنکھوں والی عورت تھی۔

"تجھے دیکھ کر میں بہت خوش ہوں" اس نے برنارڈ کو کہا "چوہوں سے کوئی فرق نہیں پڑا۔"

اس نے سر ہلا کر اس کی تصدیق کی کیونکہ اس کی موجودگی سے سب معاملات آسان ہو جاتے تھے۔

ریو نے میونسپلٹی کے انسداد چوہے کے شعبے کو ٹیلیفون کیا جس کے ڈائریکٹر کو وہ جانتا تھا۔ ریو نے اس سے چوہوں کے بارے میں پوچھا جو بڑی تعداد میں باہر نکل کر کھلی جگہوں پر دم توڑ رہے تھے۔ ڈائریکٹر مرسیئر ان کے بارے میں سب کچھ جانتا تھا کیونکہ اس کے اپنے دفتر میں جو گھروں سے زیادہ دور نہیں تھا' پچاس کے قریب چوہے برآمد ہوئے تھے۔ اس

نے ریو سے پوچھا کہ معاملہ کسی سنجیدگی کا حامل تھا۔ ریو کوئی حتمی رائے نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن اس کا خیال تھا کہ چوہوں کے انسداد کے عملے کو مداخلت کرنی چاہیے۔"

میر سپیئر نے اس بات سے اتفاق کیا "اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ واقعی اس قابل ہے تو میں اس بارے میں احکام جاری کروا دیتا ہوں۔"

"یہ واقعی اس قابل ہے کہ کچھ کیا جائے" ریو نے جواب دیا۔

اس کی گھریلو ملازمہ نے اطلاع دی کہ اس کا خاوند ایک بڑے کارخانے میں کام کرتا ہے وہاں بھی سینکڑوں کی تعداد میں مردہ چوہے پائے گئے ہیں۔"

اندازاً یہی وقت تھا جب ہمارے شہریوں میں اضطراب کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ ۱۸ تاریخ کے بعد فیکٹریوں میں، گوداموں میں چوہوں کی سینکڑوں لاشیں تھیں۔ بعض حالات میں ان جانوروں کے طویل عذاب کو ختم کرنے کے لئے انہیں ہلاک بھی کیا گیا۔ لیکن مضافات کے رہائشی علاقوں سے لے کر وسط شہر تک جہاں کہیں بھی ڈاکٹر جاتا تھا، باہر راستے پر غلاظت کے ڈبوں میں چوہوں کا ڈھیر تھا یا گندے نالوں میں لمبی قطاروں میں لیٹے ہوئے تھے۔ شام کو چھپنے والے اخباروں نے اس معاملے کو اٹھایا اور یہ سوال کیا کہ میونسپل انتظامیہ لوگوں کو اس مکروہ حملے سے بچانے کے لئے کون سے ہنگامی اقدام لینے کے لئے مشاورت کر رہی تھی۔ چوہوں کے انسداد کے عملے کو یہ حکم جاری کر دیا گیا تھا کہ ہر صبح طلوع آفتاب سے تمام مردہ چوہوں کو جمع کیا جائے۔ دو گاڑیاں انہیں اٹھا کر بھٹی میں لے جائیں گی۔ جہاں انہیں جلا دیا جائے گا۔

لیکن آنے والے دنوں میں صورتحال مزید بگڑنے لگی تھی۔ صبح کے وقت جو زخمی چوہے اکٹھے کئے جاتے ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ چوتھے دن چوہے گروہوں کی صورت میں مرنے کے لئے باہر نکل رہے تھے۔ وہ تہہ خانوں سے کوٹھریوں اور گندے نالوں سے کانپتی ہوئی قطاروں کی صورت میں روشنی میں باہر نکلتے اور اپنے گرد چکر لگا کر انسانوں کے قریب مر جاتے۔

میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم بات سمجھ گئے ہو" رامبیر نے کسی قدر مضطرب ہو کر کہا۔

ہاں، میں سمجھ گیا ہوں، اس زحمت کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ ڈاکٹر نے اس سے مصافحہ کیا اور کہا کہ اس شہر میں جس تعداد میں چوہے مر رہے ہیں ان کے بارے میں میں غیر معمولی رپورٹ مرتب ہو سکتی ہے۔

"آہ، رامبیر نے کہا" مجھے ان میں دلچسپی ہے"۔

شام پانچ بجے جب ڈاکٹر اپنے مریضوں کے معائنے کے لئے سیڑھیوں میں سے گذر رہا تھا تو اسے ایک بھاری بھرکم نوجوان ملا جس کے چہرے پر گہری لکیریں اور گھنی بھنویں تھیں۔ اس سے پہلے وہ اسے سب سے اوپر کے فلیٹ میں ایک ہسپانوی ڈانسر کے یہاں ایک دو مرتبہ مل چکا تھا۔ سگرٹ کا گہرا کش لگاتے ہو تراں تاروں سیڑھی پر لگا۔ اس نے ڈاکٹر کی طرف پر سکون نگاہوں سے دیکھا اور اپنی نیلی آنکھوں سے اس ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا۔ اس نے دعا سلام کی اور چوہوں کے اس غیر معمولی مظہر کے بارے میں بات کی۔

"ہاں" ڈاکٹر نے کسی قدر تلخی سے کہا۔

"ایک اعتبار سے، ڈاکٹر، ایک اعتبار سے۔

ہم نے کبھی اس طرح کا منظر نہیں دیکھا۔ لیکن مجھے یہ بیحد دلچسپ معلوم ہوتا ہے، یقینی طور پر دلچسپ ہے۔ تارو نے ہاتھ سے اپنے بال پیچھے کئے، اس چوہے کی طرف پھر دیکھا جو بے حس و حرکت ہو چکا تھا، پھر وہ ریو کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔"

"ڈاکٹر مختصر آیہ مسئلہ کونسیر کا ہے۔"

اس وقت ڈاکٹر نے کونسیر کو دیکھا جو سامنے کے دروازے کے پاس دیوار کے ساتھ چپکا ہوا رات کے وقت کوریڈوروں میں اور گلیوں میں ان کی تکلیف بھری چیخیں واضح طور پر سنائی دیتی تھیں۔ صبح کے وقت مضافات میں وہ قبروں میں مرئے ہوئے پائے جاتے ان کی تھوتھنیوں پر لہو جما ہوتا ان میں سے کچھ گلے سڑے اور پھولے ہوئے تھے، کچھ اکڑے ہوئے ہوتے اور ان کی مونچھیں اکڑ ہوتی تھیں۔ شہر میں بھی وہ سیڑھیوں کی پیڑھیوں پر یا چھوٹے چھوٹے ڈھیروں میں پچھلے صحنوں میں مردہ پائے جاتے۔ اسی طرح ان میں سے ایک آدھ عمومی دفتروں کے ہال کمروں سکولوں، کھیل کے میدانوں میں اور بعض اوقات رستورانوں کی روشوں پر مردہ پڑے ہوتے۔

۲۸ اپریل کو رونڈک نے اعلان کیا کہ ۸ ہزار کے قریب چوہے اکٹھے کئے گئے تھے۔ اس خبر سے شہری بہت زیادہ مضطرب ہو گئے تھے اور فوری اقدام کا مطالبہ کیا گیا۔ انتظامیہ کو مورد الزام ٹھہرایا گیا۔ وہ لوگ جن کے گھر سمندر کے کنارے تھے وہ وہاں منتقل ہونے کی سوچنے لگے۔ اگلے دن ایجنسی نے اعلان کیا کہ اس غیر معمولی مظہر کا خاتمہ ہو گیا تھا اور بہت کم مردہ چوہے اکٹھے کئے گئے تھے۔۔ شہر نے قدرے اطمینان کا سانس لیا۔

اگلے دن ڈاکٹر ریو نے اپنے مکان کے سامنے گاڑی کھڑی کی تو گلی کی دوسری

جانب سے اس نے کانسیر کو بے ڈھنگے طریقے سے اپنی ٹانگیں اور بازو پھیلائے ہوئے اپنے آپ کو گھسیٹتے دیکھا۔ وہ کلاک کی گڑیا کی طرح جھٹکے لے رہا تھا۔ اس بوڑھے نے ایک پادری کا سہارا لیا ہوا تھا جسے ریو جانتا تھا۔ یہ پادری پینلو تھا جو ایک پڑھا لکھا اور محارب قسم کا شخص تھا جس سے اس کی کئی مرتبہ ملاقات ہو چکی تھی۔ اس کی ہمارے شہر میں کافی عزت تھی۔ وہ بھی اس کی عزت کرتے تھے جو مذہب کے معاملے میں زیادہ پرجوش نہیں تھے۔ ریو ان کا منتظر تھا۔ بوڑھے مشل کی آنکھیں جل رہی تھیں اور اس کا سانس بھی اکھڑا ہوا تھا۔ اس کی طبعیت بھی اچھی نہیں تھی اور وہ ہوا خوری کے لئے باہر نکلا تھا۔ اس کی گردن، بغلوں اور جانگھ بلکہ تمام حصوں میں درد اٹھ رہا تھا۔ اور اس نے پادری پانیلو کا سہارا لیا ہوا تھا۔

شہر کے زیادہ آباد راستوں پر انہیں مردہ دیکھ کر ہمارے شہری بھوچکے رہ گئے۔ پلاس دی آرم، بولیوار، فرانت دی میئر کی سیر گاہ پر ان کی لاشیں پھیلی ہوئی ہوتیں۔ صبح کے وقت شہر کی صفائی کے بعد ڈھیر سے سکھ کا سانس لیا جاتا اور دن کے باقی حصے میں ان کی تعداد بڑھتی جاتی۔ رات کو فٹ پاتھ پر سیر کرتے ہوئے لوگ اپنے پاؤں کے نیچے کسی گلگجی سی دھڑکتی ہوئی لاش کو محسوس کرتے۔ یوں لگتا وہ زمین جس پر ہمارے مکان قائم تھے ان میں سے لیس دار مواد خارج ہو رہا تھا جو اس کے اندر پک کر سطح پر پھوڑوں، اور پیپ کے لوتھڑوں کی صورت میں نمودار ہو رہا تھا۔ ہمارے چھوٹے سے شہر کا اضطراب دیکھنے والا تھا جو ابھی تک پرسکون تھا اور چند ہی دنوں میں اس شخص کی طرح ابتر ہو گیا تھا جس کا خون فوراً گردش میں آنے لگا ہو۔

اب بات یہاں تک بڑھ چکی تھی کہ رینڈوک ایجنسی نے (جو ہر طرح کے سوالات کا فوراً جواب فراہم کرتی تھی) اپنی ریڈیو کی اعزازی نشریات میں یہ اعلان کیا تھا کہ صرف ایک دن میں ۲۵ اپریل کو ۶۲۳۱ چوہے اکٹھے کر کے انہیں نذر آتش کیا گیا تھا۔ ان اعداد و شمار سے ہر روز منظر زیادہ گھمبیر ہوتا جا رہا تھا جس سے اضطراب کی ایک لہر پھیل گئی تھی۔ ابھی تک اس ناخوشگوار حادثے کی شکایت کی جاتی تھی۔ لیکن اب یہ محسوس کیا گیا کہ اس غیر معمولی مظہر کے اصل کا سراغ لگایا جائے۔

ہسپانوی، دمے کا مریض بار بار اپنے ہاتھ ملتا ہوا طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہہ رہا تھا "وہ بار بار نکل رہے ہیں۔"

"یہ کافی سوجے ہوئے ہیں۔"اس نے کہا" مجھے کافی تکلیف دے رہے ہیں۔"

ڈاکٹر نے کار کی کھڑکی سے بازو باہر نکال کر مشیل کی گردن کو ٹٹولا جہاں لکڑی کی گانٹھ کی طرح سوجھن تھی۔

"تم آرام کرو، اپنا ٹمپریچر لو، میں پچھلے پہر تمہیں دیکھنے آؤں گا۔"

کونسیر وہاں سے چلا گیا۔ ریو نے پادری پینلو سے چوہوں کی اس کہانی کے بارے میں اس کی رائے پوچھی۔

"اوہ" پادری نے کہا"یہ وبا لگتی ہے اور اس کی آنکھیں گول چشمے کے پیچھے مسکرا رہی تھیں۔

دوپہر کے کھانے کے بعد ریو جب سینیٹوریم کی طرف سے موصول شدہ تار پڑھ رہا تھا کہ اس کی بیوی آرہی تھی کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ یہ میونسپلٹی کا ملازم اور اس کا پرانا مریض تھا جو اسے بلا رہا تھا۔ وہ ایک مدت سے دل کا مریض تھا اور چونکہ غریب تھا اس لئے ریو اس کا مفت علاج کرتا تھا۔

"ہاں، تم نے مجھے یاد رکھا ہے، لیکن اس مرتبہ یہ کسی دوسرے کا مسئلہ ہے جلدی آؤ، میرے ہمسایہ میں حادثہ پیش آیا ہے۔ اس کا سانس اکھڑا ہوا ہے۔"

ریو نے جلدی سے فیصلہ کیا کہ وہ کونسیر کو بعد میں دیکھ سکتا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ فیدہرب نامی گلی کے ایک چھوٹے سے گھر میں داخل ہو رہا تھا جو شہر سے باہر واقع تھی۔ بدبو دار سیڑھیوں کے درمیان میں اس نے میونسپل کلرک جوزف گراند کو بھاگتے دیکھا جو اسے ملنے آرہا تھا۔ اس کی عمر پچاس سال کے قریب تھی، قد لمبا اور کندھے جھکے ہوئے، پتلے دبلے اعضا اور زرد مونچھیں۔

"وہ اب دیکھنے میں بہتر لگتا ہے "اس نے کہا لیکن میرا خیال ہے اس کا کھیل ختم ہو گیا ہے"

اس نے اپنا ناک صاف کیا۔ دوسری اور آخری منزل پر ریو نے دائیں طرف دروازے پر سرخ چاک سے کچھ لکھا ہوا دیکھا۔

"اندر آجاؤ میں نے اپنے آپ کو پھانسی دے دی ہے۔"

وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ لیمپ کے ساتھ ایک رسہ نیچے لٹک رہا تھا اور ایک طرف کرسی پڑی ہوئی تھی۔ کھانے کی کرسی الٹی ہوئی تھی اور کھانے کی میز کو دھکیل کر ایک

گوشے میں کی گئی تھی۔ لیکن خالی رسہ لٹک رہا تھا۔
"میں نے اسے بروقت نیچے اتار لیا تھا" گراند نے ممکن حد تک سادہ زبان میں کہا۔
اگرچہ اسے ہمیشہ الفاظ تلاش کرنے میں دقت ہوتی تھی ۔میں جونہی باہر نکلا تو مجھے شور سنائی
دیا تھا۔ جب میں نے دروازے پر یہ تحریر دیکھی تو مجھے یہ ایک مضحکہ خیز کھیل معلوم ہوا۔ لیکن
مجھے ایک عجیب و غریب کراہٹ سنائی دی جسے خوفناک کہا جاسکتا ہے ۔اس نے اپنا سر
کھجلایا "میرا خیال ہے کہ یہ آپریشن بڑا تکلیف دہ تھا۔ ظاہر ہے، مجھے اندر داخل ہونا تھا۔"
گراند نے دروازہ کھولا وہ دونوں ایک روشن کمرے کی دہلیز پر تھے جس میں فرنیچر
بہت کم تھا۔ پیتل کے بستر پر ایک چھوٹا سا گول مٹول شخص لیٹا ہوا تھا۔ وہ بڑے مزے سے
سانس لے رہا تھا اور اس کی خون آلود آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ ریو ایک دم رک گیا۔ وہ تنفس
کے دوران وقفوں میں چوہوں کی آواز سن رہا تھا۔ لیکن کونوں کھدروں میں کوئی حرکت نہ
ہوئی۔ ریو بستر کی طرف گیا ظاہری طور پر آدمی زیادہ بلندی سے نیچے نہیں گرا تھا اور نہ ہی زیادہ
تیزی سے، اس کے ریڑھ کے مہرے ٹھیک تھے۔ بہرکیف اسے تنفس میں دقت تھی، اس
کا ایکسرے کیا جانا ضروری تھا۔ ڈاکٹر نے اسے کافور کا ٹیکہ لگا کر کہا کہ چند دنوں میں سب
کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔
"شکریہ ڈاکٹر" اس آدمی نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔
جب ریو نے گراند سے پوچھا کہ اس نے اس کی اطلاع پولیس کو دی تھی تو اس
نے سر جھکا لیا۔
"نہیں" اس نے جواب دیا "اوہ نہیں — میں نے جو کچھ سوچا تھا وہ بہت ——
"یقیناً" ریو نے اس کی بات کاٹی "اچھا تو پھر یہ کام میں کرتا ہوں"
یہ سن کر بیمار ایک دم حرکت میں آیا اور بستر میں احتجاج کرتے ہوئے کہنے لگا کہ
اب وہ بالکل ٹھیک تھا ایسی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔
"آرام سے لیٹو" ریو نے کہا "یہ محض ایک کاروائی ہے ۔ میرے پاس اس کے سوا
کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں پولیس کو اطلاع دوں۔"
"اوہ" دوسرے نے کہا اور سسکیاں لینے لگا۔ جب وہ باتیں کر رہے تھے گراند اپنی
مونچھوں کو بل دے رہا تھا، وہ اس کے قریب گیا۔
"آؤ کوتار" اس نے کہا "سمجھنے کی کوشش کرو لوگ ڈاکٹر کو اس کا ذمہ دار تصور

کریں گے۔مثال کے طور پر، اگر تم دوبارہ ایسا کرنا چاہو۔۔۔۔۔۔"

"لیکن " کوتار نے آنسوؤں میں کہا "وہ دوبارہ ایسا کرنا نہیں چاہتا یہ محض جنون کا ایک لمحہ تھا اور اس کی صرف یہی خواہش ہے کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے" ۔ ریو ایک نسخہ لکھنے میں مصروف تھا۔

"بہت اچھا، فی الحال ہم اس کے بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے ۔میں ایک یا دو دنوں میں تمہیں دوبارہ دیکھنے آؤں گا۔ لیکن دوبارہ یہ حماقت نہ کرنا۔

سیڑھیوں میں اس نے گراند سے کہا کہ وہ پولیس کو اطلاع دینا چاہتا تھا لیکن وہ پولیس والوں کو کہے گا کہ دو دنوں تک اپنی تفتیش نہ کریں۔

"لیکن آج کی رات اس کی نگرانی کی جانی چاہیے ۔اس کا کوئی خاندان ہے؟

" مجھے علم نہیں لیکن میں اس کے پاس ٹھہر جاؤں گا" ۔اس نے اپنا سر ہلایا۔

"میں اسے اچھی طرح سے جانتا نہیں ہوں لیکن ہمسائے کی مدد کرنی چاہیے"۔

بلڈنگ کے کاریڈور میں ریو نے میکانیکل انداز میں ادہر ادہر دیکھا اور گراند سے پوچھا کہ کیا اس کے علاقے میں چوہے بالکل غائب ہو گئے تھے۔ گراند کو اس بارے علم نہیں تھا۔اس نے لوگوں سے اس بارے میں سنا تھا۔ لیکن اپنے علاقے میں اس شوروغل کے بارے میں زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

"مجھے اور الجھنیں ہیں "اس نے کہا

ریو نے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ اپنی بیوی کو خط لکھنے سے پہلے کونسیر کو جلد دیکھنا چاہتا تھا۔

شام کے اخباروں کے ہاکر یہ اعلان کر رہے تھے کہ چوہوں کا حملہ رک گیا تھا لیکن ریو کا مریض بستر سے آدھا باہر تھا اس کا ایک ہاتھ پیٹ پر تھا اور دوسرا گردن پر اور وہ بالٹی میں گلابی سے رنگ کی قے کر رہا تھا ۔ کافی کوشش کے بعد، وہ بے دم ہو کر بستر پر لیٹ گیا۔ اسے ۱۰۲ درجے کا بخار تھا، اس کی گردن کی گلٹی اور اعضا سوجے ہوئے تھے ۔اس کی رانوں پر دو سیاہ دھبے پھیل رہے تھے ۔وہ اندورنی دردوں کی شکایات کر رہا تھا۔

یہ آگ کی طرح ہے ،اس نے کہا "یہ حرامی مجھے جلا رہا تھا" وہ بخار سے جلتے ہوئے ہونٹوں سے بمشکل لفظ ادا کر سکتا تھا ۔اس نے ڈاکٹر کی طرف پھٹی آنکھوں سے دیکھا اور سر درد کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو تھے ۔اس کی بیوی مضطرب ہو کر اسے دیکھا

لیکن ریو خاموش تھا۔

"ڈاکٹر" اس نے پوچھا "یہ سب کچھ کیا ہے؟

"یہ کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اسے نرم خوراک اور پینے کے لئے زیادہ پانی دو۔" کونسیر کو بے تحاشا پیاس لگی تھی۔

اپنے گھر پہنچ کر ریو نے اپنے رفیق کار رچرڈ کو ٹیلیفون کیا جو شہر کا بہت مشہور ڈاکٹر تھا۔

"نہیں" رچرڈ نے کہا "میں نے کوئی غیر معمولی بات نہیں دیکھی۔"

"سوجھن کے ساتھ بخار کے مریض دیکھنے میں نہیں آئے؟"

"بہر کیف بیحد سوجھی ہوئی گھٹلیوں کے ساتھ دو مریض ہیں"

"یہ ابنارمل ہیں نا

"خیر" رچرڈ نے کہا۔" اس کا انحصار اس پر ہے کہ تم نارمل کسے کہتے ہو۔"

شام کے وقت کونسیر ہذیان بول رہا تھا، اس کا بخار ۱۰۴ ڈگری تک پہنچ چکا تھا اور وہ چوہوں کی شکایت کر رہا تھا۔ ریو نے پھوڑے کو چیرنے کی کوشش کی اور ٹرپنٹائین کی جلن سے کونسیر چیخا "اوہ، یہ حرامی!"۔۔۔

یہ پھوڑے زیادہ پک چکے تھے جو چربی کے گولوں کی طرح گوشت میں پیوست تھے۔ کونسیر کی بیوی بالکل بے حال ہو چکی تھی۔

"اس کے پاس رہو" ڈاکٹر نے اسے کہا اور جب ضرورت ہوے مجھے بلالو"

اگلے دن ۳۰۔ اپریل کو نیلے اور مرطوب آسمان کے نیچے کنکنی ہوا چلنے لگی تھی جو اپنے ہمراہ بہت دور مضافات سے پھولوں کی مہک بھی لا رہی تھی۔ گلیوں میں صبح کا شور معمول کے مطابق نمایاں اور خوشی سے معمور تھا۔

ہمارا چھوٹا سا شہر گذشتہ ہفتے افسردگی میں مبتلا تھا آج کے دن نئی زندگی محسوس کر رہا تھا۔ ریو بھی اچھے موڈ میں تھا، اسے اپنی بیوی کا خط موصول ہوا تھا اور وہ آہستہ آہستہ اترتا ہوا کانسیر کے گھر جا رہا تھا۔ بوڑھے مشیل کا بخار اتر کر ۹۹ ڈگری تک پہنچ گیا تھا، اگرچہ وہ بہت کمزور دکھائی دے رہا تھا لیکن وہ اپنے بستر میں مسکرا رہا تھا۔

"وہ اب پہلے سے بہتر ہے، ٹھیک ہے ڈاکٹر" اس کی بیوی نے کہا

"ہمیں ابھی اور انتظار کرنا چاہیے"

لیکن دوپہر کو اسکا بخار ایک دم جست لگا کر ۱۰۴ ڈگری تک پہنچ گیا۔ وہ مسلسل ہذیان بول رہا تھا اور قے کر رہا تھا۔ اس کے گردن کے پھوڑے کو چھونے سے تکلیف ہوتی تھی۔ اور کونسیر اپنے سر کو اپنے جسم سے دور رکھنے کی پوری کوشش کر رہا تھا۔ اس کی بیوی بستر کے پاؤں کی طرف بیٹھی تھی، اس کے ہاتھ کمبل پر تھے اور اس نے مریض کے پاؤں دھیرے سے پکڑے ہوئے تھے۔ اس نے ریو کی طرف دیکھا۔

سنو" اس نے کہا، ہمیں اسے ہسپتال لے جا کر خصوصی علاج کرنا ہو گا۔ میں نے ہسپتال ٹیلی فون کر دیا ہے، ہم اسے ایمبولنس میں لے جائیں گے۔

دو گھنٹوں کے بعد ایمبولنس میں اس کی بیوی اور ڈاکٹر مریض پر جھکے ہوئے تھے۔ اس کے کھلے ہوئے منہ سے گاڑھا لعاب نکل رہا تھا اور وہ اول فول بول رہا تھا۔ "چوہے وہ کہہ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سبزی مائل تھا، اس کے ہونٹ سفید تھا، اور اس کا تنفس اکھڑا ہوا تھا۔ گھٹلیوں کی وجہ سے اس کے اعضا پھیلے ہوئے تھے وہ سیٹ پر اس طرح لیٹا ہوا تھا جیسے وہ اپنے آپ کو اس میں دفن کرنا چاہتا تھا یا جیسے زمین کی تہہ میں سے کوئی آواز اسے بلا رہی تھی، کونسیر کسی نامعلوم بوجھ کے نیچے دبا ہوا تھا

کیا کوئی امید ہے ڈاکٹر؟۔

"یہ مر چکا ہے!"

۳

یہ کہا جا سکتا ہے کہ کونسیر کی موت کے بعد وہ دور ختم ہو گیا جو پریشان کن شگونوں سے بھرا ہوا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی زیادہ مشکل دور کی ابتدا ہوئی جس میں شروع کے دنوں کا اضطراب ایک طرح کی ابتری بن چکا تھا۔ ہمارے شہری جن کا ذکر بعد میں آنے والے واقعات کے دوران کیا جائے گا، یہ تصور میں بھی نہیں لا سکتے تھے کہ ہمارے چھوٹے سے شہر میں دن دہاڑے دھوپ میں اتنی تعداد میں چوہے ہلاک ہو جائیں گے یا کونسیر غیر معمولی بیماری سے مر جائے گا۔ اس معاملے میں وہ غلطی پر تھے اور ان کے خیالات میں ترمیم کی ضرورت تھی۔۔ اگر معاملہ یہاں رک جاتا تو ان کے معمولات حیات اسی طرح چلتے رہتے لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ لوگ جو کونسیر کی طرح تھے یا نادار تھے وہ اس راہ پر نہیں چلیں گے جس کا پہلا مسافر مشیل تھا۔ یہ خوف تھا اور اس کے ساتھ ہی اس سے پیدا ہونے والی سوچ کا آغاز تھا۔

تاہم نئے واقعات کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے یہ داستان گو آنے والے واقعات کے بارے میں ایک گواہ کی رائے کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ تارو جس سے ہماری ملاقات کہانی کے آغاز میں ہوئی تھی اور جب اوراں میں یہ واقعات پیش آئے وہ شہر کے وسط میں واقع ایک بڑے ہوٹل میں کچھ ہفتوں سے مقیم تھا۔ ظاہری طور پر وہ بڑی سہولت سے رہ رہا تھا اگر چہ وہ کوئی کاروبار نہیں کرتا تھا۔ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں سے آیا تھا اور کیونکر اوراں میں مقیم تھا۔ وہ اکثر اوقات عمومی راستوں پر، موسم بہار کے آغاز میں روزانہ کسی نہ کسی ساحل پر خوشی سے معمور نہاتا ہوا دکھائی دیتا۔ ایک اعتبار سے اس کی ڈائری ان مشکل دنوں کی ایک دستاویز تھی۔ لیکن یہ ایک غیر معمولی قسم کی دستاویز تھی کیونکہ اس میں واقعات کو جزوی طریقے سے پیش نہیں کیا گیا تھا، پہلی نظر میں یوں لگتا تھا کہ تارو، اشیاء اور لوگوں کو الٹی دوربین سے دیکھتا تھا۔ اس عمومی انتشار میں وہ ان واقعات کا مورخ بننا چاہتا تھا جنہیں دوسرے مورخ عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہم اس کے کردار میں اس ٹیڑھے پن اور سرد مہری کو ناپسند کریں گے۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا

جا سکتا کہ یہ ڈائریاں اس عہد کی تاریخی دستاویزات ہیں جو اس عہد کے مورخ کو چھوٹی چھوٹی معلومات فراہم کر سکتی ہیں جو کسی نہ کسی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کا غیر معمولی پن ایک قاری کو اس دلچسپ آدمی کے بارے میں کسی فوری محاکمے سے باز رکھ سکتا ہے۔

ژاں تارو نے جو سب سے پہلے اندراجات کئے ہیں وہ اس کی اوران میں آمد کے ساتھ شروع ہوتے ہیں۔ ان میں اس شہر کی بدصورتی کو دریافت کرنے کے بعد ایک طرح کا عجیب و غریب اطمینان کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان میں ہمیں ٹاؤن ہال کے کانسی کے دو شیروں کا بالتفصیل بیان ملتا ہے، اور درختوں کی عدم موجودگی مکانوں کی بدصورتی اور شہر کے بے سروپا پلان کے بارے میں ریمارکس ملتے ہیں۔ تارو یہاں ٹراموں اور گلیوں میں سنی گئی باتوں کو کسی قسم کا اضافہ کئے بغیر درج کرتا ہے صرف بعد میں، کیمپس نامی آدمی کے بارے میں ایک مکالمے کو درج کیا ہے ---- یہ دو کنڈیکٹروں کے مابین گفتگو تھی۔ ان میں سے ایک نے کہا

"تم کیمپس کو اچھی طرح جانتے ہو؟ کیمپس؟ سیاہ مونچھوں والا ایک لمبا تڑنگا آدمی "ہاں یہ وہی ہے وہ ریلوے میں کام کرتا تھا۔

"ہاں اب مجھے یاد آیا،

"خیر، اب وہ مر چکا ہے"

"اوہ، وہ کب مرا ہے؟"

"چوہوں کے چکر کے بعد،

"کیا کہہ رہے ہو، وہ کس وجہ سے مرا ہے؟"

"میں صحیح طور پر تو نہیں کہہ سکتا کس قسم کا بخار تھا------ لیکن وہ اتنا مضبوط نہیں تھا۔ اس کی بغلوں میں پھوڑے نکل آئے تھے وہ انہیں برداشت نہ کر سکا۔"

"اس کے باوجود وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ مختلف دکھائی نہیں دیتا تھا۔"

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا، ان کا سینہ کمزور تھا۔ وہ شہر کے بینڈ باجے میں طنبور بجایا کرتا تھا۔ یہ پھیپھڑوں کے لئے مضر ہوتا ہے"

"او، اگر پھیپھڑے کمزور ہوں تو اسے بڑے ساز کو سانس سے بجانا درست نہیں ہے"

۔یہ مکالمے لکھنے کے بعد تارو نے خود یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ اگر وہ اتنا

بیمار تھا تو وہ بینڈ میں کیوں شامل ہوا تھا۔ اور وہ کونسا ایسا مبہم مقصد تھا جس کی بنا پر اس نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی تھی۔

یوں لگتا تھا کہ تارو اس منظر سے بہت متاثر تھا جو اس کے دریچے کے بالمقابل ایک مکان کی بالکنی میں روزانہ پیش آتا تھا۔ اس کے کمرے کا رخ ایک چھوٹی سی گلی کی طرف تھا جہاں بہت سی بلیاں دیوار کے سائے میں سوتی رہتیں۔ روزانہ دوپہر کے کھانے کے بعد جب شہر کے سب لوگ گرمی سے بچنے کے لئے محو خواب ہوتے تو ایک چھوٹا سا آدمی گلی کی دوسری طرف بالکنی میں نمودار ہوتا۔ اس کے بال سفید تھے جنہیں کنگھی سے اچھی طرح سنوارا گیا ہوتا، اس کے کپڑے فوجی انداز کے ہوتے وہ بالکنی پر جھک کر ہر لمحے میاؤں، میاؤں کر کے انہیں بلاتا۔ بلیاں اسے اپنی نیند بھری زرد آنکھوں سے دیکھتیں لیکن اپنی جگہ سے نہ اٹھتیں۔ چنانچہ وہ ایک کاغذ کے ٹکڑے ایک ایک کر کے نیچے گلی میں پھینکتا، بلیاں ہوا میں کاغذ کی یہ تتلیاں اڑتی ہوئی دیکھ کر آگے بڑھتیں اور پنجوں پر کھڑی ہو کر کاغذ کے ان ٹکڑوں کو دبوچنے کی کوشش کرتیں۔ اس کے بعد اچھی طرح نشانہ بنا کر بوڑھا آدمی ان بلیاں پر زور سے تھوکتا۔ اگر اس کی کوئی تھوک نشانے پر بیٹھتی تو وہ قہقہ لگاتا۔

بالآخر تارو اس شہر کے کاروباری پہلو سے متاثر تھا جس کا نہ صرف حلیہ بلکہ خوشی منانے کا طریقہ تک کاروبار کے زیر اثر تھا۔ یہ بوالعجبی — یہ ترکیب وہ اپنی ڈائری میں استعمال کرتا ہے، تارو کے لئے قابل قبول تھی۔ اس کا اندراج "آخر کار" کے الفاظ پر ختم ہوتا ہے:

اس سیاح کی ڈائری میں ان مشاہدات کی اہمیت اور سنجیدگی ان میں شخصی رنگ کی آمیزش سے نمایاں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مردہ چوہے کی دریافت پر ہوٹل کے کیشیئر نے کس طرح بل بنانے میں غلطی کی۔ اس کے بیان کے بعد تارو یہ اضافہ کرتا ہے "سوال: کس طرح وقت کے ضیاع سے بچا جائے؟ جواب: اس سے بروقت آگاہ رہا جائے۔ اس کا طریقہ: دن کسی دندان سازی انتظار گاہ میں ایک تکلیف دہ کرسی پر بسر کیا جائے۔ اتوار کی ساری سہ پہر بالکنی پر گزاری جائے۔ اس زبان میں تقاریر سنی جائیں جو سمجھ میں نہ آتی ہو، ٹرین کے طویل ترین اور تکلیف دہ راستوں سے تمام وقت کھڑے رہ کر سفر کیا جائے، سنیما ٹکٹ گھروں کے سامنے قطاروں میں کھڑا ہو کر کوئی سیٹ بک نہ کرائی جائے۔" خیال اور اظہار کی ان بوالعجبیوں کے فوراً بعد ڈائری میں ہمیں شہر کی ٹرام سروس،

گاڑی کے ڈبوں کی ساخت، ان کے غیر واضح رنگ، اور ان کی معمول کے مطابق گندگی کی تفاصیل ملتی ہیں۔۔۔اور اس کے آخر میں وہ لکھتا ہے "کہ یہ شاندار ہے"اس جملے سے کچھ واضح نہیں ہوتا۔یہ ہیں وہ تفصیلات جو تارو نے چوہوں کے قصے کے بارے میں بیان کی ہیں۔

"آج برابر میں رہنے والا بوڑھا کچھ افسردہ ہے۔ اب وہاں بلیاں موجود نہیں، وہ درحقیقت وہاں سے غائب ہو گئی ہیں، ہو سکتا ہے مردہ چوہوں سے بھری ہوئی گلیاں انہیں وہاں لے گئی ہوں۔میرے نزدیک مسئلہ یہ نہیں ہے کہ بلیاں مرے ہوئے چوہے کھا رہی ہیں لیکن مجھے یاد ہے کہ میری بلی ان سے کراہت کھاتی تھی۔میرے خیال میں تہہ خانوں میں بھاگتی پھر رہی ہیں اس لئے بوڑھا اداس ہے۔اب اس کے بالوں پر ٹھیک طرح سے کنگھی نہیں کی گئی، وہ کچھ کمزور سا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ محسوس کیا جا سکتا ہے کہ وہ مضطرب ہے۔ایک لمحے کے بعد وہ پھر باہر آتا ہے اور خلا میں تھوکتا ہے۔

شہر میں آج ایک ٹرام کو روک دیا گیا کہ اس میں ایک مردہ چوہا موجود تھا۔لیکن یہ نہیں پتہ کہ وہ کہاں سے آیا۔ دو یا تین عورتیں ٹرم سے نیچے اتر گئی تھیں۔ انہوں نے چوہا باہر پھینک دیا تھا اور ٹرم روانہ ہو گئی تھی۔

ہوٹل میں رات کا چوکیدار جو قابل اعتماد آدمی تھا،اس نے مجھے کہا کہ ان چوہوں سے بد قسمتی کے آثار نظر آتے ہیں۔"جناب کہا یہ جاتا ہے کہ اب چوہے جہازوں سے نکلتے ہیں۔"میں نے جواب دیا،"یہ تو جہازوں کے لئے بہتر ہے لیکن اس کے بارے میں نہیں کہا گیا جب وہ شہروں کا رخ کرتے ہیں۔۔بہر کیف وہ اپنی بات پر قائم رہا۔میں نے اس سے پوچھا کہ کونسی بد قسمتی انتظار میں تھی۔ وہ اس بارے میں نہیں جانتا تھا کیونکہ اس بد قسمتی کے بارے میں پیشگی کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اسے اس پر حیرت نہ ہوئی کہ زلزلہ آ رہا تھا۔میں نے اعتراف کیا کہ ایسا ہونا ممکن تھا، اور پھر اس نے پوچھا کہ میں اس سے مضطرب نہیں ہوں۔؟

"وہ واحد چیز جس سے مجھے دلچسپی ہے، وہ اندرونی سکون کو پانا ہے"میں نے اسے کہا،وہ میری بات اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔

"ہوٹل کے ریستوران میں ایک خاندان کھانا کھانے آتا ہے۔ یہ میری دلچسپی کا حامل ہے، باپ ایک دبلا پتلا طویل آدمی ہے جو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنتا ہے اور جس نے مایہ لگا کالر پہنا ہوا ہے۔ وہ سر سے گنجا ہے لیکن دائیں بائیں سفید بالوں کی لٹیں ہیں اس کی

بچوں کی سی آنکھیں گول اور درشت ہیں، ناک چھوٹا سا ہے جو ایک پلپلا آلو لگتا ہے۔ وہ سب سے پہلے ریستوراں کے دروازے میں داخل ہو کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی، جو منحنی سی ہے اور سیاہ چوہے کی مانند ہے، وہاں سے گزر جائے اس کے بعد وہ ایک چھوٹے سے لڑکے اور لڑکی کے ساتھ آگے بڑھتا ہے جو پچھلی ٹانگوں پر ناچتے ہوئے پوڈل کتے کی طرح ہیں۔ وہ میز کے گرد بیٹھ جاتے ہیں لیکن وہ اس وقت تک کھڑا رہتا ہے۔ جب تک اس کی بیوی بیٹھ نہیں جاتی اس کے بعد یہ دو پوڈل کتے اپنی کرسیوں پر اٹک جاتے ہیں۔ وہ اس خاندان کے لئے دوستانہ لفظ استعمال نہیں کرتا، وہ بیوی کے لئے نرم لیکن معاندانہ جملے استعمال کرتا ہے اور بڑے کھردرے طریقے سے بچوں کو کہتا ہے۔ "نکول تمہارا رویہ شرمناک ہے۔" چھوٹی سی لڑکی رونہکی ہو جاتی ہے اس کا یہ ردعمل فطری ہے۔" آج صبح یہ لڑکا چوہوں کے قصے کی وجہ سے بڑا پر جوش ہے، وہ میز پر بیٹھے ہوئے اس موضوع پر کہنا چاہتا ہے۔

"فلپ کھانے کی میز پر چوہوں کی بات نہیں کرتے، میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ آئندہ سے یہ لفظ استعمال نہ کرنا"

"تمہارا باپ ٹھیک کہتا ہے" کالی چوہیا نے کہا

"ان دو پوڈل کتوں نے اپنی تھوتھنیاں پلیٹ کی طرف جھکا دیں اور الو نے سر کی جنبش سے شکریہ ادا کیا۔

اس خوبصورت مثال کے باوجود وہ شہر میں چوہوں کے بارے میں کافی گفتگو کرتے ہیں۔ اور اس میں اخبار بھی برابر کا شریک ہے۔ مقامی اخبار میں بڑے متنوع موضوعات ہوتے لیکن سارا اخبار میونسپلٹی کے خلاف خبروں سے بھرا ہوتا ہے۔

"کیا تمہارے شہر کے بڑے بوڑھوں کو علم ہے کہ ان چوہوں کی گلی سڑی لاشوں سے ہمیں کیا خطرہ لاحق ہے"؟ ہوٹل کا مینجر اس کے علاوہ کسی اور موضوع پر بات نہیں کرتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ ان سے بہت پریشان تھا۔ ایک بڑے ہوٹل کی سیڑھیوں میں چوہوں کا پایا جانا اس کے تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ اس کو تسلی دینے کے لئے میں نے کہا "تمام لوگ اس معاملے میں الجھے ہوئے ہیں۔"

"بالکل ایسا ہی ہے "اس نے مجھے جواب دیا" ساری دنیا ایک ہی کشتی میں سوار ہے"،

"سب سے پہلے اسی نے مجھ سے اس عجیب و غریب بخار کی ابتدا کے بارے میں

بتایا تھا ہوٹل کی ایک ملازمہ اس کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔"

"____ لیکن یقیناً یہ متعدی نہیں ہے" وہ مجھے یقین دلانا چاہتا تھا

"میں نے اسے کہا" اس سے کیا فرق پڑتا ہے"

"آہ، مونسیر تم میری طرح مقدر میں یقین رکھتے ہو؟

"میں نے اسی طرح کی کوئی بات نہیں کی مزید یہ کہ میں مقدر میں یقین نہیں رکھتا" میں نے اسے جواب دیا تھا۔

تارو کی ڈائری کا آغاز اس غیر معلوم بخار کی تفصیل سے ہوتا ہے جس سے پہلے عوام میں کافی اضطراب پھیل چکا تھا۔

اس قصے کے بعد میں آنے والے واقعات کی وضاحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ ڈاکٹر ریو کی جو تفصیل تارو نے بیان کی ہے اسے یہاں درج کر دیا جائے۔

"پینتس سال کے لگ بھگ عمر ہے۔ درمیانہ قد ہے۔ کندھے چوڑے ہیں۔ قریبا مخروطی چہرہ ہے۔ سیاہ سنبھلی ہوئی آنکھیں ہیں۔ جبڑے نمایاں ہیں۔ قدرے بڑا متوازن ناک ہے۔ چھوٹے چھوٹے سیاہ بال ہیں۔ ترچھا بھنچا ہوا دہانہ۔ اس کے بازوؤں اور ہاتھوں پر چھوٹے چھوٹے بال ہیں۔ وہ ہمیشہ گہرے رنگ کا سوٹ پہنتا ہے اور سسلی کا کسان لگتا ہے۔

وہ تیز تیز چلتا ہے اور گلی کو عبور کرتے ہوئے اپنا قدم بدلے بغیر تین میں سے دو مرتبہ فٹ پاتھ پر چڑھنے کے لئے قدرے اچھلتا ہے۔ وہ اکثر کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ وہ موڑ کاٹ کر بھی گاڑی کا اشارہ بند کرنا بھول جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ ننگے سر ہوتا ہے۔ دیکھنے میں پڑھا لکھا لگتا ہے۔

۴

تارو کی گنتی درست تھی۔ ڈاکٹر ان حالات سے بخوبی واقف تھا جو گھمبیر ہوتے جارہے تھے، قلی کے جسم کو دوسروں سے علیحدہ کر کے اس نے رچرڈ سے یہ پوچھنے کے لئے ٹیلیفون کیا کہ وہ چوہوں کے بخار کا کیا علاج کر رہا تھا۔

"مجھے اس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا" رچرڈ نے جواب دیا "دو اموات واقعہ ہو چکی ہیں، ایک اڑتالیس گھنٹے میں اور دوسری تین دنوں میں۔ اور دوسرے مریض میں صحت یابی کے آثار نظر آنے لگے تھے جب میں دوسرے دن اس کا معائنہ کرنے گیا تھا"

"اگر آپ کے پاس ایسے کیس اور آئیں تو مجھے اس کی اطلاع دیں" ریو نے کہا۔ اس نے اپنے دوسرے رفقا کار کو بھی ٹیلیفون کیا۔ اس طرح کی پوچھ گچھ سے چند دنوں میں اسے ایسے بیس کے قریب کیس ملے۔ تقریباً سارے فوت ہو گئے تھے۔ اس نے رچرڈ کو مشورہ دیا، جو مقامی میڈیکل ایسوسی ایشن کا صدر تھا کہ ایسے نئے مریضوں کو جداگانہ وارڈ میں رکھا جائے۔

"معاف کرنا، میں اس بارے میں کچھ نہیں کرسکتا، اس بارے میں پریفیکٹیور کے احکام ضروری ہیں، بہر کیف تم کس بنا پر کہہ رہے ہو کہ اس کے پھیلنے کا اندیشہ ہے؟"

"کوئی خاص وجہ نہیں لیکن اس کے آثار کافی چونکا دینے والے ہیں۔" رچرڈ نے اعائدہ کیا کہ یہ اقدام اس کے اختیار سے باہر تھے، وہ زیادہ سے زیادہ یہ معاملہ پریفیکٹیور تک پہنچا سکتا تھا۔

ابھی یہ مذاکرات ہو رہے تھے کہ موسم خراب ہونے لگا، کونسیر کی موت کے اگلے دن آسمان ابر آلود تھا اور شہر میں موسلادھار بارش ہوئی۔ اور موسلا دھار بارش کے بعد سانس گھونٹ دینے والی گرمی کا اضافہ ہوا تھا، سمندر کا منظر بھی بدل چکا تھا، اس دھندلے آسمان کے نیچے یہ چاندنی یا فولاد کی طرح چمک رہا تھا، جس کا نظارہ آنکھوں کے لئے تکلیف دہ

تھا۔ خزاں کی مرطوب گرمی نے ہر دل میں خشک گرمی کی خواہش پیدا کی تھی شہر پر، جو سطح مرتفع پر ایک رینگنے والے جانور کی طرح اکڑوں تھا اور جس کی کوئی طرف مشکل سمندر کی طرف کھلتی تھی، ایک طرح کی بے دلی چھانے لگی تھی۔۔ بھدی دیواروں، دریچوں اور گرد آلود شیشوں کے درمیان چلتے ہوئے یا گندے زرد راستوں پر سفر کرتے ہوئے یہ محسوس ہوتا تھا جیسے سب آسماں کے قیدی بن چکے تھے۔ صرف ریو کا بوڑھا دمے کا مریض ہی تھا جو اپنی .بیماری کی وجہ سے اس موسم سے خوش تھا۔

"یہ تمہیں پکا کے رکھ دیتا ہے' اور یہ دمہ کے لئے اچھا ہے" وہ کہتا،" بے شک یہ تمہیں پکا دیتا ہے لیکن بالکل ایک بخار کی طرح ---------- بے شک شہر کو بخار چڑھا ہوا ہے"۔ ڈاکٹر ریو اس تاثر کو اپنے ذہن سے نہ جھٹک سکا جب وہ فیدہرب نامی گلی میں کوتار کی خودکشی کی کوشش کے بارے میں انکوائری کرنے جا رہا تھا۔ یہ تاثر غیر عقلی تھا، درحقیقت وہ خود تسلیم کرتا تھا کہ یہ مناسب وقت تھا کہ وہ اپنے خیالات میں ٹھہراؤ پیدا کرے۔

اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد اس نے دیکھا کہ ابھی تک انسپکٹر پولیس نہیں پہنچا تھا۔ گراند نے، جو اسے لفٹ کے جنگلے میں ملا تھا، مشورہ دیا کہ اس کا یہاں انتظار کیا جائے اور اس دوران دروازہ کھلا رکھا جائے۔ اس میونسپل کلرک کے پاس صرف دو کمرے تھے جن میں بہت کم فرنیچر تھا، صرف لکڑی کا ایک ریک تھا جس پر دو یا تین لغتیں رکھی ہوئی تھیں اور اس کے علاوہ ایک بلیک بورڈ تھا جس پر دو بجھتے ہوئے حرف لکھے ہوئے تھے، "پھول .بھرا راستہ" گراند کے مطابق کوتار نے رات بھر پرسکون رہا تھا لیکن اس صبح جب وہ بیدار ہوا تو اس کے سر میں درد تھا اور کسی ردعمل سے عاری تھا، گراند تھکا ہوا اور مضطرب تھا۔ وہ کمرے میں ٹہلتا رہا، میز پر ایک موٹی سی کاپی رکھی تھی جو کسی دستاویز کے کاغذات سے ٹھسی ہوئی تھی۔

اس دوران اس نے ڈاکٹر کو بتایا کہ وہ کوتار کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا، اس کی معیشت کے ذرائع محدود تھے۔ کوتار ایک عجیب و غریب آدمی تھا۔ کافی عرصہ تک اس کے تعلقات سیڑھیوں پر سلام تک محدود تھے۔

"میں نے اس سے دو مرتبہ بات چیت کی تھی۔ ایک دن میں سیڑھیوں پر رنگ دار چاکوں کا ڈبہ لا رہا تھا۔ وہ سرخ اور نیلے رنگ کے چاک تھے جو نیچے گر گئے تھے تھیں

اٹھانے میں اس نے میری مدد کی' اس نے مجھ سے پوچھا کہ میں ان مختلف رنگوں کے چاکوں سے کیا کرنا چاہتا تھا"

گراند نے اسے بتایا کہ وہ لاطینی زبان سیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ سکول کے زمانے میں اس نے یہ زبان سیکھی تھی لیکن اس کا حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔

"ہاں" اس نے ڈاکٹر سے کہا" مجھے بتایا گیا ہے کہ لاطینی الفاظ کے معنی جاننے سے فرانسیسی الفاظ کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا جاسکتا ہے۔"

وہ اپنے بلیک بورڈ پر لاطینی کے لفظ چاک سے لکھتا تھا۔ وہ الفاظ کا ایک حصہ نیلے رنگ کے چاک سے لکھتا اور جو حصہ گردان کا ہوتا اسے سرخ رنگ کے چاک سے لکھتا۔

"میرا نہیں خیال کہ کوتار اس کو اچھی طرح سمجھتا تھا تاہم وہ اس میں بظاہر دلچسپی لے رہا تھا اور اس نے مجھ کو سرخ چاک اٹھانے کے لئے کہا جس سے مجھے حیرت ہوئی۔۔لیکن تاہم میں یہ اندازہ نہ لگا سکا کہ وہ اس سے کیا کرنے والا تھا۔

ریو نے پوچھا کہ دوسری مرتبہ گفتگو کا موضوع کیا تھا۔لیکن اس دوران پریفکٹ اپنے سیکرٹری کے ساتھ وہاں آگیا اور اس نے کہا کہ وہ گراند کا بیان سننا چاہتا تھا۔ ڈاکٹر نے یہ محسوس کیا کہ جب بھی کوتار کا ذکر آتا گراند اسے بد قسمت آدمی کہتا بلکہ ایک مرتبہ اس نے "مہلک ارادہ" کی ترکیب بھی استعمال کی۔

خودکشی کے ممکن محرکات پر بحث کرتے ہوئے گراند اپنے لفظوں کے استعمال کے انتخاب کے بارے میں مضطرب تھا۔ بلآخر اس نے "ذاتی غم" کی ترکیب پر اکتفا کیا۔

انسپکٹر نے اس پوچھا کہ کیا کوتار کے رویے میں کوئی ایسی بات تھی جس سے اس کے "ارادے" کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔؟ گراند نے کہا کہ کل اس نے میرے دروازے پر دستک دے کر ماچس مانگی تھی۔میں نے اس سے اپنی ماچس دے دی۔ اس نے یہ مجھ سے کہتے ہوئے معذرت کی کہ ہمسایوں میں ایسی بات چلتی ہے۔۔پھر اس نے مجھے یقین دہانی کرائی وہ میری ماچس واپس کردے گا۔لیکن میں نے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھو۔

انسپکٹر نے گراند سے پوچھا کہ اس نے کوتار میں کوئی غیر معمولی بات دیکھی تھی---

"مجھے جو بات عجیب لگی تھی کہ وہ ہمیشہ گفتگو کرنے کی تیاری میں ہوتا، لیکن میں ہمیشہ کام کاج میں مصروف ہوتا---------"

گراند نے مڑ کر ریو کی طرف دیکھا اور قدرے حجاب سے کہا "ایک ذاتی کام"۔
بہر کیف انسپکٹر مریض سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن ریو کا خیال تھا کہ وہ اپنے مریض کو پہلے اس ملاقات کے لئے تیار کرے۔ جب وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئے تو کوتار گرم کپڑے کی شب خوابی کی قمیض پہنے ہوئے بستر پر سیدھا بیٹھا ہوا مضطرب نگاہوں سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کیا یہ پولیس ہے؟"

"ہاں" ریو نے جواب دیا لیکن تمہیں مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں، دو تین رسمی ضابطوں کی پابندی ضروری ہے اس کے بعد تم آرام کر سکتے ہو۔"

لیکن کوتار نے کہا کہ "یہ سب کچھ غیر ضروری ہے، تاہم وہ پولیس کو پسند نہیں کرتا۔"

"میں بھی اسے پسند نہیں کرتا لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کے سوالوں کا درست اور جلدی سے جواب دیا جائے تا کہ اس معاملے کو نپٹایا جا سکے۔"

کوتار نے کچھ نہ کہا اور ریو دروازے کی طرف بڑھا۔ لیکن اس مخنے آدمی نے اسے بلایا جب وہ بستر کے قریب آیا تو اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"وہ ایک بیمار کو نہیں بلا سکتے خصوصاً اس کو جس نے خود کو پھانسی لگایا ہو، کیوں ڈاکٹر ٹھیک ہے؟"

ریو نے ایک لمحے کے لئے اس کی طرف دیکھا اور پھر اسے یقین دہانی کرائی کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی، وہ یہاں اپنے مریض کی حفاظت کے لئے تیار تھا۔ یہ سن کر کوتار مطمئن ہو گیا اور ریو انسپکٹر کو بلانے کے لئے باہر نکلا۔

کوتار کی حالت کا اندازہ لگانے کے بعد گراند سے، جو اس واقعہ کا شاہد تھا، پوچھا گیا کہ وہ اس فعل کی وجہ بتا سکتا تھا۔ اس نے پولیس انسپکٹر کی طرف دیکھے بغیر کہا "یہ ذاتی غم تھا۔ اسے بڑی اچھی طرح بیان کیا گیا ہے"۔ پولیس انسپکٹر نے اس پر دباؤ ڈالا کر کہا "کیا تم اپنا بیان دوبارہ دینا چاہو گے؟"

کوتار نے کسی قدر جذباتی ہو کر کہا، بالکل نہیں، اس کی صرف یہ خواہش ہے کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔

"میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں" انسپکٹر نے کسی قدر تلخی سے کہا" کہ تم ہی ہو جو

لوگوں کی پریشانی کا باعث ہو" ریو نے اسے اشارہ کیا کہ وہ بات کو ختم کر دے اور وہ وہیں رک گیا۔ "تمہیں علم ہے" انسپکٹر نے آہ بھر کر کہا" کہ ہمیں ان باتوں کے بارے میں بھی غور کرنا ہے جو لوگ بخار کے بارے میں کرتے ہیں۔"

اس نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ یہ معاملہ سنجیدگی کا حامل تھا، ڈاکٹر نے جواب دیا کہ اس بارے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ موسم کی وجہ سے ہوگا، انسپکٹر نے کہا یہی وجہ ہوگی۔ بیشک یہ موسم کی وجہ سے تھا۔ جونہی دن ڈھلتا جارہا تھا، معاملہ گھمبیر ہوتا جارہا تھا، اور مریض کا گھر میں معائنہ کرنے کے بعد اس کی تشویش بڑھتی جارہی تھی۔ اس شام اس کے ایک پرانے مریض کا ہمسایہ اپنے چڑے دباتا ہوا خون کی الٹیاں کرنے لگا جس کے ساتھ اسے تیز بخار تھا اور وہ ہذیان بول رہا تھا۔ اس کے غدود کو نسیبر کے غدود سے بھی زیادہ سوجے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک میں پیپ پڑ گئی تھی اور ایک گلے ہوئے پھل کی طرح پھٹا ہوا تھا، اپنے فلیٹ میں پہنچ کر ریو نے ضلع کے لئے مخصوص میڈیکل سٹور کو ٹیلی فون کیا۔ اپنی پیشہ وارانہ ڈائری میں آج کے دن کا صرف یہی اندراج کیا "منفی جواب" ۔۔۔ اسے پہلے ہی شہر کے مختلف حصوں سے اس قسم کے بیمار مریضوں کے لئے بلایا جارہا تھا۔ ظاہر تھا کہ اسے چیرا دینا ضروری تھا۔ اس پر دو صلیبی چیرے دیئے گئے اور غدود میں سے خون اور پیپ نکلنے لگی۔

مریضوں سے خون بہہ رہا تھا اور ان کے اعضاء ڈھیلے پڑے ہوئے تھے، پہلے دھبے پیٹ پر نمودار ہوتے ہیں اور پھر باقی اعضاء پر، کبھی کوئی غدود رسنا بند کر دیتے پھر ایک دم سوکھ جاتے۔ بیشتر اوقات مریض ایک خوفناک تعفن کے ساتھ مر جاتے۔

اخباروں میں چوہوں کے معاملے کو بڑھا چڑھا کر شائع کیا جارہا تھا، ان کے پاس اب کچھ اور کہنے کے لئے نہیں تھا۔ کیونکہ چوہے گلیوں میں اور انسان اپنے گھروں میں مر رہے تھے۔ اور اخبار صرف گلیوں میں مرنے والوں کا ذکر کرتے تھے۔ میونسپلٹی اور پریفیکتور کے دفاتر میں اب یہ موضوع زیر بحث آچکا تھا، جب تک ڈاکٹروں کے پاس اس قسم کے دو یا تین مریض علاج کے لئے نہ آتے تو کسی نے اس بارے میں کوئی کاروائی کرنی ضروری نہ سمجھی۔ مختصر یہ کہ کسی ایک نے اموات کی اعداد کو اکٹھا کیا جب ان کا میزان کیا گیا تو وہ پریشان کن تھا۔ چند دنوں میں اموات کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ وہ لوگ جو اس عجیب و غریب بیماری کا مشاہدہ کر رہے تھے انہیں اس کا یقین ہوگیا تھا۔ جب معاملات یہاں تک بڑھ گئے تو ریو کا رفیق کار کاسل جو عمر میں اس سے بڑا تھا اس سے ملنے آیا۔

"ظاہر ہے" اس نے ریو کو کہا" یہ کیا چیز ہے"

"میں کیمیائی تجزیے کا انتظار کر رہا ہوں'

"میں اس کے بارے میں جانتا ہوں اب مجھے تجزیے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنی ملازمت کے دوران کچھ عرصہ چین میں کام کیا ہے اور اسی طرح کے کچھ کیس پیرس میں بھی دیکھے ہیں، اس بات کو قریباً بیس برس ہو چکے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس کا نام لینا پسند نہیں کرتا تھا اس لئے کہ رائے عامہ کا تقدس بحال رکھنا چاہیئے کسی قسم کی وحشت کو ہوا دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر میرے ایک رفیق کار نے کہا، اسے ہر کوئی جانتا ہے کہ مغربی یورپ میں یہ بیماری غائب ہو چکی ہے" ہاں مردوں کے سوا تمام دنیا یہ جانتی ہے"۔ ریو چھوڑو اس بات کو تم بھی میری طرح جانتے ہو کہ یہ کیا ہے"۔

ریو سوچ میں پڑ گیا وہ اپنے مطلب کے دریچے سے باہر دیکھ رہا تھا، اس کی نگاہیں ایک اونچی چوٹی پر مرتکز تھیں جو افق پر خلیج کی گولائی کو مکمل کر رہی تھی۔ اگرچہ آسماں نیلگوں تھا اس کی مدہم روشنی سہپر کی آمد کے ساتھ معدوم ہو گئی تھی۔

"ہاں، کاسل نے جواب دیا" اس پر یقین کرنا مشکل ہے لیکن شواہد یہی ہیں کہ یہ طاعون ہے"

کاسل اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا

"تم جانتے ہو"، بوڑھے ڈاکٹر نے کہا" کہ ہمیں وہ یہ بتانے والے ہیں کہ یہ بیماری معتدل ممالک سے رخصت ہو چکی ہے"۔

"رخصت ہو چکی ہے اس لفظ کا اصل مطلب کیا ہے" ریو نے اپنے کندھے سیکڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اور یہ مت بھولو۔ اس بات کو بیس سال ہوئے کہ یہ پیرس میں بھی "

"اچھا امید کریں کہ اس وقت یہ اتنی خرابی کا باعث نہیں بنے گی جتنی اس وقت تھی۔ لیکن یہ واقعی۔۔۔۔۔۔ ناقابل یقین ہے۔"

۵

لفظ "طاعون" پہلی دفعہ پکارا گیا تھا۔ داستان کے اس مرحلہ پر جب ڈاکٹر ریو کھڑکی کے پاس کھڑا تھا، مناسب ہو گا کہ داستان گو کو اجازت دی جائے کہ وہ ڈاکٹر کی بے یقینی اور تحیر کا جواز فراہم کرے۔ کیونکہ تھوڑے بہت فرق کے سوا اس کا ردعمل بھی ہمارے شہریوں سے ملتا جلتا تھا۔ وباؤں میں ایک چیز قدرے مشترک ہوتی ہے۔ کیونکہ جب کوئی وبا آسمان سے ہمارے سروں پر آتی ہے تو اس پر یقین کرنا آسان نہیں ہوتا۔ تاریخ میں بہت سی جنگیں اور طاعون کی وبائیں رونما ہوئی ہیں۔ تاہم جنگیں اور طاعونیں ہمیشہ لوگوں کو اچانک لے لیتی ہیں۔

درحقیقت ہمارے شہریوں کی طرح ڈاکٹر ریو کو بھی اس نے اچانک میں لے لیا تھا اور اسی لئے اس کا ردعمل حقائق کی روشنی میں سمجھ آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خوف اور اعتماد کے متضاد احساسات میں بنا ہوا تھا۔ جب جنگ چھڑتی ہے، تو لوگ کہتے ہیں "یہ احمقانہ ہے، یہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہے گی۔" یہ درست ہے کہ ایک جنگ احمقانہ ہو سکتی ہے، لیکن یہ بات اسے پھیلنے سے نہیں روک سکتی۔ حماقت ہمیشہ اصرار کرتی ہے۔ اگر ہم ہمیشہ اپنے آپ میں لئے دیئے نہ رہیں، ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ اس اعتبار سے ہمارے شہری ساری دنیا کی مانند ہمیشہ اپنے آپ میں لئے دیئے رہتے ہیں، دوسرے الفاظ میں انہیں انسان دوست کہا جاسکتا ہے کہ وہ وبا پر یقین نہیں رکھتے۔ ایک وبا انسان کے اندازے کے مطابق نہیں ہوتی، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ وبا غیر حقیقی ہوتی ہے، یہ ایک بھیانک خواب ہے جو ختم ہو جائے گا، لیکن یہ ہمیشہ ختم نہیں ہوتا، اور ایک بھیانک خواب سے دوسرے بھیانک خواب کے دوران انسان گذر جاتا ہے، ان میں سب سے پہلے انسان دوست مر جاتے ہیں کہ انہوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا ہوتا۔ ہمارے شہر کے لوگ اتنے ہی قصور وار تھے، جتنے دوسرے ---- وہ انکساری بھول گئے تھے --------- بس اتنی سی بات تھی ---------- وہ یہ سمجھتے تھے کہ ابھی سب کچھ ان کے لئے ممکن تھا -------- وہ یہ سمجھتے تھے کہ وبا ناممکن ہے۔ وہ اپنے کام کاج میں مصروف رہے، سفر کی تیاریاں کرتے رہے اور اپنی آرا کا اظہار کرتے رہے۔ وہ اس طاعون

کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے، جو مستقبل کو منسوخ کر دیتی ہے، ہر طرح کے سفر اور ہر طرح کی بحث کو ختم کر دیتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو آزاد سمجھتے تھے، لیکن جب تک ایسی وبائیں ہیں کوئی بھی آزاد نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر ریو کے لئے، اپنے دوستوں کی موجودگی میں اس اعتراف کے باوجود کہ شہر کے مختلف علاقوں میں مٹھی بھر آدمی کسی پیشگی اظہار کے بغیر طاعون سے مر گئے تھے، یہ خطرہ مضحکہ خیز حد تک غیر حقیقی تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ڈاکٹر ہو تو اس کا جسمانی تکلیف کا اپنا تصور ہوتا ہے اور اس کی تخیلاتی حس کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنے شہر کو دریچے سے دیکھ رہا تھا جس میں تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی، ڈاکٹر کے دل میں مستقبل کے لئے ایک طرح کا اضطراب جنم لے رہا تھا

اس نے اس بیماری کے بارے میں جو کچھ پڑھا تھا اسے اپنے ذہن میں مجتمع کرنے کی کوشش کی۔ اسے یاد آیا اس کے ذہن میں جو اعداد و شمار تھے ان کے مطابق تیس کے قریب وبائیں پھیلی تھیں جن سے ایک سو ملین لوگ جاں بحق ہوئے تھے۔ لیکن ان ایک سو ملین لوگوں کی موت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ جب کسی نے جنگ میں حصہ لیا ہو تو اس کے لئے مردہ انسان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ جب تک انسان کو زندہ نہ دیکھا گیا ہو، مردہ انسان کا کوئی وزن نہیں ہے۔ ایک سو ملین انسانوں کی موت کا تاریخ کے ذریعے اعلان تخیل میں دھوئیں کے ایک بگولے سے زیادہ اہمیت کا مالک نہیں ہے۔ ڈاکٹر کو قسطنطنیہ کی وبا کا خیال آیا جس میں پروکوپ کے مطابق ایک دن میں دس ہزار انسان ہلاک ہوئے تھے۔ دس ہزار مردہ انسانوں کو ایک بڑے سینما گھر میں دیکھنے کے لئے پانچ گنا تماشائی آتے ہیں۔ آپ پانچ سینما گھروں کے دروازوں پر لوگوں کو مجتمع کر لیں، انہیں شہر کے چوراہے میں لے جائیں اور انہیں ڈھیروں کی صورت میں مرنے دیں، اگر آپ زیادہ وضاحت سے جاننا چاہتے ہیں تو اس گمنام ہجوم میں چند شناسا چہروں کو بھی شامل کر دیں۔ ظاہر ہے یہ کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ دس ہزار چہروں سے کون شناسا ہے؟ بہر کیف پروکوپ اور دوسرے پرانے مورخوں کے اعداد و شمار پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، سب اس بات کو جانتے ہیں۔ ستر برس ہوئے کنٹن میں آبادی میں وبا پھیلنے سے پہلے چالیس ہزار چوہے مر گئے تھے۔ لیکن ۱۸۷۱ میں چوہوں کے اعداد و شمار جمع کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں تھا۔ اس صورت میں اعداد و شمار کا اندازہ ہی لگایا جاسکتا تھا اور اس میں غلطی کا احتمال بھی تھا۔ مثال کے طور پر ایک چوہا دس انچ لمبا ہے اور اگر ۴۰ ہزار چوہوں کو ایک قطار میں رکھ دیا جائے تو یہ ایک لمبی قطار بن جائے گی۔

لیکن ڈاکٹر کافی مضطرب تھا۔ اس کا تجس بھٹکتا جارہا تھا۔ چند ایک مریض کسی وبا کی علامت نہیں ہو سکتے۔ تاہم احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں۔ لیکن جو مشاہدے میں آرہا ہے، غنودگی، گھٹلیاں، بے تحاشا پیاس، جسم پر سیاہ دھبے، اندرونی انہدام اور آخر میں۔۔۔۔۔۔اور آخر میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ جملہ ڈاکٹر ریو کے ذہن میں پھر گونجا جو طبی مینول میں ان علامتوں کی تفصیل کے بعد لکھا ہوا تھا۔ نبض پھڑکنے لگتی ہے اور ایک خفیف سی حرکت کا نتیجہ موت ہوتا ہے" ہاں "اس سب کے انجام میں ایک دھاگے کے ساتھ مریض کی جان بندھی ہوتی ہے اور چار میں سے تین شخص (یہ حقیقی تعداد تھی) ایسے تھے جو ہلکی سی جنبش بھی نہیں کرتے تھے کہ یہ دھاگا کہیں ٹوٹ نہ جائے۔

ڈاکٹر کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا، کھڑکی کے شیشے کی ایک طرف موسم بہار کا تازہ آسمان تھا اور دوسری طرف لفظ طاعون گونج رہا تھا۔ اس نے اس لفظ میں نہ صرف وہ سب کچھ تھا، جو سائنس نے اس میں شامل کیا تھا، بلکہ اس میں غیر معمولی تماشوں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ جو اس زرد اور خاکستری شہر سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ جو اس وقت ایک حد تک جاگ رہا تھا، چہل پہل کے شور و شغب کی بجائے ایک طرح کی بھنبھناہٹ بلند ہو رہی تھی، مختصر یہ کہ ایک مسرور شہر کا منظر کا تھا، کیا یہ ممکن ہے کہ بیک وقت خوشی اور غمی کی کیفیت قائم ہو؟۔ وہ سکون جو اتنا خاموش اور اتنا لاتعلق دکھائی دیتا تھا جو کسی کوشش کے بغیر وبا کی پرانی تمثالوں کو تصور میں لاتا تھا۔ ۔ ایتھنز وبا کا شکار اور پرندہ سے تہی تھا، چینی شہر خاموش دکھوں سے معمور تھے، گڑھوں میں متعفن لاشیں میں دفن کرتے ہوئے مارسئیز کے سزا یافتہ قیدی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پروینس میں عظیم دیوار تعمیر کی گئی کہ وہ وبا کی تیز آندھی کو روک سکے ۔ جافا اور اس کے غلیظ گداگر قسطنطنیہ کے ہسپتال کے راستے پر زمیں سے چمٹی ہوئی غلیظ اور بدبودار تختیاں جہاں مریضوں کو آہنی کنڈوں کے ساتھ روکا ہوا تھا، سیاہ موت کے دوران ماسک پہنے ہوئے ڈاکٹروں کا کارنیوال، میلان کے قبرستان میں مجامعت کرتے ہوئے جوڑے، لندن میں مردہ لاشوں سے بھرے ہوئے چھکڑے ۔۔۔۔۔۔۔ ہر طرف انسانی دکھ کی ازلی چیخ سے معمور شب و روز۔ اس دن کا سکون ختم کرنے کے لئے یہ سب کچھ کافی نہیں تھا۔؟ کھڑکی کے شیشے کی دوسری طرف اک دم نظر سے اوجھل ٹرام وے کی گھنٹی سنائی دی جس نے ایک لمحے کے لئے دکھ اور ظلم کی تردید کی۔ مکان کی بدوضع شطرنج کے عقب میں صرف سمندر، دنیا میں اضطراب اور پر خطرے کا شاہد تھا۔ خلیج کی طرف دیکھتے ہوئے

ڈاکٹر ریو کے ذہن میں طاعون کی وہ آگ بھڑکنے لگی جس کا ذکر لوکریش نے کیا ہے اور جسے ایتھنز کے رہنے والوں نے ساحل سمندر پر روشن کیا تھا۔ نزول شب کے بعد مردوں کو وہاں لایا جاتا، لیکن وہاں جگہ کی قلت کی وجہ سے مشعل بردار ایک دوسرے سے لڑتے کہ اپنے پیاروں کو دفن کرنے لئے جگہ حاصل کریں۔ وہ ان کی لاشوں کو لہروں کی نذر کرنے کی بجائے ایک دوسرے سے خونی جنگیں کرتے۔ ریو کے ذہن میں تاریک اور پرسکون سمندر کے پس منظر میں چتاؤں کے سرخ شعلوں کا منظر نمودار ہوا، تیرگی میں جگمگاتی ہوئی مشعلوں کی جنگ اور مراقبت میں آسماں کی طرف لہرا اور زہر آلود دھواں۔ ہاں ---------- اس بارے میں خطرے کا اظہار کیا جاسکتا ہے

۔لیکن یہ خدشات تعقل کے روبرو بے وزن ہوجاتے تھے۔ یہ درست ہے کہ لفظ "طاعون" استعمال کیا گیا تھا، یہ بھی درست ہے کہ اسی لمحے ایک دو ساعتوں میں طاعون حملہ آور ہوکر ایک یا دو آدمیوں کو ہلاک کر دیتی تھی۔ لیکن اس کو روکا جاسکتا تھا۔ ایسا کرنے کے لئے اس کو واضح طور پر تسلیم کیا جانا چاہیئے تھے جو کچھ واضح تھا۔ یعنی مبہم سایوں کو منتشر کرکے وہی کچھ کرنا چاہیئے جو لازمی تھا۔ اس کے بعد طاعون ختم ہوجائے گی کیونکہ طاعون کو تصور میں نہیں لایا جاسکتا تھا یا غلط خطوط پر اسے تصور میں لایا گیا تھا۔ اور اگر یہ رک جاتی جس کا امکان تھا تو سارے معاملہ ٹھیک ہوجاتے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو پھر اسے جان لینا چاہیئے کہ اس کو کس طرح مغلوب کیا جاسکتا تھا۔

ڈاکٹر نے کھڑکی کھولی اور شہر کا شور زیادہ بلند آہنگ ہوچکا تھا۔ ایک قریبی ورکشاپ سے بجلی کے آرا چلنے کا شور اور مختلف آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ریو نے اپنے آپ کو جھنجوڑا۔ ان تمام دنوں میں ایک طرح کا تیقن موجود تھا۔ اس کے علاوہ سب کچھ دھاگے سے معلق تھا اور ایک معمولی سی جنبش سے اسے روکا نہیں جاسکتا۔ ضروری بات یہ تھی کہ ہمیں اپنا کام بھرپور طریقے سے کرنا تھا۔

٦

ڈاکٹر کی سوچ ابھی یہاں تک ہی پہنچی تھی کہ میونسپلٹی کے ملازم جوزف گراند کی آمد کا اعلان کیا گیا۔ وہ میونسپلٹی کے دفتر میں متفرق کام سرانجام دیتا تھا، کبھی وہ شماریات کے شعبے میں کام کرتا جہاں وہ شہری زندگی سے متعلق اعداد وشمار جمع کرتا تھا۔ اب اس کا کام مردوں کی گنتی میں اضافہ کرنا تھا۔ کیونکہ وہ فرض شناس تھا اس لئے وہ ازخود ان اعداد کی ایک نقل ریو کے پاس لایا تھا۔

ڈاکٹر کوتار اور اس کا ہمسایہ گراند کے ساتھ جلدی سے اندر داخل ہوا۔ میونسپلٹی کا یہ کلرک ایک کاغذ لہرا رہا تھا۔

"ڈاکٹر موت کے اعداد میں اضافہ ہوا ہے، ۴۸ گھنٹوں میں ۱۱ فوت ہوئے ہیں" اس نے اعلان کیا۔

ریو نے کوتار سے وضاحت کرتے ہوئے پوچھا کہ وہ اب کیسا محسوس کر رہا تھا۔ گراند نے وضاحت کی کہ کوتار ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا اور ساتھ معذرت بھی کہ وہ اسے وقت بے وقت تکلیف دیتا رہا تھا۔ لیکن ریو کی نگاہیں اعداد وشمار کے کاغذ پر مرکوز تھیں

"آؤ چلیں" ریو نے کہا "اب شاید اس بیماری کو اس کے اصل نام سے پکارا جائے۔ ابھی تک ہم اسے مسترد کرتے رہے ہیں، میرے ساتھ چلو مجھے لیبارٹری میں جانا ہے

"ہاں ہاں" گراند نے ڈاکٹر کے پیچھے سیڑھیاں اترتے ہوئے جواب دیا۔ "چیزوں کو ان کے نام سے پکارنا چاہیئے۔ لیکن اس کا کیا نام لینا چاہیئے؟ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن یہ جان کر تمہیں کیا ملے گا؟"

"بہرکیف یہ اتنا آسان نہیں ہے" میونسپلٹی کے ملازم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں پلاس دی آرام کی طرف قدم اٹھانے لگے، کوتار خاموش رہا۔ گلی میں ہجوم کا اضافہ

ہو رہا تھا۔ ہمارے شہر کا گریز پا دھندلکا رات کو جگہ دے رہا تھا اور شفاف افق پر رات کا پہلا ستارا جگمگانے لگا تھا۔ کچھ لمحوں کے بعد گلی کے لیمپ روشن ہوئے، آسمان او جھل ہو گیا، اور گلی میں آوازوں کا شور بلند ہونے لگا تھا۔

"مجھے اجازت ہے" پلاس دی آرام کے ایک گوشے میں گراند نے کہا "میرا خیال ہے مجھے اپنی ٹرام پکڑنی چاہیئے۔ میری شامیں آلائش سے پاک ہیں، جیسا کہ میرے ملک میں یہ کہا جاتا ہے" کام کو کل پر نہیں ڈالنا چاہیئے۔"

ریو نے پہلے بھی یہ محسوس کیا تھا کہ گراند ہمیشہ اپنے ملک کا کوئی نہ کوئی محاورہ بولنے کا موقعہ پیدا کرلیتا تھا۔ (وہ مونٹیلیمار کا رہنے والا تھا) اور بعد میں کوئی بوسیدہ سا جملہ جیسے خوابوں کا وقت یا ایک تصور جتنا خوبصورت بولتا، "ہاں" "یہ درست ہے گراند کہتا" رات کے کھانے کے بعد اپنے گھر سے باہر نکلنا ناممکن ہے"

ریو نے گراند سے پوچھا کہ وہ میونسپلٹی میں کام کرتا تھا۔ گراند نے کہا "نہیں" وہ اپنے طور پر کام کر رہا تھا۔

"واقعی" ریو نے سلسلہ کلام کو جاری رکھنے کے لئے کہا "تمہارا کام ٹھیک چل رہا ہے؟

"بہت سے سالوں سے میں ضرورت کے تحت کام کر رہا ہوں۔ ایک اعتبار سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس میں زیادہ پیش رفت نہیں ہوئی۔"

"لیکن تم کیا کر رہے ہو؟" ڈاکٹر نے رکتے ہوئے پوچھا۔

اپنے بڑے بڑے کانوں پر ہیٹ کھینچتے ہوئے گراند منہ میں کچھ بڑبڑایا۔ ریو صرف اتنا مبہم طور پر سمجھ سکا کہ گراند کا کام شخصیت کی نشوونما "متعلق تھا۔ میونسپلٹی کا اہلکار وہاں سے جاچکا تھا اور بولیوار دی مارین کی طرف انجیر کے درختوں کے نیچے وہ تیز تیز قدموں سے چلنے لگا۔ لیبارٹری کی دہلیز پر پہنچ کر گراند نے ڈاکٹر سے کہا کہ وہ اس سے کچھ مشورہ کرنا چاہتا تھا۔ ریو جو اپنی انگلیوں سے جیب میں اعداد و شمار کے کاغذ کے ساتھ کھیل رہا تھا اسے اپنے مطب میں آنے کے لئے کہا پھر اس نے اپنا ارادہ بدل کر کہا کہ کل وہ پچھلے پہر اس کے علاقے میں ہوگا اور اسے ملنے آجائے گا۔ کوتار سے جدا ہونے کے بعد ڈاکٹر نے محسوس کیا۔ کہ وہ گراند کے بارے میں سوچ رہا تھا، وہ اس طاعون کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اس موجودہ وبا کی طرح غالباً اتنی تشویشناک تھی بلکہ تاریخ کی عظیم وباؤں کی طرح تھی۔"

وہ اس قسم کے آدمیوں کی طرح تھا جو اس طرح کی صورتحال میں ہمیشہ محفوظ رہتا ہے۔ ریو کو یاد آیا کہ اس نے کہیں پڑھا تھا کہ طاعون سے نحیف محفوظ رہتے ہیں جبکہ یہ صحت مندوں پر حملہ آور ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے ڈاکٹر کا خیال تھا کہ وہ ایک حد تک پراسرار شخص تھا۔

پہلی نگاہ میں گراند کسی خصوصیت کا حامل دکھائی نہیں تھا، وہ میونسپلٹی کا ایک چھوٹا سا ملازم تھا۔ طویل قامت اور دبلا پتلا کھلے کپڑوں میں وہ یوں لگتا ھے جیسے ان میں گم ہو گیا تھا، وہ یہ کپڑے اس خیال سے پہنتا کہ یہ زیادہ دیر تک زیر استعمال رہیں گے۔ اگرچہ اس کے اوپر کے جبڑے میں تمام دانت موجود تھے لیکن نچلے جبڑے کے دانت گرے ہوئے تھے۔ جب ہنستے ہوئے اس کا اوپر کا ہونٹ اٹھتا تو نچلا ہونٹ اپنی جگہ قائم رہتا اور اس کا دہانہ ایک سیاہ گڑھے کی طرح دکھائی دیتا۔ اس کی اس تصویر میں یہ اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ ایک شرمیلے پادری کی طرح دروازوں اور دیواروں کے ساتھ گھستا ہوا چلتا اور اس سے تمباکو اور تہہ خانوں کی بو آتی، غرض یہ کہ وہ ہر طرح سے غیر اہم تھا۔

بیشک، اس کی شخصیت کو تصور میں لانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ اسے ایک ڈیسک پر جھکا ہوا دیکھا جائے۔ کہ وہ شہر کے حماموں پر ترمیم شدہ ٹیکسوں کا حساب کر رہا ہے، انہیں جمع کر رہا ہے یا کسی جونیئر سیکرٹری کی رپورٹ صفائی پر عائد کردہ ٹیکس کے بارے میں مواد مرتب کر رہا ہے۔ یہ جو شخص اسے نہیں جانتا تھا اس کے لئے وہ اسسٹنٹ میونسپل کلرک کے محتاط اور ضروری فرائض ادا کرنے کے لئے پیدا ہوا تھا جس کی تنخواہ ۶۲ فرانک اور ۳۰ سا تیم روزانہ تھی۔

وہ درحقیقت ٹاؤن ہال کے سٹاف رجسٹر کے کالم میں ہر ماہ کوالیفکیشن محاذ کے خانے میں یہ اندراج کرتا تھا۔ ۲۰ سال پہلے وہ میٹرک کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے بعد، مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے آگے نہیں پڑھ سکا تھا، اس آسامی پر اس کی عارضی تعیناتی کی گئی تھی اور اسے توقع تھی کہ اسے جلد ہی اس آسامی پر مستقل کر دیا جائے گا۔ یہ ہمارے شہر کی انتظامیہ کے پیدا کردہ نازک مسائل سے عہدہ برآ ہونے کا مسئلہ تھا۔ اسے یقین دلایا گیا تھا کہ مستقل ہونے کے بعد اسے اس گریڈ میں ترقی دی جائے گی جہاں وہ آرام سے زندگی بسر کر سکتا تھا۔ بیشک ترقی کی خواہش ہی صرف جوزف گراند کے لئے مہمیز کا کام کرتی، وہ ایک طرح کے عدم تحفظ کا احساس لئے غم آلودہ طریقے سے مسکراتا ہوا قسمیں کھاتا۔ اس کی

صرف یہ تمنا تھی کہ وہ دیانت دارانہ کام کے ذریعے ایک خوشحال زندگی پا سکے کہ وہ فارغ وقت اپنے مشاغل کے لئے وقف کر سکے۔ اسے جب یہ آسامی پیش کی گئی تھی تو اس نے اپنے قابل تعظیم مقاصد اور آدرش سے وابستگی کی بدولت اسے قبول کیا تھا۔ کافی دیر تک یہ عارضی صورتحال چلتی رہی اور گرانی سے اشیاء کی قیمتیں غیر موزوں حد سے بڑھ گئیں اور گراند کی تنخواہ کچھ اضافے کے باوجود مضحکہ خیز تھی۔ اس بات کا صرف ریو کو پتہ تھا۔ ملازمت کے آغاز میں جو یقین دہانیاں اس سے کی گئی تھیں، اگرچہ ان پر اس کا حق نہیں تھا، تاہم ان کی طرف وہ سرکاری سطح پر توجہ دلا سکتا تھا۔ لیکن یہ امر مانع تھا کہ محکمے کے جس سربراہ نے اس سے وعدہ کیا تھا وہ مر چکا تھا، مزید برآں گراند کو اب وہ شرائط بھی یاد نہیں تھیں۔ اس میں گراند کی اپج یا اس کے آثار موجود تھے۔ وہ یقیناً اپنے حقوق کی طرف جن کے بارے میں وہ یقینی نہیں تھا، یا کم سے کم ان وعدوں کی طرف حکام کی توجہ مبذول کرا سکتا تھا جو ابتدا کی ملازمت میں اس کے ساتھ کیئے گئے تھے۔ لیکن امر مانع یہ تھا کہ اس کا افسر کچھ عرصہ ہوا فوت ہو چکا تھا اور مزید برآں یہ کہ گراند کو محکمہ کی شرائط بھی اب اچھی طرح یاد نہیں تھیں۔ سب سے آخر میں اصل مشکل یہ تھی کہ جوزف گراند کے پاس اس کے اظہار کے لئے مناسب الفاظ نہیں تھے۔

ریو کا مشاہدہ تھا کہ یہ خصوصیت ہمارے قابل عزت شہریوں کی شخصیت کی کلید تھی۔ اور اسی باعث ابھی تک نیم احتجاجی مراسلہ قلمبند نہیں کر سکا تھا جو اس کے ذہن میں تھا یا وہ اقدام لے سکتا تھا جو اس صورتحال کا تقاضا تھا۔ اس کے مطابق، اسے حقوق کے بارے میں گفتگو کرنے سے نفرت تھی، یہ وہ لفظ تھا جس پر وہ رک جاتا تھا اور اس کا یہی رویہ "وعدوں" کے بارے میں تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے حق کا مطالبہ کر رہا تھا جو یہ اس بے باکی کی علامت تھی جو اس کی معمولی ملازمت سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ اس کے برعکس وہ آپ کی عنایت، شکریہ بلکہ التجا، وغیرہ کے الفاظ لکھنے سے گریز کرتا ہے جو اس کے خیال میں اس کی شخصی عزت، سے ہم آہنگ نہیں تھے۔ چنانچہ مناسب الفاظ دستیاب نہ ہونے کی بنا پر وہ قلیل تنخواہ پر غیر اہم فرائض ادا کرتا کرتا ایک حد تک بوڑھا ہو گیا تھا۔ اس نے ڈاکٹر ریو کو اس بارے میں بتایا تھا۔ کافی طویل تجربے کے بعد اس نے یہ محسوس کیا تھا کہ وہ اپنے ذرائع میں رہ کر زندگی بسر کر سکتا تھا۔۔ اس نے صرف اپنی ضروریات کو اپنی آمدنی سے ہم آہنگ کیا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ وہ ہمارے شہر کے ممبر "جو ایک بہت بڑا تاجر

تھا، کے اس قول کی دانش کی تصدیق کرتا تھا کہ کوئی شخص بھوک سے کبھی جاں بحق نہیں ہوتا، وہ یہ بات بڑے اصرار سے کہتا اور یہی اس کے استدلال کی بنیاد تھی۔ ہر اعتبار سے گراند کی زندگی جو نیم راہبانہ تھی ہر قسم کے تفکرات سے آزاد تھی۔ وہ اپنے اظہار کے لئے الفاظ کا متلاشی تھا۔ ایک اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ زندگی مثالی تھی۔ وہ ہمارے شہر میں اس طرح کے نایاب آدمیوں میں سے ایک تھا جو اپنے نیک جذبات کی پاسداری کا حوصلہ رکھتے تھے جو کچھ اس نے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کہا تھا۔ وہ اس کے اچھے عوامل اور محبت کی صلاحیت کی تصدیق کرتے تھے، یہ بات ہمارے عہد میں نایاب تھی۔ اسے اس اعتراف میں کوئی حجاب نہیں تھا کہ وہ اپنے بھتیجوں اور بہن سے محبت کرتا ہے۔ جو اس کے واحد زندہ رشتہ دار تھے اور جن سے ملنے کے لئے ہر سال وہ فرانس جایا کرتا تھا۔ وہ یہ تسلیم کرتا تھا کہ اس کے والدین جو بچپن میں فوت ہو گئے، ان کی یاد اس کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتا تھا کہ اسے اپنے علاقے کے گرجے کی گھنٹی سے محبت تھی جو پانچ بجے شام بڑے مدھر طریقے سے بجتی تھی۔ لیکن اس قسم کے سادہ جذبات کے اظہار میں اسے بہت کوشش کرنا پڑتی تھی۔ چنانچہ اس باعث وہ بہت متفکر رہتا۔ "آہ ڈاکٹر" وہ کہنے لگا "میں اپنے اظہار کا طریقہ کس طرح سیکھوں گا۔" اور جب بھی وہ ڈاکٹر کو ملتا یہی بات کہتا۔

اس شام ڈاکٹر نے جب گراند کو دیکھا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ جو کچھ پیش آرہا تھا وہ اس بارے میں ایک کتاب لکھ رہا تھا۔ عجیب بات ہے کہ جب وہ لیبارٹری میں گیا تو اس بات نے ریو کی یقین دہانی کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ یہ خیال محض حماقت تھی لیکن اسے یقین نہیں آتا تھا کہ ہمارے شہر میں طاعون نے قدم جما لئے تھے جہاں درمیانے درجے کے اہلکار عجیب و غریب عادات اختیار کر رہے تھے۔ مختصر یہ کہ طاعون کے دوران وہ اس قسم کی بوالعجبیوں کو تصور میں بھی نہیں لا سکتا تھا۔

اس کا اندازہ تھا کہ ہمارے شہریوں میں طاعون پھیل نہیں سکتی تھی۔

۷

اگلے دن ریو کے اصرار پر، جو اکثر کے نزدیک بے موقع تھا، حکام نے پرفیکتور کے دفتر میں صحت کمیٹی کا اجلاس منعقد کیا۔
"یہ درست ہے کہ لوگ مضطرب ہیں" ریو نے اعتراف کیا "بیشک ہر طرح کی افواہیں گشت کر رہی ہیں۔ پریفکٹ نے مجھے کہا ہے "اگر تم چاہتے ہو تو جلد ہی اقدام کر لو لیکن خاموشی کے ساتھ" وہ ذاتی طور پر جانتا تھا کہ خطرے کا یہ اعلان جھوٹا تھا۔
برنار ریو نے کاسل کو پریفکٹ کے دفتر تک پہنچانے کے لئے اپنی کار میں لفٹ دی تھی۔
"تمہیں علم ہے کہ محکمہ کے پاس سیرم نہیں ہے" اس نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔
"مجھے علم ہے۔ میں نے محکمے کو ٹیلی فون کیا تھا۔ ڈائریکٹر کافی پریشان ہو گیا تھا۔ اسے پیرس سے منگوایا جانا تھا۔۔"
"میرا نہیں خیال کہ اس میں کافی وقت لگے گا۔"
"میں نے پہلے ہی تار دے دیا ہے" ریو نے جواب دیا۔
پریفکٹ کا رویہ دوستانہ تھا لیکن وہ پریشان تھا۔
"حضرات، بات شروع کریں" اس نے کہا "میں اس صورتحال کا جائزہ لوں؟"
رچرڈ کے خیال میں اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ڈاکٹروں کو اس صورتحال کا احساس تھا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ کون سے ضروری اقدام لئے جائیں۔
"سوال یہ ہے" بوڑھے کاسل نے بے رحمی سے کہا "یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ واقعی طاعون ہے یا نہیں۔"
موجود ڈاکٹروں میں سے دو یا تین نے اس بات پر احتجاج کیا۔ دوسرے تذبذب کا شکار تھے۔ جہاں تک پریفکٹ کا تعلق تھا وہ تیزی سے آگے بڑھا اور میکانکی طریقے سے دروازے کی طرف یہ تصدیق کرنے گیا کہ اس اہم سوال کو غلام گردش میں کسی نے

تو نہیں سنا۔ رچرڈ کی رائے میں اس کے بارے میں جذباتی نہیں ہونا چاہیئے۔ سردست یہی کہا جاسکتا تھا کہ ہمارا سابقہ ایک غیر معمولی بخار سے ہے جس کی پیچیدگی غیر متوقع تھی، کیونکہ زندگی کی طرح سائنس میں بھی مفروضے قائم کرنا خطرے کا باعث ہوتا ہے۔ "بوڑھا کاسل پرسکون طریقے سے اپنی زرد مونچھیں چبا رہا تھا، وہ زرد مائل آنکھوں سے ریو کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے مشفقانہ نگاہوں سے کمیٹی کے دوسرے ممبران کی طرف دیکھا اور کہا کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ طاعون تھی۔ اور اگر سرکاری طور پر اس کا اعتراف کیا گیا تو انتظامیہ کو انتہائی اقدام لینے ہونگے۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کانفرنس میں شریک اس کے ساتھیوں کے لئے ان حقائق سے روبرو ہونا مشکل تھا، وہ ان کے سکون قلب کے لئے کہنے کو تیار تھا کہ یہ طاعون نہیں تھی۔ پریفکٹ مضطرب دکھائی دیتا تھا، اس نے کہا ہر حالت میں استدلال کا یہ انداز موزوں نہیں تھا۔

"اہم بات" کاسل نے کہا" یہ نہیں کہ استدلال کا یہ انداز اچھا نہیں ہے بلکہ یہ ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے" ریو خاموش رہا لیکن اس کی رائے طلب کی گئی

"یہ ٹائیفائیڈ سے ملتا جلتا بخار ہے لیکن اس کے ساتھ قے آتی ہے اور آبلے نمودار ہوتے ہیں۔ میں نے ان آبلوں پر جراحی کی ہے اور انہیں تجزیے کے لئے بھیجا ہے اور لیبارٹی اسسٹنٹ کی رائے میں اس میں طاعون کے جراثیم معلوم ہوتے ہیں جو طاعون کی کلاسیکی تشریح کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔؟

رچرڈ نے نشان دہی کی کہ اس صورتحال میں ہچکچاہٹ حق بجانب تھی اور گزشتہ چند دنوں سے جو تجزیے کئے جارہے تھے ان کے نتائج کے اعداد و شمار کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

جب ایک میکروب" مختصر خاموشی کے بعد تین دنوں میں چوہے کو چارگنا بڑھا دیتا ہے اور جھلی دار آبلہ، پھول کر ایک سنگترے کے برابر ہوجاتا ہے تو انفیکشن بتدریج بڑھتی جارہی ہوتی ہے۔ بیماری جس طرح پھیل رہی ہے اگر اس کی مدافعت نہ کی گئی تو دو ماہ میں شہر کی آدھی آبادی کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔ اس کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ سرکاری طور پر طاعون کا اعلان کیا جائے۔۔۔"؟

"اگر ہم اس کا اعتراف نہ کریں" ریو نے کہا" تو شہر کی آدھی آبادی کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہے۔"

رچرڈ کا خیال تھا کہ اس کا صرف تاریک پہلو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ

ابھی تک اس وبا کا متعدی ہونا ثابت نہیں ہوا کہ مریضوں کے والدین ابھی تک اس سے محفوظ ہیں

"لیکن دوسرے مر گئے ہیں "ریو نے کہا "بیشک کسی بیماری کے بارے میں حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ متعدی ہے اس کے لئے لاتعداد اعداد و شمار اور مرنے والوں کی تعداد کا جاننا ضروری ہے ۔ اس کا تاریک پہلو دیکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ حفاظتی اقدام لینے کی ضرورت ہے"

.بہرکیف رچرڈ نے پھر صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے کہا کہ اس وبا کو روکنے کی ضرورت ہے' اگر یہ اپنے طور پر نہیں رکتی تو قانون کے مطابق سخت حفاظتی اقدام لینے کی ضرورت ہے ۔ ایسا کرنے کے لئے سرکاری سطح پر اس کے طاعون ہونے کا اعلان کرنا ضروری ہے ۔ کیونکہ اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا اس لئے سوچنے کی ضرورت ہے

"ریو نے کہا "سوال یہ نہیں ہے کہ قانون کے بتائے ہوئے اقدام سخت ہیں مسئلہ یہ ہے کہ آدھی آبادی کو ہلاکت سے .بچایا جائے ۔ باقی باتیں انتظامی معاملات ہیں اور ہمارے اداروں میں پریفکٹ کا دفتر ایسے معاملات کی درستی کے لئے موجود ہے ۔

"بے شک "پریفکٹ نے کہا" مجھے تمہاری ضرورت ہے کہ تم سرکاری طور پر اعلان کرو کہ یہ طاعون ہے"

"اگر ہم اسے تسلیم نہیں کرتے تو شہر کی آدھی آبادی ہلاک ہو جائے گی "رچرڈ نے کہا"

رچرڈ نے کسی قدر اضطراب کے ساتھ مداخلت کی ۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ اس اجلاس کے شرکاء کے خیال میں یہ طاعون ہے ۔ اس .بیماری کی علامتیں اس کا ثبوت ہیں۔"

"ریو نے جواب دیا کہ اس نے .بیماری کی علامات .بیان نہیں کیں۔" "میں نے جو کچھ دیکھا ہے صرف اسے .بیان کیا ہے' یہ آبلے تھے' دھبے تھے اور ہذیانی .بخار تھا جو ۴۸ گھنٹوں میں مہلک ثابت ہو سکتا ہے ۔ اور کیا رچرڈ یہ ذمہ داری لیتا ہے کہ حفاظتی تدابیر کے بغیر وباء ختم ہو جائے گی ۔؟

رچرڈ نے ہچکچاہٹ کے ساتھ ریو کی طرف دیکھا۔

"مجھے سچ سچ اپنی رائے بتاؤ، کیا تم یقین سے کہہ سکتے ہو کہ یہ طاعون ہے؟
"تم نے مسئلہ صحیح طریقے سے نہیں اٹھایا۔ یہ مسئلہ لفظوں کا نہیں ہے، وقت کا ہے۔۔۔۔"
پریفکٹ نے کہا" تمہارے خیال میں اگر یہ طاعون نہیں ہے تو بھی حفاظتی تدابیر فوراً اختیار کرنی چاہیں"۔؟
"اگر تمہارا اصرار ہے کہ میرا اس بارے میں کیا خیال ہے۔یہ بڑا واضح ہے"۔
ڈاکٹروں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا اور رچرڈ نے بات کو انجام تک پہنچایا۔
"یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس طرح یہ ذمہ داری قبول کرنی چاہیئے، جیسے وباء پھیل چکی ہے۔"
اس حل کو گرم جوشی سے سب نے قبول کیا۔
"دوستو، تم لوگوں کی بھی یہی رائے ہے" رچرڈ نے پوچھا۔
"مجھے اس حل سے فرق نہیں پڑتا" ریو نے کہا" کہ اس کے لئے کونسا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں یہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے جیسے یہ بیماری پھیلنے والی نہیں ہے اور آدھی آبادی کے مرنے کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ اور ایسا ہو جائے گا۔
اس احتجاج کے دوران ریو وہاں سے چلا گیا۔ کچھ لمحے بعد مضافات میں گذرتے ہوئے اسے مچھلی اور پیشاب کی بو آنے لگی، ایک عورت موت کے عذاب میں چیختی ہوئی اس کی طرف بڑھی اس کی بغلوں سے لہو بہہ رہا تھا۔

۸

کانفرنس سے اگلے دن بخار نے ایک اور جست لگائی، اخبار میں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا لیکن غیر اہم طریقے سے، تاہم اس میں کچھ اشارے بھی کئے گئے تھے۔ اگلے دن ریو نے شہر کے غیر اہم علاقوں میں چھوٹے چھوٹے اشتہار پڑھے جو پر وفیکتور نے شہر کے غیر اہم مقامات پر جلدی سے چسپاں کرائے تھے۔ ان اشتہارات کو پھاڑنا ممکن نہیں تھا کیونکہ یہ اس صورتحال کا ثبوت تھے جس سے حکام روبرو تھے۔ یہ اقدام اتنے سخت نہیں تھے یوں لگتا تھا کہ رائے عامہ کو مضطرب نہ کرنے کے لئے بہت کچھ قربان کیا گیا تھا۔ چند قیدیوں کے انخلا کا اعلان گیا تھا درحقیقت ایک خوفناک بخار میں مبتلا مریض، جس کے متعدی ہونے کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا، اور اس میں پائے گے۔ ان میں ابھی وہ علامتیں نمودار نہیں ہوئی تھیں جو حقیقی طور پر اضطراب کا باعث بنیں تاہم لوگوں نے اپنے مزاج کو برقرار رکھا۔ پر وفیکتور نے دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے، جیسے سب جانتے تھے، ضرورت کے مطابق چند حفاظتی اقدام لئے جن کا مقصد وبا کی یلغار کو مکمل طور پر روکنا تھا۔

نتیجے کے طور پر پریفکٹ کو کوئی شک و شبہ نہیں تھا کہ اس کی انتظامیہ نے ذاتی مساعی سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر تعاون کیا تھا۔

اس اشتہار میں ان تمام تدابیر کا اعلان کیا گیا تھا جن میں سے گندے نالوں میں زہریلی گیس کے دخول کے ذریعے چوہوں کا قلع قمع کیا جانا اور پانی کی سپلائی کے نظام کی سخت نگرانی شامل تھی۔ حکام نے شہریوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ انتہائی صفائی سے کام لیں اور جسے اپنے بدن پر پسو نظر آئیں وہ میونسپل ڈسپنسری میں جائے، اس کے علاوہ اہل خانہ کے لئے یہ لازم قرار دیا گیا کہ جب ڈاکٹر کسی قسم کے بخار کی تشخیص کرے تو مریض کو ہسپتال میں علیحدگی کے وارڈ میں منتقل کیا جائے۔ ان وارڈوں میں کم سے کم وقت میں مریضوں کی زیادہ سے زیادہ بحالی کا انتظام کیا گیا تھا۔ یہاں مریض کے کمرے، اور وہ گاڑی جس میں اسے

لایا جاتا تھا کو جراثیم کش ادویات سے صاف کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ پریفکٹ نے یہ مشورہ دیا تھا کہ جو مریض کے قریب رہتے ہیں وہ بھی سینٹری انسپکٹر سے مشورہ کریں اور اس کی ہدایت پر عمل کریں۔

ڈاکٹر ریو اشتہار پڑھنے کے بعد تیزی سے مڑا اور اپنے مطب کی راہ لی، جوزف گراندس کا منتظر تھا اسے اندر آتے ہوئے دیکھ کر اس نے اپنا بازو اٹھایا

"ہاں" ڈاکٹر ریو نے کہا" مجھے علم ہے کہ اعداد و شمار میں اضافہ ہو رہا ہے، شہر میں ایک درجن کے قریب لوگ جاں بحق ہو چکے تھے" ،ڈاکٹر نے گراند کو کہا کہ وہ شام کو اسے ملے گا کیونکہ اسے کوتار کا معائنہ کرنا تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو، گراند نے کہا" تمہارے ملنے سے وہ بہتر محسوس کرے گا، درحقیقت اس میں کافی تبدیلی آچکی ہے"

"کس طرح؟"

"وہ اب زیادہ خلیق ہے"۔

"کیا وہ اس سے پہلے ایسا نہیں تھا؟

گراند جواب دینے سے ہچکچایا وہ یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ کوتار خلیق نہیں تھا۔ یہ کہنا موزوں نہیں تھا۔ کوتار ایک خاموش طبع شخص تھا اور اس میں کوئی ایسی بات تھی جس سے وہ جنگلی سور لگتا ہو۔ اس کا رہائشی کمرہ ایک معمولی سے ریستوران میں تھا۔ اس کی آمدورفت، کافی پر اسرار تھی۔ یہ کوتار کی کل زندگی تھی۔ وہ اپنے آپ کو شراب اور الکوہل کا سوداگر کہتا تھا۔ اکثر اوقات اس کو ملنے کے لئے دو یا تین آدمی آتے جو غالباً اس کے گاہک ہوتے۔ کبھی کبھار وہ سینما دیکھنے چلا جاتا جو اس کے گھر کے سامنے تھا۔ سینما کے ملازم نے بتایا کہ کوتار ڈاکوؤں کی فلم دیکھنے کو ترجیح دیتا تھا لیکن جو بات اسے غیر معمولی معلوم ہوتی تھی وہ تنہا رہنا اور ہر ایک پر شک کرنا تھا۔

گراند کے مطابق اس میں تبدیلی آچکی تھی۔

"مجھے نہیں علم کہ کس طرح بات کی جائے لیکن میرا تاثر ہے کہ وہ لوگوں سے مطابقت پیدا کرنے کے لئے ہر ایک کو راضی رکھنا چاہتا ہے، وہ اکثر مجھ سے بات کرتا ہے، مجھے اپنے ساتھ باہر چلنے کے لئے کہتا ہے اور میں انکار نہیں کر سکتا مختصر یہ کہ مجھے وہ دلچسپ لگتا ہے اور میں نے اس کی جان بچائی ہے۔"

خود کشی کی کوشش کے بعد کوتار کو کوئی ملنے نہیں آیا تھا۔ وہ گلیوں میں، دکانوں میں ہر ایک سے دوستی کرنے کی کوشش کرتا۔ پہلے وہ دکانداروں سے کبھی دھیمے لہجے میں بات کرتا تھا۔

ایک تمباکو فروش عورت کی باتوں کو بڑی دلچسپی سے سنتا۔ یہ تمباکو فروش عورت حقیقی معنی میں ایک چڑیل تھی، میں نے کوتار سے کہا لیکن اس نے جواب دیا کہ تمہیں اسے سمجھنے میں غلطی ہوئی تھی کیونکہ اس میں چند اچھی باتیں بھی تھیں جنہیں ڈھونڈنے کے لئے صرف نگاہ چاہیئے۔

دو یا تین مرتبہ کوتار نے گراند کو شہر کے پرتکلف قہوہ خانوں اور ریستورانوں میں مدعو کیا جہاں اس نے حال ہی میں جانا شروع کیا تھا۔

"یہاں آدمی اچھی رفاقت میں بہتر محسوس کرتا ہے" اس نے کہا۔ گراند نے یہ محسوس کیا کہ ریستوران کا عملہ کوتار کی طرف خصوصی توجہ دیتا تھا کیونکہ وہ انہیں معقول بخشش دیتا تھا۔ اس کے عوض جو توجہ اسے دی جاتی گراند اس سے محظوظ ہوتا۔ ایک دن جب ہیڈ ویٹر اسے چھوڑنے کے لئے دروازے تک گیا اور اوورکوٹ پہننے میں اس کی مدد کرنے لگا تو کوتار نے گراند سے کہا، یہ لڑکا ہے جو گواہ بن سکتا ہے"

"گواہ؟ میں نہیں سمجھتا"

کوتار جواب دینے سے پہلے ہچکچایا۔

"خیر وہ یہ بتا سکتا ہے کہ میں اتنا خراب آدمی نہیں ہوں، اس کا مزاج کچھ اس قسم کا تھا۔ ایک دن جب ایک خوردہ فروش اس سے زیادہ مروت سے پیش نہ آیا تو وہ آگ بگولا گھر واپس آگیا--------

"وہ سور دوسروں کے ساتھ بہتر طریقے سے پیش آتا ہے" اس نے غصے سے کہا

"کون سے دوسرے؟"

تمہارے دوسرے۔

گراند نے تمباکو بیچنے والی کی دوکان میں ایک عجیب و غریب منظر دیکھا تھا۔ دوستانہ گفتگو کے دوران اس عورت نے حال ہی میں ایک گرفتاری کا ذکر چھیڑا جس کا الجزائر میں کافی شور تھا۔ کسی کاروباری شخص کے ایک نوجوان ملازم نے ساحل سمندر پہ ایک عرب کو قتل کر دیا تھا۔

"میں ہمیشہ یہ کہتی ہوں کہ اگر ایسے لفنگوں کو جیل میں ڈال دیا جائے تو پھر شریف لوگ اطمینان کا سانس لے سکتے ہیں۔" وہ اپنی بات کہتے کہتے رک گئی اور کوتار کوئی معذرت کئے بغیر تیزی سے دکان سے باہر نکل گیا۔ گراند اور تمباکو فروش تمام بکے بکے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔

اس کے بعد گراند کوتار کے رویے میں دوسرے تغیرات کا ذکر کرنے لگا۔ موخرالذکر ہمیشہ آزاد خیالی کا اظہار کرتا کیونکہ اقتصادی مسائل پر اس کا مقولہ تھا : بڑی مچھلی، چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے وہ اوراں کا واحد قدامت پسند اخبار خرید کر دانستہ طور پر عمومی جگہوں پر اس کا مطالعہ کرتا۔ صحت یاب ہونے سے پہلے اس نے گراند سے درخواست کی تھی، جو ڈاکخانہ جا رہا تھا، کہ سو فرانک اس کی بہن کو منی آڈر کر دے جو وہ ہر ماہ بھیجا کرتا تھا کیونکہ وہ وہاں سے کافی دور رہتی تھی۔

"اسے دو سو فرانک بھیج دو" کوتار نے کہا "اس مرتبہ یہ اس کے لئے خوشگوار حیرت کا باعث ہونگے، حقیقت یہ ہے کہ میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں۔"

اس کے بعد اس نے گراند سے عجیب و غریب گفتگو کی وہ کوتار کے سوالوں کے جواب دینے پر مجبور تھا جو اس چھوٹے سے کام کے بارے میں تھے جس میں ہر شام گراند مصروف ہوتا۔

"ہاں مجھے پتہ ہے۔ تم کتاب لکھ رہے ہو"

"جیسا سمجھ لو، لیکن یہ مشکل کام ہے۔ آہ، میں بھی تمہاری طرح کتاب لکھنا چاہتا ہوں" کوتار نے چیخ کر کہا، گراند کچھ حیران ہو گیا اور کوتار ہکلانے لگا "ایک فنکار بننے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے"۔

"کیوں" گراند نے پوچھا۔

"اس لئے کہ تمام دنیا جانتی ہے کہ ایک فنکار دوسروں کی نسبت زیادہ حق یافتہ ہوتا ہے اور لوگوں کی اس سے بہت توقع ہوتی ہے۔"

"چلیں" ریو نے گراند سے کہا صبح کو لگائے گئے اشتہاروں اور چوہوں کے قصوں سے دوسرے لوگوں کی طرح اس کا سر بھی چکرانے لگا تھا۔ بس سارا قصہ یہی ہے وہ بھی بخار سے خوف زدہ ہے۔

گراند نے جواب دیا۔

"میرا نہیں خیال ڈاکٹر تمہیں میری رائے کی ضرورت ہے"۔۔۔

چوہوں کو مارنے والی موٹر بیحد شور کرتی ہوئی کھڑکی کے نیچے سے گذری۔ ریو اس وقت تک خاموش رہا جب تک بات سننا ممکن ہوئی۔ اس نے لاتعلقی سے گراند کی رائے پوچھی جس نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"وہ ایک ایسا شخص ہے جس کے ضمیر پر بوجھ ہے" اس نے کہا۔ ڈاکٹر نے اپنے کندھے سکیڑے۔ بقول انسپکٹر اسے اور بہت سے دھندے ہیں۔

پچھلے پہر ریو اور کاسل میں ایک میٹنگ ہوئی۔ ابھی تک سیرم نہیں پہنچا تھا۔

"بہرکیف" ریو نے کہا "میرا نہیں خیال کہ یہ ہمارے کسی کام آسکے گا کیونکہ یہ جراثیم عجیب و غریب قسم کا ہے"

"اوہ" کاسل نے کہا "میں اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ ان جانوروں میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی بات ہوتی ہے لیکن ہمیشہ وہی چیز نکلتی ہے۔"

"یہ تمہارا خیال ہے لیکن ہم اس بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتے۔

"بظاہر میرا بھی یہی خیال ہے تاہم ایک لحاظ سے سب کے ساتھ یہی معاملہ درپیش ہے۔

دن بھر ڈاکٹر نے یہ محسوس کیا کہ جب بھی وہ طاعون کے بارے میں سوچتا اس کا سر چکرانے لگتا" آخرکار وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ خائف تھا۔ وہ ایک مرتبہ ایک قہوہ خانہ میں گیا جو لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ کوتار کی طرح اس نے بھی انسانی جذبات کی حدت کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اسے یہ کچھ احمقانہ محسوس ہوا تاہم ؟ اس نے ریو کی یاددہانی کی کہ اس نے ایک مسافر کاروباری کے گھر جانے کا وعدہ کیا تھا۔

شام کو ڈاکٹر نے کوتار کو باورچی خانے میں میز کے سامنے بیٹھے ہوئے پایا، جب وہ اندر داخل ہوا تو میز پر اس کے سامنے ایک جاسوسی ناول کھلا ہوا تھا۔ لیکن شام گہری ہو چکی تھی۔ اس لئے یقینی طور پر وہ اس روشنی میں مطالعہ نہیں کرسکتا تھا۔ غالباً کوتار کچھ لمحے پہلے اس جھٹپٹے میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ ریو نے کوتار سے اس کا حال چال پوچھا کوتار نے بیٹھے ہوئے بڑبڑا کر کہا کہ اس کا حال بہتر تھا بشرطیکہ اسے مخل نہ کیا جائے ریو نے کہا کہ ہمیشہ تنہا رہنا ممکن نہیں ہوتا۔

"اوہ، میرا مطلب یہ نہیں ہے، میں ان لوگوں کا ذکر کر رہا ہوں جو صرف بور

کرنے کے لئے کسی میں دلچسپی لیتے ہیں۔"

ریو خاموش رہا۔

"میرا معاملہ یہ نہیں ہے "اس نے وضاحت کی،" میں یہ ناول پڑھ رہا تھا، یہ اس بد قسمت کے بارے میں ہے جو ایک صبح یک لخت گرفتار ہو گیا تھا۔ لوگ اس میں دلچسپی لے رہے تھے جس کا اسے علم تک نہیں تھا۔ اس کے بارے میں لوگ دفتروں میں گفتگو کرتے، اس کا نام کارڈوں کے انڈکس میں درج کرتے۔ تمہارا خیال ہے کہ ایسا کرنا درست ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ وہ ایک شخص کے بارے میں ایسا کرنے میں حق بجانب ہیں؟"

"اس کا انحصار واقعات پر ہے "ریو نے کہا "ہاں ایک اعتبار سے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے لیکن یہ باتیں ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اتنی دیر تک ایک ہی کمرے میں بیٹھے رہنا درست نہیں۔ باہر نکلنا چاہیے۔"

یوں لگتا تھا کہ کوتار کچھ گھبرا گیا تھا اس نے کہا وہ ضرورت پڑنے پر باہر نکلتا تھا۔ گلی کے سارے لوگ اس بات کی شہادت دے سکتے تھے۔ اس آبادی سے باہر بہت سے لوگ اسے جانتے تھے۔

"تم مونسر ریگو آرکیٹکٹ کو جانتے ہو وہ میرا دوست ہے۔" کمرے میں اندھیرا گہرا ہو گیا تھا باہر گلی میں شور ابھر رہا تھا اور روشنیاں جلنے کے ساتھ ہی ایک طرح کی نجات کی سرگوشیاں سنائی دینے لگی تھیں۔ ریو بالکونی میں چلا گیا اور کوتار اس کے پیچھے گیا۔ شہر کے باہر کے علاقوں میں ہر شام ہوا ہمارے شہر میں خوشی کی سرگوشیاں، بھنے ہوئے گوشت کی مہک، آزادی کی خوشبو کے ساتھ لائی جو ڈھیر ڈھیر پھیلتی جاتی اور گلی نوجوانوں کے شور و شغب سے معمور ہو جاتی۔ رات کو مخفی جہازوں کی بلند چیخیں، سمندر کی بڑھتی ہوئی سرسراہٹ، اور باہر جمع ہوئے لوگوں کا شور جو ریو کو کبھی اچھا لگتا تھا اب تکلیف دہ تھا۔ وہ سب کچھ جانتا تھا۔

" کیا روشنی جلالیں؟" اس نے کوتار سے کہا

روشنی لوٹ آئی اور یہ چھوٹا سا آدمی پلکیں جھپکتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

ڈاکٹر مجھے بتاؤ اگر میں بیمار ہو جاؤں تو تم مجھے ہسپتال میں اپنے وارڈ میں لے جاؤ گے۔؟

کیوں نہیں؟

کوتار نے اس سے پوچھا اگر کوئی کسی کلینک یا ہسپتال میں داخل ہو تو اسے گرفتار کیا جاسکتا ہے؟

ایسا ہوا ہے، لیکن اس کا انحصار مریض کی حالت پر ہے" ریو نے جواب دیا

"مجھے" کوتار نے کہا" تم پر اعتماد ہے"

پھر اس نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ کیا وہ اسے اپنی موٹر میں لے جاسکتا ہے؟

وسط شہر میں رونق کم ہو چکی تھی اور روشنیاں بھی خال خال تھیں ۔ لڑکے دروازوں کے آگے کھیل رہے تھے ۔ کوتار کے کہنے پر ڈاکٹر نے بچوں کے ایک گروہ کے سامنے گاڑی روک دی۔ وہ چھٹا لو کھیلتے ہوئے بے تحاشا شور مچا رہے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا جس کے سیاہ بال اچھی طرح جمے ہوئے تھے اور سیدھی مانگ نکلی ہوئی تھی لیکن جس کے کپڑے میلے تھے اپنی شفاف لیکن دھمکی آمیز آنکھوں سے کوتار کو دیکھنے لگا ۔ ڈاکٹر نے اپنی نگاہیں دوسری طرف کرلیں ۔ کوتار فٹ پاتھ پر کھڑا ہو کر اس سے ہاتھ ملانے لگا ۔تب وہ اپنی گھٹی آواز میں قدرے دقت سے بولنے لگا ۔ دو یا تین مرتبہ اس نے اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"لوگ وباء کے بارے میں بات کر رہے تھے ۔ کیا یہ بات درست ہے ڈاکٹر؟

"لوگ ہمیشہ باتیں کرتے ہیں" ریو نے کہا

"تم صحیح کہتے ہو، جب ایک درجن کے قریب اموات ہوگئیں تو پھر دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن یہاں ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

موٹر کا انجن پہلے ہی سے حرکت میں تھا۔ ریو کا ہاتھ گیر پر تھا ۔ لیکن وہ بچے کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن جو ابھی تک اسے سنجیدگی لیکن سکون کے ساتھ گھور رہا تھا ۔ اور پھر وہ بچہ ایک دم اس طرح مسکرایا کہ اس کے سارے دانت دکھائی دینے لگے۔

"ہم اب یہاں کس لئے ہیں؟" ڈاکٹر نے، بچے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

کوتار نے ایک دم کار کا دروازہ پکڑا اور جانے سے پہلے آنسوؤں بھری لیکن غصیلی آواز میں کہا؟

"زلزلہ آرہا ہے ۔ یہ سچ ہے"۔

حقیقت میں کوئی زلزلہ نہیں آیا تھا جہاں تک ریو کا تعلق تھا اگلے دن وہ شہر میں

چاروں جانب .بیماروں کے خاندانوں اور خود .بیماروں سے مذاکرات کرتا رہا۔ ریو نے کبھی .بھی اپنے پیشے کو بوجھ تصور نہیں کیا تھا۔ اور اس کے مریض اس کے بوجھ کو ہلکا کر دیتے ۔پہلی مرتبہ ڈاکٹر نے محسوس کیا کہ وہ اس سے دور رہ کر اپنی .بیماری کو چھپاتے ہوئے ایک طرح کی بد گمان حیرت میں مبتلا تھے ۔یہ ایک طرح کا تصادم تھا جس کا وہ عادی نہیں تھا۔ رات کے دس بجے اس کی گاڑی دمے کی ایک بوڑھے مریض کے گھر کے باہر رکی' یہ اس کی آخری وزٹ تھی ۔ ریو نے اپنی نشت سے اٹھنے میں دقت محسوس کی ۔ وہ کچھ دیر وہاں رک کر افسردہ گلی کو اور پھر ستاروں کو دیکھنے لگا جو سیاہ آسمان میں معدوم ہو رہے تھے

دمے کا بوڑھا مریض اپنے بستر میں بیٹھا ہوا .بہتر طریقے سے سانس لے رہا تھا' وہ معمول کے مطابق ایک برتن سے دوسرے برتن میں سوکھے ہوئے مٹر ڈال رہا تھا۔ اس نے خوشی سے ڈاکٹر کا خیر مقدم کیا

"آؤ' ڈاکٹر' یہ ہیضہ نہیں ہے۔"

"تمہیں یہ بات کیسے سوجھی ہے؟

اخبار میں پڑھی ہے' ریڈیو پر۔۔۔"

"بہر کیف یہ گدھے بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں' بوڑھے نے قہقہ لگا کر کہا۔

ان پر یقین مت کرو' ڈاکٹر نے کہا

اس نے بوڑھے کا معائنہ کیا اور وہ گندے سے کھانے کے کمرے کے درمیان میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خوفزدہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مضافات میں ایک درجن کے قریب مریض اپنے آبلے چھپائے ہوئے اگلے دن اس کی آمد کے منتظر تھے ۔صرف دو یا تین کیسوں میں چیرہ دینے سے انہیں افاقہ ہوا تھا' باقی دوسروں کو ہسپتال جانا تھا اور غریب کے لئے ہسپتال جانے کا مطلب واضح تھا۔

"میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ ان پر تجربات کریں" اس نے ایک مریض کی .بیوی سے کہا تھا "" وہ ان کے تجربات کا متحمل نہیں ہوگا' وہ مر جائے گا اور معاملہ ختم ہو جائے گا۔ وہ ضابطے جو نافذ کئے جا رہے تھے وہ ناکافی تھے' یہ بات واضح تھی ۔جہاں تک خصوصی طور پر تیار کردہ کمروں کا تعلق تھا وہ ان کی حیثیت سے آشنا تھا۔ دو عمارتوں کو جلدی سے مریضوں سے خالی کرایا گیا تھا" ان کی کھڑکیوں کو میخیں گاڑ کر بند کر دیا گیا تھا اور ان کے گرد حفاظتی رسی باندھ دی گئی تھی ۔ اگر وباء اپنے طور پر ختم نہیں ہوتی' اسے ان اقدام کے ذریعے ختم

نہیں کیا جا سکتا تھا جو انتظامیہ نے لئے تھے۔

بہر کیف شام تک سرکاری اعلامیہ حوصلہ افزا تھا۔ اگلے دن ریڈیو نیٹورک نے اعلان کیا جو اقدام پر یفیکتور نے لئے تھے ان کو عمومی طور پر قبول کر لیا گیا تھا اور تیس کے قریب مریضوں کو داخل کرایا گیا تھا۔ کاسل نے ریو کو ٹیلی فون کیا

"اس عمارت میں کتنے بستر ہیں؟

"اسی"

کیا شہر میں تیس سے زیادہ مریض ہیں؟

"ایسے لوگ موجود ہیں جو خائف ہیں اور دوسرے وہ، جن کی تعداد زیادہ ہے ان کے پاس مہلت نہیں تھی

"کیا وہ تدفین کی نگرانی کر رہے ہیں؟

"نہیں، میں نے رچرڈ کو ٹیلی فون کیا ہے کہ پورے حفاظتی اقدام کئے جائیں محض حفاظتی الفاظ کافی نہیں ہیں۔ ہمیں بیماری کے خلاف حقیقی مدافعت کرنی ہے وگرنہ پھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور پھر"

"اس نے مجھے جواب دیا کہ وہ بے اختیار ہے۔ میری رائے میں صورتحال زیادہ بگڑنے والی ہے"

درحقیقت تین دنوں میں، یہ دونوں عمارتیں، بھر گئی تھیں۔ رچرڈ کا خیال تھا کہ ایک سکول کی عمارت کو جراثیم سے صاف کیا جائے اور وہاں ایک اضافی ہسپتال کھولا جائے۔ ریو ویکسین کا منتظر تھا اور وہ آبلوں پر نشتر لگا رہا تھا کاسل نے اپنی پرانی کتابوں کی طرف رجوع کیا اور لائبریری میں زیادہ دیر تک رہنے لگا۔

"چوہے طاعون سے یا اس سے بے حد ملتی جلتی چیز سے مر گئے ہیں" اس نے نتیجہ نکالا، انہوں نے شہر میں ہزاروں جراثیم پھیلا دیئے ہیں، انفیکشن اقلیدسی طریقے سے پھیل رہے ہیں اگر ان کی بروقت رکاوٹ نہ کی گئی۔۔۔"

ریو خاموش رہا

اس دوران موسم کچھ ٹھہر گیا تھا اور سورج نے حالیہ بارشوں سے نیلگوں خوبصورت آسمان پر زرد روشنی پھیلا جاتی تھی۔ اور کبھی کبھار ہوائی جہاز کی گڑگڑاہٹ بڑھتی ہوئی

گرمی میں سنائی دیتی ۔یوں لگتا کہ سب کچھ پرسکون تھا۔لیکن چار دنوں میں بخار نے چار قدم آگے جست لگائی تھی ۔سولہ اموات ،چوبیس اموات ،اٹھائیس اورتیس اموات ۔ چوتھے دن سرکاری طور پر بچوں کے سکول میں ایک اضافی ہسپتال کے کھولنے کا اعلان کیا گیا تھا ۔ ہمارے شہری جو ابھی تک اپنے اضطراب کو خرمستیوں کے نیچے چھپا رہے تھے اب گلیوں میں سہمے ہوئے اور خاموش دکھائی دیتے تھے ۔

ریو نے پریفیکٹ کو ٹیلیفون کرنے کا فیصلہ کیا۔

"جو اقدام لئے گئے ہیں وہ نا کافی ہیں ۔"

"میرے پاس ایسے اعداد و شمار ہیں "پریفکٹ نے کہا "جو کافی پریشان کن ہیں ،وہ بڑے واضح ہیں ۔

"میں اس بارے میں حکومت کے احکام چاہتا ہوں ۔"

ریو جب اگلی مرتبہ کاسل کو ملا تو کہنے لگا

"احکام، آہ اسے تھوڑے سے تخیل سے کام لینا چاہیئے "

"اور سیریم؟

یہ ایک ہفتے میں پہنچ جائے گا۔

پریفکٹ نے رچرڈ کے ذریعے ریو سے رپورٹ مانگی کہ وہ اسے کالونی کے حکام پاس بھیج کر احکام طلب کر سکے ۔ ریو نے اپنی تشخیص اور وباء سے متعلقہ اعداد و شمار بھی ساتھ شامل کر دیئے ۔ اس دن ۴۰ اموات درج کی گئی تھیں ۔پریفکٹ نے اگلے دن قواعد و ضوابط کو سختی سے نافذ کرنے کی ذمہ داری خود قبول کی ۔ بخار کے تمام مریضوں کا اعلان اور ان کی دوسروں سے علیحدگی کو لازمی قرار دیا گیا ۔ بیماروں کی اقامت گاہ کو بند کر کے جراثیم سے پاک کیا جائے، جو ان کے ساتھ رہتے تھے انہیں عارضی ہسپتالوں میں داخل کرانا ضروری قرار دیا گیا ۔شہر میں تدفین بھی حکام کی نگرانی میں کی جانی شروع کی ۔ ایک دن بعد سیریم بذریعہ ہوائی جہاز موصول ہوا تھا ۔ جو فوری ضرورت کے لئے کافی تھا ۔ اور اگر وباء طول پکڑتی تھی تو یہ نا کافی تھا ۔ ریو کی ٹیلیگرام میں اسے جواب ملا کہ سیریم کا سٹاک ختم ہو چکا تھا ۔ تاہم نئی سپلائی تیار کی جا رہی تھی ۔

اس دوران اردگرد کے مضافات میں موسم بہار کی شہر کی طرف آمد تھی ۔ فٹ پاتھوں پر ٹوکریوں میں بہترین گلاب کی میٹھی مہک شہر میں پھیل رہی تھی ۔ بظاہر کوئی

خاص تبدیلی نہیں ہوئی تھی ۔ ٹرینیں مقررہ اوقات پر مسافروں سے لدی ہوتیں لیکن دن بھر خالی اور غلاظت سے معمور ہوتیں ۔ تارو اس چھوٹے سے بوڑھے کو دیکھتا اور چھوٹا سا بوڑھا بلیوں پر تھوکیں پھینکتا ۔ گراند پر اسرار کارروائیوں کے لئے شام کو گھر لوٹتا ۔ کوتار ویران گزر گاہوں پر جاتا اور ہمیشہ اوتھان مجسٹریٹ اپنے پالتو جانوروں کے ساتھ ملتا ۔ دمے کا بوڑھا مریض مڑکے دانوں کو ایک برتن سے دوسرے برتن میں ڈالتا اور کبھی کبھار اسے صحافی رامبیر ملتا ، جو حسب معمول پرسکون اور متجس ہوتا ۔ شام کو لوگوں کا ہجوم گلیوں میں ہوتا یا سینما کے باہر قطاروں میں کھڑا ہوتا ۔ دیکھنے میں یوں لگتا جیسے وباء کا زور تھم گیا تھا اور چند دنوں میں صرف ایک درجن کے قریب لوگ وفات پا گئے ۔ اور پھر ایک دم اعداد و شمار میں اضافہ ہونے لگا جس دن وفات پانے والوں کی تعداد ۳۰ تک پہنچ گئی تو برنار ریو کے ہاتھ میں وہ ٹیلیگرام تھی جو پریفکٹ نے اسے دیتے ہوئے کہا تھا "وہ بھی خطرہ محسوس کرنے لگے ہیں ، آخر کار ، ٹیلیگرام کا متن تھا "طاعون کی وباء کا اعلان کر دیا جائے ۔ شہر کے دروازے بند کر دیئے جائیں ۔

ا

اس لمحے کے بعد یہ کہا جاسکتا تھا کہ طاعون ہم سب کا مسئلہ تھی۔ ابھی تک ان غیر معمولی واقعات سے حیرت اور بے چینی پیدا ہوئی تھی۔ اس کے باوجود ہمارے شہری ممکن حد تک اپنی معمولات میں مصروف تھے۔ لیکن جب ایک مرتبہ شہر کے دروازے بند کر دئیے گئے یہ قصہ گو ان کی طرح ایک ہی کشتی میں سوار تھا، اور اب ہر ایک کو نئی صورتحال سے مطابقت پیدا کرنی تھی۔ مثال کے طور پر پہلے چند ہفتوں میں محبوبوں سے غیر معمولی جدائی کا احساس ایک مشترکہ جذباتی حالت بن چکا تھا اور تمام لوگ خوف زدہ ہو کر طویل جلاوطنی کے کرب میں مبتلا تھے۔۔

شہر کے دروازے بند ہونے کا لوگوں پر سب سے واضح اثر جدائی کا احساس تھا جس کے لئے وہ آمادہ نہیں تھے۔ مائیں، بچے محبت کرنے والے، خاوند اور بیویاں چند دن اس خیال کے ساتھ یہاں سے رخصت ہوئے تھے کہ یہ جدائی عارضی تھی اور جنہوں نے پلیٹ فارم پر الوداعی بوسے لئے تھے اور ایک دوسرے پر ہلکے پھلکے جملے بھی کسے تھے انہیں یقین تھا کہ چند دنوں یا ہفتوں کے بعد وہ ایک دوسرے سے ملیں گے۔ دراصل مستقبل قریب میں بے پایاں یقین انہیں دغا دے گیا تھا۔ کسی پیشگی اطلاع کے بعد ان لوگوں نے محسوس کیا تھا کہ ان کا رابطہ بالکل کٹ چکا تھا اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات یا تعلق استوار کرنے سے بالکل محروم ہو چکے تھے۔ سرکاری اعلان سے پہلے ہی شہر کے دروازے بند کر دیے گئے تھے، چنانچہ انفرادی مسائل پر توجہ دینا ممکن نہیں تھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وبا کی اس وحشیانہ یلغار کا سب سے پہلے یہ اثر ہوا کہ ہمارے شہری تمام انفرادی احساسات سے عاری ہو گئے تھے۔ دن کے پہلے حصے میں جب شہر سے باہر نکلنے کی ممانعت تھی لوگوں کا ہجوم پریفکتور کے دفتر میں اہلکاروں کے پاس یا ٹیلیفون پر طرح طرح کے مطالبے کر رہا تھا جو کافی دلچسپ تھے لیکن جن پر بیک وقت عمل کرنا مشکل تھا۔ دراصل بہت دنوں کے بعد ہمیں معلوم ہوا تھا کہ ہم ایک ناقابل مصالحت صورتحال سے دوچار تھے جس میں "خصوصی انتظامات" "رعایت دینا" "فوری" وغیرہ کے الفاظ بے معنی ہو چکے تھے۔

بیک وقت ہم خط لکھنے کی رعایت سے بھی محروم ہو چکے تھے۔ دراصل ہمارا شہر دوسرے ملکوں سے عام وسائل آمد و رفت کے حوالے سے کٹ چکا تھا۔ دروازے بند ہونے کے ساتھ ہی اس غلط رائے کی وجہ سے خط و کتابت کا سلسلہ بھی ختم ہو چکا تھا کہ خطوں کے ساتھ جراثیم بھی منتقل ہونے کا احتمال بھی تھا۔ ابتدا میں چند بااثر لوگوں نے شہر کے دروازوں پر متعین سپاہیوں کو باہر پیغامات بھیجنے پر رضامند کر لیا تھا۔ وبا کے ابتدائی دنوں میں انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت انہوں نے پیغامات باہر بھیج دیئے تھے لیکن جب ان سپاہیوں کو صورتحال کی سنجیدگی کا علم ہوا تو انہوں نے یہ ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے مضمرات کا وہ پیشگی اندازہ نہیں کر سکتے تھے۔ ابتدا میں دوسرے شہروں میں ٹیلیفون کرنے کی اجازت تھی لیکن بعد میں ٹیلیفون کے بوتھوں پر اتنا ہجوم ہو گیا تھا اور تاریں اتنی مصروف ہو چکی تھیں کہ کچھ عرصہ تک ٹیلیفون کا سلسلہ بھی معطل ہو گیا اور بعد میں اسے موت، پیدائش، اور شادی کے ہنگامی واقعات کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ٹیلیگرام ہی واحد رابطہ تھا جس سے لوگ ایک دوسرے سے دل و جان کے رشتے میں مربوط تھے۔ اب دس الفاظ کے ذریعے پیغامات دئیے جانے لگے۔ حقیقت میں عمر بھر کا ساتھ یا افسردہ جذبات کا اظہار ٹیلیگرام کے ان الفاظ تک محدود ہو گیا تھا۔ "سب ٹھیک ہے" "" میں تمہارے بارے میں سوچتا ہوں "" محبت کے ساتھ ـــــــ"۔

تاہم ہم میں کچھ ایسے بھی تھے جو باہر سے خط و کتابت کے پیہم منصوبے بنا رہے تھے لیکن انجام کار سب منصوبے خیالی ثابت ہوئے۔ بہر کیف بعض اوقات وہ ان میں کامیاب بھی ہو جاتے لیکن ہمیں ان کا کوئی سراغ نہ ملتا کیونکہ کوئی جواب موصول نہیں ہوتا تھا۔ انجام کار ہم بار بار وہی جملے لکھنے پر مجبور ہو جاتے، بار بار ایک ہی طرح کی اطلاعات بھیجتے اور وہی التجائیں دہراتے، نتیجے کے طور پر وہ الفاظ جن میں جذبات کی گرمی تھی اور جو ہمارے دل و جان کے ترجمان تھے وقت کے ساتھ ساتھ معنی سے محروم ہو گئے تھے۔ اور ہم ان بے جان الفاظ کو میکانکی طریقے سے بار بار نقل کرتے ہوئے اپنی مشکل زندگی کا اظہار کرتے۔ مختصر یہ کہ بنجر اور خشک خود کلامی اور دیواروں سے گفتگو کی نسبت ٹیلیگراموں کے ذریعے اظہار کو ہم ترجیح دے رہے تھے۔

چند دنوں کے بعد جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اب ہمارے شہر سے باہر نکلنے کی کوئی امید نہیں تھی تو لوگوں نے یہ پوچھنا شروع کیا کہ وبا پھوٹنے سے پہلے جو لوگ باہر

گئے تھے ان کی واپسی ممکن تھی ؟ کچھ دنوں کی سوچ بچار کے بعد ریفلکتور نے اثبات میں جواب دیا لیکن یہ واضح بھی کیا کہ جو ایک مرتبہ اندر آئیں گے وہ واپس باہر نہیں جائیں گے۔ یہاں کچھ خاندان ایسے بھی تھے، جن کی تعداد کم تھی، جو اس صورتحال کے بارے میں زیادہ سنجیدہ نہیں تھے اور عقل سے ہاتھ دھو کر اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے والدین سے ملاقات کرنے کے لئے یا انہیں واپس آنے کے لئے تاریں دے رہے تھے۔ لیکن جو طاعون کے اسیر تھے انہوں نے جلد ہی محسوس کر لیا تھا کہ یہاں آ کر ان کے رشتہ دار کتنے خطرہ کا شکار ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے اس جدائی کا دکھ اٹھانے کو ترجیح دی۔ وبا کی اس شدت میں صرف ایک ہی مثال دکھائی دی جس میں فطری جذبات تکلیف دہ موت کے خوف پر حاوی تھے۔ یہ مثال کسی نوجوان جوڑے کی نہیں تھی جو ہر طرح کی تکلیف کے باوجود ایک دوسرے کے قرب کا خواہشمند ہو۔۔ یہ مثال بوڑھے کاسل اور اس کی بیوی تھی جن کی بہت سال پہلے شادی ہوئی تھی۔ وہ وبا سے کچھ دن پہلے ایک قریبی گاؤں میں گئی تھی۔ اس قصہ گو کے خیال میں یہ جوڑا خوش نصیبی کی مثال نہیں تھا۔ غالباً دونوں اس بندھن میں اتنے خوش نہیں تھے لیکن اس سفاکانہ جدائی نے انہیں یقین دلایا تھا کہ وہ دونوں علیحدہ نہیں رہ سکتے تھے اور اس فوری احساس کی روشنی میں طاعون کا اثر غیر اہم معلوم ہوتا تھا۔

یہ ایک انتہائی مثال تھی۔۔ بہت سے لوگوں کے لئے یہ بات واضح تھی کہ یہ جدائی وبا کے خاتمے تک قائم رہے گی۔ چنانچہ ہم لوگوں کے لئے جو جذبہ زندگی کہلاتا ہے اور جس سے اوراں کے رہنے والے بخوبی واقف ہیں ایک نئی شکل اختیار کر چکا تھا۔ وہ خاوند اور محبت کرنے والے جنہیں ان کی رفاقت میں بیحد یقین تھا وہ حسد محسوس کرنے لگے تھے۔ وہ جو محبت کو ایک دل لگی سمجھتے تھے اب مجسم وفا بن گئے تھے۔ اسی طرح وہ لڑکے جو اپنی ماؤں کے ساتھ رہتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے اب ان کے غیر حاضر چہرے کی ہر شکن کو مضطرب ہو کر تصور میں لاتے۔ سفاکانہ، واضح اور مستقبل سے جدائی نے ہمیں اپنے آپ سے چھین کر بے چہرہ کر دیا تھا اور اس قابل نہیں رہے تھے کہ اس موجودگی کے بارے میں کوئی ردعمل دے سکیں جو بیک وقت بہت دور اور بہت قریب تھی۔ دراصل ہماری تکلیف دو طرفہ تھی۔۔ سب سے پہلے ہمارا ذاتی دکھ تھا اور دوسرا دکھ بیویوں، لڑکیوں یا محبوباؤں کی غیر حاضری کا تھا۔

دوسرے حالات میں ہمارے شہری زیادہ مصروف خارجی زندگی کا کوئی نہ کوئی حل

ڈھونڈ لیتے تھے لیکن طاعون نے انہیں بے عمل بنا دیا تھا کہ ان کی سرگرمیاں شہر میں اداسی کے ساتھ بار بار چکر لگانے تک محدود تھیں اور وہ اپنی یادوں کے سراب پر تکیہ کئے ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ اپنی بے مقصد چہل قدمی کے دوران شہر کے چھوٹے ہونے کے باعث بار بار ان گلیوں میں سے گذرتے جہاں وہ اچھے وقتوں میں ان کے ساتھ چہل قدمی کرتے تھے جو غیر حاضر تھے۔۔

اس طرح پہلا احساس جو ہمارے شہریوں کے دل میں پیدا ہوا تھا وہ جلاوطنی کا تھا۔ یہ قصہ گو ان لوگوں کے نام یہاں درج کرنے پر مجبور ہے جو اس جذباتی حالت میں اس وقت گزر رہے تھے کیونکہ یہ جلاوطنی کا احساس تھا جو ہم سب میں موجود تھا، یہ واضح احساس، وقت کو پیچھے لے جانے کا غیر عقلی جذبہ یا وقت کو تیز تر کرنے کی خواہش اور یادوں کے جلتے ہوئے تیر تھے۔ اسی حالت میں ہم اگر کبھی تخیل کی رو میں بہنے لگتے اور کسی کی آمد پر گھنٹی بجنے کے انتظار میں یا سیڑھیوں کے مانوس قدموں کی چاپ کے منتظر ہوتے، یا ہم دانستہ طور پر اس وقت گھر پر رہتے جب شام کی ٹرین کے ذریعے مسافر ہمارے علاقے پہنچ گیا ہو اور ہم یہ دانستہ طور پر بھول جاتے کہ سب ٹرینوں کی آمد و رفت معطل ہو چکی تھی، بہر کیف یہ کھیل زیادہ دیر تک قائم نہ رہتا۔ پھر ایک لمحہ آتا جب واضح طور پر ہمیں یقین ہو جاتا کہ کوئی ٹرین نہیں آنے گی۔ ہمیں یہ بھی علم تھا کہ ہماری جدائی بدستور قائم رہے گی اور ہمیں وقت کے ساتھ مصالحت کرنی ہے۔ مختصر یہ کہ ہم نے اپنی قیدیوں کی سی صورتحال سے مطابقت پیدا کی اور ہماری زندگی اب ماضی کی یادوں تک محدود ہو گئی تھی۔ بہر کیف ہم میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو مستقبل میں زندہ رہنا چاہتے تھے۔ لیکن جلدی ہی انہیں اس تصور کو خیر باد کہنا پڑا۔ اور انہیں تخیل کے لگائے ہوئے زخموں کا احساس ہوا جس پر وہ بھروسہ کئے ہوئے تھے

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہمارے شہریوں نے بہت جلدی، بلکہ پبلک میں بھی اس عادت سے گریز کیا، جو ان سے متوقع تھی، اور وہ بھی اپنی جدائی کی میعاد کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ قنوطیت پسندوں نے مثال کے طور پر چھ ماہ کی میعاد مقرر کی تھی، اور انہوں نے ان چھ مہینوں کی تلخی کا ذائقہ پہلے ہی چکھ لیا تھا، انہوں نے اپنے تمامتر حوصلے کو مجتمع کر کے کسی ضعف کے بغیر ان دنوں اور ہفتوں کی طویل آزمائش کا مقابلہ کیا۔ جب کبھی انہیں کوئی دوست ملتا یا اخبار میں کوئی مضمون پڑھتے، یا کوئی مبہم سا شبہ

پڑتا، یا وضاحت سے کچھ دکھائی دیتا تو انہیں وجہ نظر نہ آتی کہ طاعون چھ ماہ سے زیادہ کیوں نہ رہے، ایک سال یا پھر شاید اس سے زیادہ کیوں نہیں۔

ان لمحات میں حوصلہ، قوت ارادی اور صبر اتنی تیزی سے منہدم ہوئے تھے کہ یوں لگتا تھا وہ کبھی اس گڑھے سے باہر نکل نہیں سکیں گے۔ چنانچہ نتیجے کے طور پر انہوں نے اپنی نجات کے بارے میں کبھی نہیں سوچا تھا، اور یہ کہ وہ کبھی مستقبل کی طرف نہیں دیکھیں گے اور ہمیشہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں گے۔ ظاہر ہے کہ ان کی دانشمندی، دکھ کے ساتھ یہ حیلہ گری اور جدوجہد سے انکار کا مناسب معاوضہ نہیں دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس حوصلہ شکنی سے بچنے کی کوشش بھی کی جس کے انعام کے وہ خواہشمند نہیں تھے۔ بہرکیف انہوں نے اپنے آپ کو ان لمحات سے محروم رکھا جن میں وہ طاعون کو فراموش کر کے مستقبل میں متوقع ملاقات کو تصور میں لا سکتے تھے۔ چنانچہ بلندی اور پستی کے درمیان ٹھہرے ہوئے وہ زندہ رہنے کی بجائے بے سمت دنوں اور بنجر یادوں میں ان سایوں کی طرح بھٹکتے جا رہے تھے اور وہ دکھ کی سرزمین میں اپنی جڑیں قائم کر کے قوت حاصل کر سکتے تھے۔

چنانچہ اس طرح وہ قیدیوں اور جلاوطنوں کے گہرے دکھ سے آشنا ہوئے تھے جس کی صرف ایک یاد تھی جو بے مصرف تھی۔ اسی طرح وہ جس ماضی کے بارے میں اکثر سوچتے تھے اس میں بھی غم کا ذائقہ تھا وہ اس میں اس کا اضافہ بھی کر سکتے تھے، جو ان کی موجودگی میں وہ حاصل نہیں کر سکے تھے جن کے وہ منتظر تھے۔ ان حالات میں جو لوگ اپنی قیدیوں جیسی زندگی سے قدرے مطمئن تھے وہ اس میں ان کو بھی شامل تصور کرتے جو غیر حاضر تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنی زندگی میں کمی محسوس کرتے تھے۔ اپنے حال سے غیر مطمئن، اپنے ماضی کے مخالف اور مستقبل سے محروم ہم ان لوگوں کی مانند تھے جنہیں قانون یا انسانی نفرت نے سلاخوں کے پیچھے رہنے پر مجبور کیا تھا۔ مختصر یہ کہ اس ناقابل برداشت فرصت کو صرف کرنے کے لئے گاڑیوں کی آمدورفت کو تصور میں لانا ضروری تھا اور ان خاموشیوں کے سکوت کو ختم کرنے کے لئے دروازے کی گھنٹی کو بجتے محسوس کرنا تھا جو عملی طور پر گونگی ہو چکی تھی۔

اگر یہ واقعی جلاوطنی تھی تو یہ سب کے لئے تھی، اپنے ہی گھر میں جلاوطنی تھی۔ اور چونکہ یہ قصہ گو تمام کی جلاوطنی سے آگاہ نہیں تھا لیکن وہ رامبیر اور اس جیسے دوسروں کو

فراموش نہیں کرسکتا تھا جن کی جدائی میں بہت زیادہ دکھ تھا کیونکہ وہ مسافر تھے اور طاعون کی وجہ سے شہر میں رہنے پر مجبور تھے، وہ نہ صرف اپنے گھروں سے دور تھے بلکہ ان سے بھی جدا تھے جن کے ساتھ وہ رہنا چاہتے تھے۔ اس عمومی جلاوطنی میں وہ زیادہ جلاوطن تھے۔ کیونکہ ان کی طرح ہمارے یہاں بھی حالات کی سختی نے اتنا ہی زود رنج بنا دیا تھا، تاہم ان کا معاملہ گھمبیر تھا وہ جنونی حالت میں اپنی اس طاعون زدہ پناہ گاہ کی دیواروں سے ٹکراتے جنہوں نے انہیں اپنے گھروں سے جدا کیا تھا۔ یہ لوگ دھول آلود شہر میں تمام دن منڈلاتے ہوئے اپنے ملکوں کی صبحوں اور شاموں کو تصور میں لاتے جن سے صرف وہی آشنا تھے۔ اور ابابیلوں کی اڑان، سرنگوں گلاب کا پھول یا گلی میں ڈوبتے سورج کی کرنیں یا اس قسم کے مناظر یا ایسی ہی پریشان کن علامتوں سے ان کی مایوسی میں اضافہ ہوتا۔" خارجی دنیا جو ایک طرح کا گریز فراہم کرتی ہے وہ اسے دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ بیحد حقیقی توہمات کی گرفت میں تھے اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنی سرزمین کی خصوصی روشنی، دو تین پہاڑیوں کا نقش، پسندیدہ درخت، کسی ایک عورت کا چہرہ ایک ایسی دنیا کو تصور میں لاتے جو، ناقابل تردید تھا۔

آخر کار ان عاشقوں کا ذکر بھی ضروری ہے جو بیحد دلچسپی کا حامل ہے اور جن کے بارے میں یہ قصہ گو بات کرنے کا اہل بھی ہے۔ وہ بہت سی جذباتی حالتوں سے دو چار تھے، ان میں غم کا احساس سب سے زیادہ نمایاں تھا۔ دراصل اس صورتحال کی بدولت وہ ایک طرح کی پرجوش معروضیت سے اپنے جذبے کا جائزہ لینے لگے تھے۔ اور ان حالات میں یہ ممکن نہیں تھا کہ ان کی کوئی کوتاہی ان کی نگاہ سے مخفی رہتی۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ ان کی حرکات و سکنات کو تصور میں نہیں لا سکتے تھے جو ان سے جدا ہو چکے تھے۔ وہ اپنی اس بے خبری کو ناپسند کرنے لگے تھے جو غیر حاضر محبوبوں کی مصروفیات کے بارے میں تھی۔ وہ اپنی اس بے دھیانی کو مورد الزام تصور کرتے تھے۔ کہ وہ یہ سوچنے کا بہانہ کرتے تھے کہ محبت کرنے والے کے لئے، جب محبوب اس کے پاس نہ ہو، اس کی مصروفیت کے بارے میں سوچنا خوشی کا باعث نہیں بن سکتا۔ وہ اپنے آپکو موردالزام بھی ٹھہراتے تھے کہ ماضی میں انہوں نے اس بارے میں زیادہ توجہ نہیں دی اور اس لئے بھی کہ محبوب کے مشاغل کے بارے میں سوچنے سے تمام خوشیاں حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اس کے بعد ان کے لئے یہ ممکن تھا کہ وہ محبت میں اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیں۔ عام حالات

میں شعوری یا غیر شعوری طور پر ہم یہ جانتے ہیں کہ کوئی ایسی محبت نہیں ہے جس سے تجاوز نہ کیا جا سکے ۔ لیکن ہم کم و بیش کس قدر اطمینان سے یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ ہماری محبت اوسط درجے کی تھی ۔ لیکن یادوں کو مطمئن کرنا آسان نہیں ہوتا ۔ ایک خاص انداز سے یہ بد قسمتی ہم پر باہر سے عائد کی گئی تھی جو ناواجب تھی اور ہماری ناراضگی کا باعث تھی ۔ یہ ہمیں تحریک دیتی کہ ہم خود ہی اپنے لئے دکھ کو جنم دیں اور پھر اس سے پیدا ہونے والی مایوسی کو قبول کریں ۔ چنانچہ اس طرح وبا نے ہماری توجہ کو منعطف کیا جو انتشار پھیلانے کا ایک طریقہ تھا۔

چنانچہ اس طرح ہم یک روزہ زندگی بسر کرنے لگے ۔ لاتعلق آسمان کے روبرو تنہائی کا یہ نیا احساس جو شخصیتوں میں تبدیلی پیدا کر سکتا تھا ان میں لاتعلقی کو جنم دینے لگا۔ مثال کے طور پر ہمارے کچھ شہریوں میں ایک طرح کی اطاعت پیدا ہوئی جس نے انہیں سورج اور بارش کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ۔ انہیں دیکھ کر یہ محسوس ہوتا تھا کہ انہیں پہلی مرتبہ براہ راست موسموں نے متاثر کیا تھا ۔ سنہری دھوپ کی ایک جھلک سے وہ اس دنیا سے خوش ہو جاتے ۔ جبکہ برسات ان کے چہروں اور سوچوں کو ایک گہرے پردے سے ڈھانپ دیتی ۔ اب سے کچھ ہفتے پہلے وہ موسموں کی اس غیر معمولی تندی سے آزاد تھے کیونکہ وہ اس دنیا سے تنہا روبرو نہیں تھے ، ان کی دنیا ان لوگوں سے آباد تھی جو ان کے ساتھ رہے تھے ۔ لیکن اب معاملہ مختلف تھا ، بالفاظ دیگر وہ موسموں کے رحم و کرم پر تھے ، وہ کسی وجہ کے بغیر دکھ اٹھاتے تھے یا پر امید تھے ۔

تنہائی کی اس انتہائی حالت میں کوئی بھی اپنے ہمسائے کی مدد کو نہیں آ سکتا تھا اور یوں ہر کوئی اپنے خیالوں میں مگن رہتا ۔ اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اعتماد میں لینا چاہتا یا اپنے جذبات کے اظہار کی کوشش کرتا تو اس کا جو بھی جواب ملتا وہ اسے زیادہ گھائل کر دیتا ۔ اور پھر اس پر یہ منکشف ہوتا کہ وہ جس شخص سے بات کر رہا تھا وہ دونوں الگ الگ بات کر رہے ہوتے ۔ اگر کوئی دکھ کے بارے میں اپنی طویل عرصے کی سوچ کا اظہار کرتا یا جذبے اور انتظار کی آگ سے صیقل کوئی تصویر بناتا تو سننے والے کے لئے اس کے برعکس اس کی حیثیت ایک عمومی احساس سے زیادہ نہ ہوتی ، اب غم تھوک کے مال کی طرح بازاروں میں بکتا تھا ۔ اس کا جواب دوستانہ ہوتا یا معاندانہ لیکن ہمیشہ اس موضوع سے ہٹا ہوتا ۔ چنانچہ اظہار کی کوشش کو ترک کرنا مناسب سمجھا گیا ۔ کم سے کم ان کے لئے جو تنہائی کو برداشت نہیں کر

سکتے تھے اور دوسرے جو دل کی آواز کے لئے مناسب الفاظ کو تلاش نہیں کر سکتے تھے، انہوں نے بھی مروجہ زبان کے استعمال پر اکتفا کیا جو روزمرہ کے واقعات کے بیان یا اخباری زبان پر مشتمل تھی ۔ چنانچہ حقیقی غم کے جذبات کا بھی اس عامیانہ زبان کے متعین مفاہیم کے ذریعے اظہار کیا جانے لگا ۔ بہرکیف طاعون کے قیدیوں کو یہ انعام ملا تھا وہ گفتگو کے لئے اپنے کونسیرژ یا سامعین کی دلچسپی کے رحم و کرم پر تھے ۔۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ ان کے دکھ اور غم کی شدت کا بوجھ اٹھانا مشکل تھا اور ان کے دلوں کے خلا کے باوجود یہ کہا جاسکتا تھا کہ یہ جلاوطن طاعون کے ابتدائی دنوں میں ایک حد تک حق یافتہ تھے ۔ اس لمحے جب شہر کی آبادی میں ہر اس پھیلنے لگا تو ان کی توجہ کا مرکز وہ لوگ تھے جن کے وہ منتظر تھے ۔ اس عمومی مصیبت میں محبت اور انانیت ان کی حفاظت کر رہی تھیں ۔ اور جب وہ طاعون کے بارے میں سوچتے تو انہیں خطرہ لاحق رہتا کہ کہیں ان کی یہ جدائی دائمی صورت اختیار نہ کرے ۔

اس بیماری کے دوران ایک طرح کی لاتعلقی انہیں سکون دینے لگی تھی ۔ ان کی مایوسی نے انہیں ابتری سے محفوظ رکھا تھا ۔ اس طرح ان کی بدقسمتی میں بھی ایک طرح کے بچاؤ کی صورت تھی ۔ اگر کسی کو یہ بیماری لگ جاتی اور اسے احتیاط کی مہلت تک نہ ملتی اس کی ذات سے گفتگو ختم ہو جاتی اور اسے براہ راست زمین کی گھمبیر خاموشی میں دفن کر دیا جاتا ۔ یوں اسے کسی چیز کے لئے کوئی مہلت نہ ملتی ۔

۲

جب کہ ہمارے شہری اس نئی جلا وطنی سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے شہر کے دروازوں پر طاعون کی وجہ سے سپاہی متعین کر دیئے گئے تھے اور بندرگاہ میں جو جہاز اوراں کی طرف آرہے تھے ان کے راستے بدل دیئے گئے تھے۔ جب سے دروازے بند کئے گئے تھے ایک گاڑی بھی شہر میں داخل نہیں ہوئی تھی ۔ اس دن کے بعد یہ محسوس ہوتا تھا کہ کاریں دن بھر شہر میں چکر لگاتی تھیں۔ شہر کے چوک کی بلندی سے جب بندرگاہ کو دیکھا جاتا تو یہ بھی عجیب و غریب منظر پیش کرتی۔ کاروباری چہل پہل کی بدولت یہ بندرگاہ اس علاقے میں بیحد اہم تھی لیکن اب سب کچھ رک گیا تھا۔ صرف چند ایک جہاز گودی میں لنگر انداز تھے۔ لیکن گھاٹ پر چند مریل بگلوں 'اوندے پڑے ہوئے ڈرموں اور بوریوں کے ڈھیروں سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ کاروبار بھی طاعون کی وجہ سے مر چکا تھا۔

ان غیر معمولی مناظر کے باوجود بظاہر ہمارے شہری یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ ان کے ساتھ کیا بیت رہی تھی۔ تاہم جدائی یا خوف کے جذبات تمام دوسرے معاملات پر حاوی تھے۔ ابھی تک حقیقت میں کسی نے یہ اعتراف نہیں کیا تھا کہ اس بیماری کا مفہوم کیا تھا۔ اکثر لوگوں کو اس کا احساس تھا کہ کوئی چیز ان کی دلچسپیوں اور معمولات میں رکاوٹ کا باعث بن رہی تھی ۔ لوگ مشتعل اور مضطرب تھے لیکن ان احساسات سے طاعون کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا تھا تھے۔۔ مثال کے طور پر پہلا ردعمل یہ تھا کہ حکام کو برا بھلا کہا جائے۔

تنقید کرنے والوں کے لئے پریفکٹ کا جواب غیر متوقع تھا اور جس کی بازگشت اخباروں میں سنی گئی (کیا مجوزہ قواعد میں نرمی نہیں کی جا سکتی؟) ابھی تک اخباروں اور نہ ہی رینڈوک ایجنسی کو سرکاری سطح پر بیماروں کی تعداد سے مطلع کیا گیا تھا۔ اب پریفکٹ روزانہ اینڈوک ایجنسی کو اس درخواست کے ساتھ اعداد فراہم کرتا کہ انہیں ہفتے میں ایک مرتبہ نشر کیا جائے۔

اس معاملے میں بھی عوام کا ردعمل فوری نہیں تھا۔ کیونکہ طاعون کے تین

ہفتوں کے بعد ۲۰۲ افراد کی موت سے ان کی متخیلہ میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے بھی کہ ۲۰۲ کی موت صرف طاعون کی وجہ سے واقع نہیں ہوسکتی تھی۔ دوسری طرف شہر میں کسی ایک کو علم نہیں تھا کہ ایک ہفتے میں عام طور پر کتنی اموات ہوئی تھیں۔ شہر کی آبادی ۲ لاکھ نفری پر مشتمل تھی ۔ کسی نے یہ غور نہیں کیا تھا کہ اموات کی یہ شرح واقعی نارمل تھی ۔ درحقیقت ان افراد کی صحت کے بارے میں کسی نے پرواہ نہیں کی تھی ' باوجود کہ ان میں دلچسپی کا عنصر نمایاں تھا۔ ایک اعتبار سے لوگوں میں تقابل کے عنصر کا فقدان تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا موت کی شرح میں اضافے کے ساتھ ساتھ رائے عامہ اصل حقیقت سے روشناس ہوئی۔ پانچویں ہفتے میں ۳۲۱ ' اور چھٹے ہفتے میں ۳۴۵ ' اموات واقع ہوئیں جو بذات خود ایک ثبوت تھا۔ ایک اعتبار سے یہ تمام اموات طاعون کی وجہ سے نہیں تھیں۔ چنانچہ وہ معمول کے مطابق شہر کے اندر چکر لگاتے اور قہوہ خانوں کی روشوں پر بیٹھ جاتے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں حوصلے کا فقدان نہیں تھا' وہ ایک دوسرے کا مذاق خوش طبعی سے برداشت کرتے جو ظاہر ہے کہ ایک عارضی سی بات تھی' مختصر یہ کہ انہوں نے اپنی ظاہری شباہت کو برقرار رکھا تھا۔ مہینے کے اختتام پر عبادت کے ہفتے کے قریب ' جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا ' کچھ ایسے سنجیدہ واقعات پیش آئے جن سے شہر کی صورتحال بدل گئی ۔ سب سے پہلے پریفکٹ نے کھانے پینے کی انتہائی نقل و حرکت پر پابندی عائد کی ۔ کھانے پینے کی اشیاء محدود کر دی گئیں اور پٹرول راشن کردیا گیا ۔ صرف ناگزیر اشیاء کو بذریعہ ہوائی جہاز یا بذریعہ سڑک لائی گئیں۔ آہستہ آہستہ ٹریفک کم ہوتے ہوتے بالکل معدوم ہوگئی' کھانے پینے کے سامان کی دکانیں بھی بند ہوگئیں' اور دوسری دکانوں پر "فروخت ہوگئی ہیں" کے اشتہار چسپاں کردیئے گئے جبکہ گاہکوں کی قطاریں ان کے دروازوں کے باہر کھڑی ہوتیں۔

اوران نے ایک غیر معمولی صورت اختیار کرلی۔ دکانیں اور بہت سے دفتر بند ہونے کی وجہ سے گلیوں میں پیدل چلنے والے کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔ سردست وہ بے روزگار نہیں تھے چھٹی پر تھے۔ تین بجے سہ پہر کے بعد نیلے آسمان کے نیچے ' ایک جشن مناتے شہر کا تاثر ملتا تھا کہ ٹریفک رکنے اور دکانیں بند ہونے کے بعد جشن منانے والے ہجوم کو سڑکوں پر ہر طرح کی آزادی تھی۔

ظاہر ہے کہ اس عام چھٹی سے سینما گھروں نے خوب پیسہ کمایا لیکن فلموں کی

تبدیلی ممکن نہیں تھی۔ کیونکہ اس علاقے میں فلموں کے آنے جانے کا عمل رک گیا تھا۔ کچھ سینما پندرہ دنوں کے بعد اپنی فلم تبدیل کرتے اور کچھ عرصہ گزرنے کے بعد وہی پروگرام دکھانے پر مجبور تھے۔ اس کے باوجود ان کی آمدنی میں کمی واقع نہ ہوئی۔ خوش قسمتی سے شہر میں قہوہ خانوں میں شراب اور الکوہل کے معقول ذخائر تھے جو اپنے گاہکوں کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے کافی کاروبار کر رہے تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ لوگ کافی مقدار میں شراب پر جی رہے تھے۔ قہوہ خانوں میں سے ایک نے اشتہار چسپاں کر دیا کہ "اچھی شراب جراثیم کش ہے" اس سے عام رائے کو تقویت ملی کہ شراب بیماریوں کے جراثیم کو مار دیتی ہے۔ ہر رات دو بجے کے قریب قہوہ خانوں سے شرابیوں کی معقول تعداد باہر گلی میں خوشی کے نعرے مارتی نکلتی۔

ایک اعتبار سے یہ تبدیلیاں اتنی سرعت سے عمل پذیر ہوئی تھیں جن کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ مستقل تھیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر ہماری تمام تر توجہ اپنے ذاتی جذبات پر مرکوز ہو گئی تھی۔

دروازے بند ہونے کے دو دن بعد ہسپتال میں سے نکلتے ہوئے ڈاکٹر ریو کی کوتار سے ملاقات ہوئی جس کے چہرے سے اطمینان جھلکتا تھا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر ریو نے اسے سلام کیا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے" منحنی آدمی نے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر مجھے اس جہنمی طاعون کے بارے میں بتاؤ جو تشویش پیدا کر رہی ہے۔" جب ڈاکٹر نے سر کو جنبش دی تو اس نے ایک طرح کی سرمستی سے اپنی بات جاری رکھی"۔

"کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ طاعون کا زور کب کم ہو۔ ادھر ادھر دیکھ کر معاملہ گڑبڑ معلوم ہوتا ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لئے دونوں اکٹھے چلنے لگے۔ کوتار نے اپنے علاقے کے ایک پنساری کی کہانی سنائی جس نے کھانے پینے کے بہت سے سامان کا ذخیرہ کیا ہوا تھا کہ اسے مہنگے داموں فروخت کرے گا۔ اس نے سامان سے بھرے ہوئے ڈبے اپنے بستر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہسپتال میں فوت ہو گیا۔ "بے شک طاعون کوئی منافع نہیں دیتی"۔ 'وبا کے بارے میں کوتار کے پاس جھوٹی یا سچی بے شمار کہانیاں تھیں۔ مثال کے طور پر کہا جاتا

ہے کہ ایک شہر میں کسی شخص میں طاعون کی علامتیں ظاہر ہوئیں اور وہ ہذیان بولتا ہوا گلی سے باہر نکلا اور پہلی عورت جو اس کے سامنے آئی اس سے لپٹ کر چیخنے لگا کہ وہ طاعون میں مبتلا تھا۔

"یہ اس کے لئے اچھا ہے"

کوتار نے جملہ کسا، لیکن اس کی خوش مزاجی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

"یہ بات یقینی ہے کہ ہم سب اپنی ہوش کھو دیں گے" اس دن سہ پہر جوزف گراند نے ڈاکٹر ریو کے پاس کچھ ذاتی اعترافات کئے۔ میز پر ریو کی بیوی کی تصویر دیکھ کر اس نے ریو کی طرف دیکھا۔ ریو نے جواباً بتایا کہ اس کی بیوی شہر سے باہر صحت یاب ہونے گئی ہے۔

"ایک اعتبار سے 'یہ محض ایک اتفاق ہے" گراند نے کہا، ۔ڈاکٹر نے اسے جواب دیا کہ یہ واقعی ایک اتفاق تھا، لیکن اصل معاملہ اس کی بیوی کی صحت یابی کا تھا۔

"ہاں، میں سمجھتا ہوں" گراند نے کہا

جب سے ریو اسے جانتا تھا کئی مرتبہ گراند نے اس سے بہت سی باتیں کیں۔ اگرچہ اسے مناسب لفظ ڈھونڈنے میں دقت پیش آتی، بہرکیف وہ کامیاب ہو جاتا۔ تاہم وہ جو کچھ کہنے والا تھا اس کے بارے میں وہ کافی دیر سے سوچ رہا تھا،۔

اس نے ایک نوجوان غریب لڑکی سے، جو ہمسایہ میں رہتی تھی شادی کی تھی اسی لڑکی کی خاطر اس نے اپنی تعلیم کا سلسلہ منقطع کیا اور ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ژینی اور وہ کبھی علاقے سے باہر نہیں نکلے تھے۔ وہ شادی سے پہلے ژینی سے ملنے اس کے گھر جایا کرتا تھا اور ژینی کے والدین اس کے خاموش اور بے وضع چاہنے والے کا تمسخر اڑاتے۔ اس کا باپ ریلوے میں کام کرتا تھا۔ جب وہ کام پر نہ جاتا تو وہ کرسی پر ایک گوشے میں کھڑکی کے پاس بیٹھا، سوچ میں ڈوبا ہوا گلی میں لوگوں کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کرتا رہتا۔ اس کے بڑے بڑے ہاتھ اس کی رانوں پر ہوتے۔ اس کی بیوی ہمیشہ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتی، ژینی اس کی مدد کرتی۔ ژینی اتنی چھوٹی تھی کہ گراند اسے گلی کو عبور کرتے ہوئے دیکھ کر گھبرا جاتا، اس کی طرف آتی ہوئی گاڑیاں بہت بڑی دکھائی دیتیں۔ پھر کرسمس کے دوران ایک دن وہ سیر کرتے ہوئے ایک سجی ہوئی دکان کی تعریف کرنے کے لئے رکے۔ خوشی کے ساتھ کچھ دیر تک اسے دیکھنے کے بعد ژینی کی طرف وہ مڑی "اوہ 'یہ

کتنی خوبصورت ہے"۔ اس نے ژینی کی کلائی دبائی۔ اس کے بعد دونوں کی شادی طے پائی۔

گراند کے مطابق باقی کہانی بڑی سیدھی سادھی تھی جو ساری دنیا کے ساتھ بیتی ہے۔ انسان شادی کرتا ہے، کچھ عرصہ تک محبت کرتا ہے، کام کرتا ہے انسان پھر اتنا کام کرتا ہے کہ محبت بھول جاتا ہے۔ ژینی بھی کام کرتی تھی۔ کیونکہ گراند کے دفتر کے افسر نے اپنا وعدہ پورہ نہیں کیا تھا۔ یہاں جو کچھ گراند کہنا چاہتا تھا اسے سمجھنے کے لئے کس قدر متخیلہ حرکت میں لانے کی ضرورت تھی۔ اس دوران تھکاوٹ نے اسے مغلوب کردیا اور اس کی باتوں کی رفتار کم ہوتی گئی اور وہ اپنی جواں بیوی سے محبت کی حدت کو برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ شخص جو کام کرتا ہے، غربت کا شکار ہے، اور جس کا مستقبل دھیرے دھیرے مقفل ہو جاتا ہے اور میز، کے گرد بجھے ہوئے سایوں کی خاموشی چھا جاتی ہے، اس کی کائنات میں جذبے کی کوئی گنجائش نہیں۔ شاید اس باعث ژینی نے رنج اٹھایا تھا۔ اس کے باوجود اس کے ساتھ وہ رہتی تھی۔ بے شک یوں بھی ہوتا ہے کہ بغیر جانے ہوئے انسان کافی دیر تک رنج اٹھاتا ہے۔ اس طرح سال گزرتے گئے آخر ژینی اسے چھوڑ کر چلی گئی۔ ظاہر ہے کہ وہ اکیلی نہیں گئی تھی " میں تجھ سے بہت محبت کرتی ہوں میں خوشی سے جانا نہیں چاہتی لیکن زندگی کو دوبارہ شروع کرنے کے لئے خوشی ضروری نہیں ہے۔ کم و بیش بات تھی جو اپنے خط میں لکھنا چاہتی تھی۔ جوزف گراند نے اپنے طور پر دکھ اٹھایا تھا، ریو کے مطابق اس نے بھی زندگی دوبارہ شروع کی تھی۔ لیکن، نہیں، نہیں، اس کا اعتماد ختم ہو چکا تھا۔

وہ صرف پیہم اس کے بارے میں سوچا کرتا۔ وہ اسے خط لکھ کر اپنی وضاحت کرنا چاہتا تھا۔ "لیکن یہ مشکل ہے۔ وہ کہتا بہت دیر ہو چکی ہے میں نے اس کے بارے میں سوچا ہے چونکہ یہ ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اس لئے تو ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے الفاظ کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن انسان ہمیشہ محبت نہیں کرتا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اسے اپنے ساتھ رکھنے کے لئے مجھے الفاظ کی ضرورت پیش آئی، لیکن میں ایسا نہ کرسکا، گراند نے اپنی جیب سے ایک خانے دار رومال نکالا اور اپنا ناک صاف کیا ریو نے اسے دیکھا۔

"معاف کرنا ڈاکٹر "بوڑھے نے کہا" لیکن میں کن الفاظ میں کہوں کہ میں تم پر اعتماد کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ بات کرسکتا ہوں۔ اس طرح میں جذباتی ہو جاتا ہوں۔"

ظاہر ہے کہ گراند کے خیالات طاعون سے ہزار کوسوں دور تھے۔ شام کو ریو نے اپنی بیوی کو تار بھیجی کہ شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے اور اسے اپنی صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیے 'وہ ہر وقت اس کے بارے میں سوچتا ہے۔

دروازے بند ہونے کے تیسرے ہفتے بعد ہسپتال سے باہر نکلتے ہوئے ریو نے دیکھا کہ ایک نوجوان اس کا منتظر تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو کہا کہ شاید وہ اسے پہچانتا تھا۔

ریو کا خیال تھا کہ وہ اسے جانتا تھا لیکن وہ ہچکچا رہا تھا۔ اس نے کہا وہ ان واقعات سے پہلے اسے ملنے آیا تھا اور تم نے اس سے عربوں کے بارے میں معلومات طلب کی تھیں۔

"اور ان "ریو نے کہا" تمہارے اخبار کی رپورٹنگ کے لئے اچھا موضوع ہے"۔

دوسرا آدمی کچھ گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اس مقصد کے لئے نہیں آیا تھا بلکہ اسے ریو کی مدد کی ضرورت تھی۔

"معاف کرنا میں شہر میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا۔ اور میرے اخبار کا رپورٹر بدقسمتی سے بے وقوف ہے"۔

ریو نے اسے شہر کے وسط میں واقع ڈسپنسری تک جانے کے لئے کہا جہاں اس نے کچھ چیزوں کا آرڈر دینا تھا۔ وہ شہر کی گلیوں میں سے اترتے ہوئے حبشیوں کے علاقے تک جا پہنچے۔ شام پھیل رہی تھی لیکن شہر ماضی میں اس وقت شور وشغب سے بھرا ہوتا مگر اس وقت خاموش تھا۔ کبھی کبھار فضا میں بگلوں کی آواز سنائی دیتی جو صرف اس بات کا ثبوت تھا کہ فوج پیشہ وارانہ سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ اس دوران وہ ایک دم نمودار ہونے والی نیلگوں گلیوں میں سرخ اور ارغوانی مورش مکانوں کے درمیان میں سے گزرتے جا رہے تھے۔ رامبیر بڑے ہیجانی لہجے میں باتیں کر رہا تھا۔ کہ وہ اپنی بیوی کو پیرس چھوڑ آیا تھا۔ حقیقت میں وہ اس کی بیوی نہیں تھی بلکہ اسے بیوی ہی کہا جا سکتا تھا۔ شہر کے دروازے بند ہوتے وقت رامبیر نے اسے تار دیا تھا۔ پہلے وہ بھی یہ سمجھتا تھا کہ ساری صورتحال عارضی تھی۔ اور وہ صرف بیوی کو اپنا خط پہنچانا چاہتا تھا۔ اس نے جن لوگوں سے رابطہ قائم کیا انہوں نے کہا یہ ناممکن تھا۔ اس کا خط اسے واپس بھیج دیا گیا تھا' پوسٹ آفس کے ایک کلرک نے اس کا تمسخر اڑایا تھا۔ ایک قطار میں دو گھنٹوں کے انتظار کے بعد اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ وہ ایک ٹیلگرام دینا چاہتا تھا جس میں لکھا ہوا تھا "سب کچھ ٹھیک ہے عنقریب ملیں گے"

لیکن اگلی صبح جب وہ بیدار ہوا تو اس پر یہ منکشف ہوا کہ اس صورتحال کے بارے

میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ یہ کب تک قائم رہے ۔ چنانچہ اس نے شہر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔ اپنے پیشے کے حوالے سے وہ کچھ اثر رسوخ استعمال کر سکتا تھا۔ اس نے پریفکٹور کے ڈائریکٹر سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ اس کا اور اس شہر سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اس کا یہاں رہنا ضروری نہیں تھا' وہ حادثاتی طور پر یہاں رہ گیا تھا۔ چنانچہ مناسب تھا کہ اسے یہاں سے ایک مرتبہ جانے کی اجازت دی جائے باہر جانے کے لئے بھی اسے ہسپتال میں معائنہ کروانا ہے ۔ ڈاکٹر نے سے جواب دیا کہ وہ اس کی بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن وہ کسی استثنیٰ کے حق میں نہیں تھا ۔ بہرکیف وہ اس بارے کچھ کرے گا لیکن امید نہیں ہے کہ حکام اس بارے میں جلد کوئی فیصلہ کریں گے کیونکہ اس صورتحال کا بڑی سنجیدگی سے جائزہ لے رہے تھے۔

"لیکن بلآخر "رامبیر نے کہا" میں اس شہر میں اجنبی ہوں"

"بے شک "ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ طاعون زیادہ دیر تک نہیں رہے گی"

مختصر یہ کہ اس نے رامبیر کی دل جوئی کرنے کی کوشش کی اور ایک صحافی ہونے کے ناطے اسے اور ان میں کافی دلچسپ واقعات مل جائیں گے 'بہرکیف اگر تھوڑی سے سوچ بچار کی جائے تو ہر واقعہ کا کوئی نہ کوئی اچھا پہلو نکل آتا ہے"

رامبیر نے جواباً اپنے کندھے سکیڑے۔ وہ چلتے ہوئے شہر کے وسط میں پہنچ گئے۔

" ڈاکٹر ' تم جانتے ہو کہ یہ محض حماقت ہے ۔میں نے اس دنیا میں اس لئے جنم نہیں لیا تھا کہ اخبار کے لئے خبریں بناؤں ۔شاید میں دنیا میں اسے لئے آیا تھا کہ ایک عورت کے ساتھ زندہ رہوں۔ کیا یہ بات معقول نہیں ہے؟

ریو نے جواب میں کہا کہ یہ بات معقول لگتی تھی ۔ مرکزی بولیوار میں معمول کے مطابق بھیڑ نہیں تھی ۔ کچھ مسافر دور افتادہ مقامات کی طرف جانے کی جلدی میں تھے ۔ کسی کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہیں تھی ۔ ریو کا خیال تھا کہ یہ رونڈیک کمپنی کے حالیہ اعلان کا نتیجہ تھا ۔ چوبیس گھنٹوں کے بعد ہمارے شہری پھر پر امید ہو گئے تھے ۔ لیکن جن دن ان کا اعلان کیا یہ اعداد و شمار ہر ایک کے ذہن میں تازہ تھے۔

"حقیقت یہ ہے "رامبیر نے یک لخت کہا" کہ میں اور وہ بہت کم عرصہ اکٹھے رہے ہیں اور رہر دونوں میں ایک دوسرے سے مطابقت ہے۔"

ربو نے جواب میں کچھ نہ کہا۔

"معاف کرنا میں تمہیں بور کر رہا ہوں" رامبیر نے کہا "میری درخواست ہے کہ تم یہ سرٹیفکیٹ دے دو کہ میں اس بیماری میں مبتلا نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس سے میرا کام نکل آئے گا۔"

ریو نے اس بات میں سر کو جنش دی۔ اتنے میں ایک لڑکا کہیں سے آنکلا اور اس کی ٹانگوں سے ٹکرایا اور پھر آرام سے اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے پلاس دی آرام جا پہنچے۔ پام اور انجیر کے درخت دھول سے بھرے ہوئے تھے۔ اور خود آزادی کا مجسمہ اور اس کے گرد انجیر اور پام کے درخت دھول سے بھرے ہوئے تھے۔ وہ اس مجسمے کے قریب پہنچے۔ ریو نے زمین پر ایک کے بعد دوسرا پاؤں مارا کہ ان پر جمی سفید دھول کو صاف کر سکے۔ اس نے رامبیر کی طرف دیکھا۔ اس کا ہیٹ کچھ پیچھے کی طرف کھسکا ہوا تھا۔ نکٹائی کے نیچے اس کے کالر کا بٹن کھلا تھا، اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی، یہ صحافی کچھ شکست خوردہ لگتا تھا۔

"یقین مانو میں تمہاری بات سمجھتا ہوں" بالآخر رامبیر نے کہا۔

"لیکن تمہارا استدلال درست نہیں ہے۔ میرے لئے یہ سرٹیفکیٹ بنانا ممکن نہیں ہے کہ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ تم اس بیماری میں مبتلا نہیں ہو، اور پھر میں یہ کس طرح تصدیق کر سکتا ہوں کہ میرے مطب سے سرٹیفکیٹ کے دفتر تک جاتے ہوئے تم اس بیماری میں مبتلا نہیں ہو پاؤ گے؟ اور اگر میں دے بھی دوں ــــــ

"اگر تم دے دو؟" رامبیر نے کہا۔

"اگر میں تمہیں سرٹیفکیٹ دے بھی دوں تو تمہیں فائدہ نہیں ہو گا؟"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ شہر میں تمہاری طرح کے ہزاروں آدمی ہیں جنہیں باہر جانے کی اجازت نہیں ہے"

"اگر ہم یہ مان لیں کہ وہ طاعون سے متاثر نہیں ہیں؟"

"یہ کوئی معقول دلیل نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ صورتحال احمقانہ ہے لیکن ہم سب اس کی زد میں ہیں۔ یہ جس طرح ہے ہمیں اسے قبول کرنا چاہیے۔ ــــ لیکن میں یہاں کا رہائشی نہیں ہوں ــــــ

"افسوس کہ اس لمحے کے بعد دوسروں کی طرح تم بھی یہیں کہ ہو جاؤ گے۔"

رامبیر نے قدرے بلند آواز میں کہا

"یہ انسانیت کا مسئلہ ہے ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں ۔ تم شاید محسوس نہیں کر سکتے ۔ کہ یہ جدائی ان کے لئے کتنی تکلیف دہ ہے جو ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں"

ریو نے فوراً اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس نے کہا وہ خود اچھی طرح اسے جانتا تھا۔ اس کی پوری خواہش تھی کہ رامبیر اپنی بیوی کے پاس ان لوگوں کی طرح چلا جائے جو ان سے محبت کرتے تھے ۔ لیکن قانون ایک رکاوٹ تھی 'طاعون پھیل چکی تھی اور اسے وہی کچھ کرنا تھا جو وہ کر سکتا تھا۔

"نہیں "ریو نے تلخی کے ساتھ کہا تم نہیں سمجھ سکتے ۔ تم تعقل کی زبان میں گفتگو کرتے ہو ـــــ تم تجرید کی دنیا میں رہتے ہو۔"

ریو نے آزادی کے مجسمے کی طرف دیکھا اور کہنے لگا کہ اسے علم نہیں کہ وہ تعقل کی زبان میں بات کر رہا تھا ۔ البتہ وہ واقعات کی زبان میں گفتگو کر رہا تھا اور یہ ضروری نہیں کہ دونوں ایک ہی ہوں ۔ اخبار نے اپنی نکٹائی ہلا کر درست کی ـــــ

"خیر اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے خود ہی کچھ کرنا ہو گا ۔"اس کے لہجے میں ایک طرح کا چیلنج تھا۔ "میں اس شہر سے باہر نکل جاؤں گا۔"

ڈاکٹر نے کہا کہ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا لیکن یہ اس کا مسئلہ نہیں تھا

"لیکن اگر یہ تمہارا مسئلہ ہوتا "رامبیر نے زور سے کہا ۔ "میں نے تمہاری طرف رجوع کیا کہ مجھے بتایا گیا تھا کہ جو فیصلے کئے جا رہے تھے اس میں تمہارا بہت ہاتھ ہے ۔ میرے خیال میں تم نے جو کچھ بتایا ہے اسے ایک کیس میں انحراف بھی کر سکتے ہو ۔ لیکن تمہارے لئے سب کچھ برابر ہے ۔ تم کسی شخص کو خاطر میں نہیں لاتے ۔ تمہارا خیال ان لوگوں کی طرف نہیں گیا جو جدائی میں ہیں"

ریو نے تسلیم کیا کہ ایک اعتبار سے یہ بات درست تھی کہ اس نے ایسے لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔

" آہ ' میرا خیال ہے تم عوام الناس میں اپنی دلچسپی کے بارے میں بات کرنے والے ہو ۔ لیکن عوام الناس کی فلاح ہم میں سے ہر ایک کی بہتری پر مشتمل ہے ۔'

"چلو چھوڑو ' ڈاکٹر نے کہا جیسے وہ کسی اضطراب سے باہر نکل آیا ہو ! معاملہ کچھ

اس سے بھی زیادہ ہے ۔ اس لئے ایک دم فیصلہ نہیں کرنا چاہیے ۔لیکن تمہارے ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں تھی ۔ اگر تم اس سارے معاملے سے آخر اپنے آپ کو الگ کرلو تو مجھے خوشی ہو گی ۔لیکن کچھ معاملات میں جن کی اجازت میری سرکاری حیثیت نہیں دیتی ۔

رامبیر نے بے صبری سے اپنا سر ہلایا

" ہاں ' میرا غصہ حق بجانب نہیں تھا ۔معاف کرنا ' میں پہلے ہی تمہارا کافی وقت لے چکا ہوں "۔

ریو نے کہا وہ اسے اپنی پیش رفت سے مطلع کرتا رہے اور اسے دل میں نہیں رکھنا چاہیے ۔ اسے یقین ہے کہ کسی سطح پر ان کا آمنا سامنا ہو سکتا ہے " ۔ رامبیر کچھ پریشان سا ہو گیا۔

"میرا خیال ہے "اس نے کہا اور کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد پھر بولا "میرے باوجود جو کچھ تم نے مجھ سے کہا ہے ' اس کے باوجود بھی وہ کچھ ہچکچایا۔

____ "لیکن میں تمہارے ساتھ متفق نہیں ہوں

اس نے اپنے ماتھے کی طرف ہیٹ کھینچا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چلا گیا۔ ریو نے اسے ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا جہاں ژاں تارو مقیم تھا۔

ایک لمحے کے بعد ڈاکٹر نے اپنا سر اٹھایا جیسے وہ اپنی کسی سوچ کی تصدیق کر رہا ہو ۔ اخبار نویس خوشی کے لئے اپنی بے صبری میں حق بجانب تھا ۔لیکن کیا وہ ریو کو مورد الزام ٹھہرانے میں حق بجانب تھا؟

"تم تجرید میں رہتے ہو ۔ یہ واقعی ایک تجرید تھی جس میں ہسپتال کے شب و روز گزر رہے تھے جہاں طاعون دوہرا لقمہ نگل رہی تھی اور موت کے اعداد و شمار ۵۰۰ افراد فی ہفتہ تک جا پہنچے تھے ۔ ہاں بد قسمتی میں تجرید اور غیر معقولیت کا کچھ حصہ شامل ہو تا ہے ۔لیکن جب تجرید قتل و غارت پر اتر آتی ہے تو بہتر یہ ہوتا ہے کہ اس تجرید میں مصروف ہو جائیں ۔ ریو صرف یہی جانتا تھا کہ یہ راستہ آسان نہیں تھا ۔ مثال کے طور پر اضافی ہسپتال کو چلانا آسان نہیں تھا (جن کی تعداد اب تین ہو چکی تھی) اور جن کا چارج اس کے پاس تھا ۔ اس نے ایک ہی کمرے میں اپنا مطلب اور ریسپشن بنایا ہوا تھا ۔ اس نے فرش کھود کر پانی کی ایک جھیل بنائی ہوئی تھی جس میں ایسڈ ڈالا ہوا تھا اور اس کے درمیان اینٹوں کا بنا ہوا ایک جزیرہ تھا ۔ بیمار کو اس جزیرہ میں سے لایا جاتا تھا ' پھر جلدی سے اس کا لباس بدلا جاتا اور اس کے

کپڑوں کو پانی میں پھینک دیا جاتا۔ اسے جلدی سے نہلایا جاتا ' خشک کیا جاتا اور اسے ہسپتال کی کھردری سی قمیض پہنا دی جاتی ۔ اس کے بعد اسے ریو کے پاس لایا جاتا اور پھر ہسپتال کے ایک کمرے میں بھیج دیا جاتا ۔ یہ سکول جسے ہسپتال کے لئے حاصل کیا گیا تھا اس میں پانچ سو بستر لگائے گئے تھے جو تمام بھرے ہوئے تھے ۔ صبح وہ مریضوں کو خود ہی وصول کرتا انہیں ٹیکے لگاتا اور آبلوں پر جراحی کرتا ۔ ریو اعداد و شمار کی تصدیق کرتا اور پچھلے پہر اپنے مطب میں مریض دیکھنے کے لئے چلا جاتا ۔ شام کو وہ مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے نکل جاتا اور رات گئے واپس آتا ۔ گذشتہ رات جب اس کی ماں نے اس کی بیوی کا ٹیلیگرام دیا تھا تو ڈاکٹر کے ہاتھ کانپ رہے تھے ۔

"ہاں" اس نے کہا "جب میں اس سے مطابقت پیدا کرلوں گا تو میرے اعصاب مضبوط ہو جائیں گے"

وہ مضبوط ساخت کا آدمی تھا اور ابھی تک تھکا نہیں تھا ۔ لیکن مریضوں کو بار بار دیکھنے جانا اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا ۔ اور جونہی وبائی بخار کی تصدیق ہو جاتی مریض کا فوری انخلا ضروری تھا ۔ اس کے بعد تجرید ' خاندان اور بیمار خاندان کی مشکل کا آغاز ہو جاتا جسے علم ہوتا کہ وہ مردہ یا صحت یاب ہو کر واپس آئے گا ۔

"یہ قابل رحم ہے ڈاکٹر" تارو کے ہوٹل میں کام کرنے والی عورت کی ماں لوریت نے کہا ' اس کا کیا مطلب ہے ؟ بے شک اسے رحم آتا تھا ۔ لیکن اس سے کسی کو کیا فائدہ تھا ؟ وہ ٹیلیفون کرتا ' کچھ دیر کے بعد ایمبولنس گاڑی کی گھنٹی بجنے لگتی ۔ ابتدا میں ہمسایے کھڑکیاں بند رکھتے ۔ پھر جد و جہد کا مرحلہ شروع ہوتا ' آنسو ' منت سماجت ' مختصر یہ کہ تجرید ! بخار اور دکھ سے دہکتے ہوئے ہسپتال کے کمروں میں عجیب و غریب مناظر دیکھنے میں آتے ۔ لیکن مریض کو یہاں داخل کرایا جاتا بعد میں ریو یہاں سے چلا جاتا ۔

پہلی مرتبہ وہ ٹیلیفون کرتا پھر ایمبولنس کا انتظار کرتا تو دوسرے مریضوں کی طرف بھاگتا ہوا جاتا ۔ والدین دروازے بند کر لیتے اور ان کا طاعون سے رابطہ ایک جدائی کی صورت میں ہوتا جس کو وہ اب اچھی طرح جان چکے تھے ۔ اس کے بعد چیخ و پکار ' احکام ' پولیس کی مداخلت اور پھر فوج کو بلایا جاتا اور مریض کو طوفانی طریقے سے لے جایا جاتا ۔

۳

کچھ لوگ وہ تھے جو حقیقت دیکھنے سے گریزاں تھے۔ کچھ وہ تھے جنہیں حقیقت زیادہ دکھائی دیتی تھی۔ طاعون کا پہلا مہینہ ایک طرح کی افسردگی، طاعون کے پھوٹنے میں زیادہ شدت اور پادری پانیلو کے جذباتی وعظ پر ختم ہوا تھا جس نے وبا کی ابتدا میں میشل کی مدد کی تھی۔ یہ پادری اوراں کے جغرافیائی رسالے میں مضامین کی اشاعت کی وجہ سے جانا پہچانا نام تھا۔ وہ پرانی تحریروں کے پڑھنے میں مہارت رکھتا تھا۔ اس کے قارئین کی تعداد ایک ماہر کی نسبت زیادہ تھی اور وہ جدید انفرادیت پسندی پر کافی لیکچر دے چکا تھا۔ وہ عیسائیت کا دفاع بڑے جذباتی انداز میں کرتا تھا اور موجودہ آزادروی اور قدامت پرستی سے بہت دور تھا۔ اس مرتبہ اس نے اپنے سننے والوں کو سخت حقائق پر بحث تمحیث نہیں کی تھی۔

اس مہینے کے خاتمے پر ہمارے شہر کے مذہبی شعبہ کے حکام نے طاعون کے خلاف ایک ہفتہ کے لئے اجتماعی دعاوں کا اہتمام کیا۔ اس عمومی تقدس کا مظاہرہ اتوار کے دن ایک بہت بڑا مذہبی اجتماع طاعون زدہ سینٹ روش کے نام پر منعقد کیا گیا۔ اس موقعہ پر پادری پانیلولو کو وعظ کرنے کے لئے کہا گیا۔ پندرہ دنوں کے لئے اسے سینٹ آگسٹس اور افریقی کلیسا پر اپنے تحقیقی کام کو روکنا پڑا جس کی بدولت اس تنظیم میں اسے ارفع مقام حاصل ہوا تھا۔ وہ جذباتی اور آتشیں مزاج کا آدمی تھا جس نے اپنے منصب کو بڑی استقامت سے قبول کیا تھا۔ یہ وعظ قبل از وقت ہی کافی بحث کا موضوع بن گیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ اس دور کی تاریخ میں کافی اہمیت کا حامل تھا۔

ہفتہ وار نماز میں لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عام حالات میں اوراں کے لوگ اتنے مذہبی تھے۔ مثال کے طور پر اتوار کے دن سمندر میں نہانے کے اوقات نماز سے متصادم تھے۔۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب کسی روشنی نے ان کے دل منور کر دئیے تھے۔ دراصل شہر کے دروازے بند ہو چکے تھے اور بندرگاہ میں داخل ہونا منع تھا۔ دوسری طرف وہ غیر معمولی ذہنی صورتحال سے دوچار تھے اور جو کچھ انہیں

در پیش تھا اس کا اپنے دل میں اقرار کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ وہ ظاہری طور پر یہ محسوس کرتے تھے کہ کوئی نہ کوئی تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ بہت سے لوگوں کو امید تھی کہ وبا ختم ہونے والی تھی اس طرح وہ اور ان کے خاندان محفوظ رہیں گے۔ نتیجہ کے طور پر وہ اپنی عادتوں میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں لانا چاہتے تھے۔ طاعون ان کے لئے ایک بن بلایا مہمان تھی جسے بہر کیف چلے ہی جانا تھا۔ انہیں خطرے کا احساس تھا لیکن وہ مایوس نہیں تھے۔ وہ ابھی اس منزل تک نہیں پہنچے تھے جب طاعون ان کی زندگی کا حصہ بن جاتی یا جس طرح وہ زندگی بسر کر رہے تھے اسے فراموش کر دیتے۔ مختصر یہ کہ وہ انتظار میں تھے۔ جہاں تک مذہب کا تعلق تھا بہت سے دوسرے مسائل کی طرح طاعون نے ان کے ذہنوں میں تغیر پیدا کیا تھا جو لاتعلقی سے اتنا ہی دور تھا جتنا جذبات سے اور جسے "معروضیت" سے تعبیر کیا جا سکتا تھا۔ وہ بہت سے لوگ جنہوں نے ہفتے کی نماز میں شرکت کی انہوں نے ڈاکٹر ریو کے سامنے کہا تھا" بہر کیف اس سے کوئی نقصان نہیں ہے۔" تارو اس کے بعد اپنی نوٹ بک میں لکھتا ہے کہ ایسی صورتحال میں چینی طاعون کے دیوتا کے سامنے طنبورہ بجانا زیادہ موثر ثابت ہوتا ہوگا یا حفاظتی اقدام لینا۔ اس کے بعد وہ اضافہ کرتا ہے۔ مختصراً یہ کہ طاعون کے دیوتا کی موجودگی کے بارے میں جاننا ضروری ہے اور اس بارے میں ہماری لاعلمی ہر طرح کی آرا کو بے اثر بنا دیتی ہے۔

ہفتہ بھر ہمارے شہر کا کلیسا باعقیدہ لوگوں سے معمور رہا۔ پہلے ہفتے بہت سے لوگ کلیسا کے پورچ کے سامنے انار اور پام کے درختوں کے نیچے کھڑے رہے جو دور سے عبادت کے لفظوں کی پھیلتی ہوئی لہروں کو سن رہے تھے جو گلیوں میں پھیل رہی تھیں۔ ایک ایک کر کے ان کی مدہم آوازیں نمازیوں کی جوابی آوازوں میں شامل ہو رہی تھیں۔ اور اتوار کے دن وعظ سننے کے لئے اتنا ہجوم تھا جو کلیسا کے ہال میں سے نکل کر سیڑھیوں اور احاطے تک پھیلا ہوا تھا۔ کل سے آسمان گھرا ہوا تھا اور موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ جو باہر کھڑے تھے انہوں نے اپنی چھتریاں کھول لی تھیں۔ جب پادری پانیلو منبر پر چڑھا تو کلیسا کے اندرونی فضا لوبان کے دھوئیں سے بوجھل تھی۔

وہ مضبوط ساخت کا درمیانے قد کا آدمی تھا۔ جب وہ منبر کے کناروں کو اپنے چوڑے چکلے ہاتھوں سے پکڑ کر جھکا تو ایک سیاہ بڑا سا سایہ، جس کے مضبوط رخساروں کے اوپر لوہے کے فریم کی عینک تھی، دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آواز جذباتی اور بھاری بھرکم تھی

جو دور تک سنائی دیتی تھی ۔ وہ بار بار ایک ہی جملے پر اصرار کرتا "میرے بھائیو، ہم مصیبت میں گرفتار ہیں، میرے بھائیو، تم اسی کے لائق تھے" ۔ یہ سنتے ہی ایک سرسراہٹ پورچ تک پھیل گئی ۔

اس دردمندانہ خطاب کے بعد جو کچھ پیش آیا، منطقی اعتبار سے وہ اس سے مطابقت نہیں رکھتا تھا ۔ پادری پانیلو نے اپنے شاطرانہ خطاب میں ایک ہی وار میں سب کچھ کہہ دیا جو وہ کہنا چاہتا تھا ۔ پانیلو نے یہ جملے ادا کرنے کے فوراً بعد مصر میں طاعون کے باعث ہجرت سے متعلق متن پڑھ کر سنایا ۔ پہلی مرتبہ جب طاعون تاریخ میں نمودار ہوئی اس کا مقصد خدا کے دشمنوں کو ہلاک کرنا تھا ۔ فرعون مقدر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا مگر طاعون نے اسے گھٹنوں کے بل نیچے گرا دیا ۔ چنانچہ تاریخ کے آغاز سے خدا کی طاعون نے متکبروں اور نابیناؤں کو شکست دی ۔ اس بارے میں غور کرو اور اپنے گھٹنوں پر جھک جاؤ ۔" باہر بارش تیز ہوگئی اور اس کا یہ آخری جملہ مکمل خاموشی میں گونجا اور یہ خاموشی دریچوں کے پشتوں پر بارش گرنے کے شور سے زیادہ گہری ہوگئی ۔ ان سے اتنا شور بلند ہو رہا تھا کہ قدرے تامل کے بعد عبادت کرنے والے اپنی کرسیوں سے کھسک کر اپنے گھٹنوں پر جھک گئے ۔ دوسروں نے ان کی پیروی کی اور کرسیوں کی چرچراہٹ کے علاوہ اور شور پیدا کئے بغیر تمام سامع گھٹنوں پر جھک گئے تھے ۔ پانیلو سیدھا کھڑا ہو گیا ۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اس کی آواز میں بتدریج جوش پیدا ہوتا گیا ۔ "اگر آج طاعون تمہارے درمیان ہے تو یہ ایک لمحہ فکر ہے ۔ جو لوگ راستی پر ہیں انہیں خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں جو بدکار ہیں انہیں ڈرنا چاہیئے ۔ کیونکہ طاعون خدا کا موسل ہے اور یہ دنیا اس گندم کوٹنے کا فرش ہے ۔

اس کائنات کے وسیع تناظر میں سنگدل موسل گندم کے سٹوں کو اتنا زدوکوب کرے گا کہ دانے باہر نکل آئیں گے ۔ اس طرح گندم کے دانے کی بجائے اس کے بھوسے کی تعداد زیادہ ہوگی اور اس طرح صرف چند منتخب باقی رہ جائیں گے تاہم یہ مصیبت خدا کی طرف سے نہیں بھیجی گئی ۔ ایک مدت سے اس دنیا میں بدی کا راج رہا ہے اور بہت دیر تک اس نے خدا کے رحم سے فائدہ اٹھایا ہے ۔ انسانوں نے سوچا کہ انفعال کافی تھا اور اس کے بعد ہر چیز کی اجازت تھی ۔ اور اس انفعال کے بعد ہر ایک مطمئن محسوس کر رہا تھا ۔ اب وہ لمحہ آگیا ہے کہ ہر کوئی اس کا ثبوت بہم پہنچائے ۔ اس دن کے بعد یہ آسان ہوگیا کہ ہر چیز سے دستبردار ہو کر اسے یونہی چلنے دیا جائے اور باقی معاملے کو خدا کے رحم پر چھوڑ دیا

جائے لیکن یہ معاملہ زیادہ دیر تک نہ قائم رہا۔ ایک طویل مدت سے خدا اس شہر کے لوگوں کو رحم کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا لیکن وہ انتظار کرتا کرتا تھک گیا لیکن اپنی ازلی امید سے مایوس ہو کر اس نے اپنی نگاہیں دوسری طرف کرلیں ۔ خدا کی روشنی سے محروم ہو کر ہم ایک مدت سے طاعون کے اندھیرے میں غلطاں ہیں۔"

عبادت گاہ میں کسی نے مضطرب گھوڑے کی طرح خراٹا لیا، پادری نے ایک لمحے کے لئے توقف کیا اور پھر دھیمی آواز میں کہنے لگا "ہم نے سنہری کہانی "میں پڑھا ہے کہ شاہ امبر یٹو کے زمانے میں روم میں اتنی شدید طاعون پھیلی تھی کہ کوئی زندہ نہیں بچا تھا جو مردوں کو دفن کرسکتا۔ اس طاعون نے سب سے زیادہ روم اور پاویا میں تباہی مچائی تھی۔ اس اثنا میں ایک فرشتہ نمودار ہوا جس نے بدی کے فرشتے کو، جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، حکم دیا کہ مکانوں پر حملہ کرے۔ اس نے مکانوں پر اتنی مرتبہ ضرب لگائی کہ بہت سے مردے بر آمد ہوئے"۔

یہ کہنے کے بعد پانیلو نے اپنے چھوٹے سے بازو پورچ کی طرف پھیلائے جیسے وہ بارش کے مرتعش پردے کے پیچھے کسی کی طرف اشارہ کر رہا ہو۔ "پیارے بھائیو۔یہی وہی مہلک شکار ہے جو آج تمہاری گلیوں میں بھاگ رہا ہے۔ وبا کے اس فرشتے کی طرف دیکھو جو لوسیفر کی طرح خوبصورت اور بذات خود بدی کی طرح درخشاں ہے۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ میں ایک بڑا سا نیزہ لئے تمہاری چھتوں کے اوپر منڈلا رہا ہے۔ وہ وار کرنے کے لئے تیار ہے۔ ہو سکتا ہے تم میں سے کسی ایک کو مکان اس کا نشانہ ہو۔ ہو سکتا ہے اس لمحے اس کی انگلی کا اشارہ تمہارے گھر کی طرف ہو اور نیزہ لکڑی کی دیوار سے ٹکرا رہا ہو اور ایک لمحے کے بعد طاعون تمہارے گھر میں داخل ہو کر تمہاری واپسی کی منتظر ہو گی۔ یہ خاموشی اور صبر سے انتظار کرے گی۔ یہ ہاتھ جو تمہاری طرف پھیلا ہوا اسے دنیا کی کوئی طاقت، یہ بات اچھی طرح سمجھ لو، اس دنیا کا کوئی متکبر علم، یہ اچھی طرح جان لو، تمہیں اس سے محفوظ نہیں رکھ سکتا اور دکھ کے خون آلود فرش پر تمہیں گندم کے چھلکے کی طرح نابود کر دے گا۔

اس مرحلے پر پہنچ کر پادری نے موسل کے تصور کو زیادہ بلند آواز سے بڑے دردمندانہ طریقے سے واضح کیا۔ اس نے لکڑی کے بہت بڑے ڈنڈے کا نقشہ کھینچا جو شہر کے اوپر منڈلا رہا تھا جو اوپر نیچے ہوتا ہوا سب کو ضربیں لگاتا ہوا لہو نیچے گراتا ہوا انسانی دکھ میں اضافہ کر رہا تھا اور جو تخم ریزی کے وقت "صداقت کی فصل بوئے گا۔"

اپنی طویل تقریر کے اختتام پہ پادری پانیلو رک گیا، اس کے بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے اور اس کے ہاتھوں نے منبر پکڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کا سارا بدن مرتعش تھا۔ تاہم اس کے لہجے میں الزام دہی کا انداز تھا۔

"ہاں، اب لمحہ فکر آگیا ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ اتوار کے روز خدا کے حضور میں پیش ہونا کافی ہے اور باقی دنوں کی تمہیں آزادی ہے کہ عبادت کے دوران تمہارا ہلکا سے سجدہ تمہاری مجرمانہ لاتعلقی کا کفارہ ادا کرے گا۔ لیکن خدا اتنا نرم دل نہیں ہے۔ اس سے یہ واجبی سا تعلق اس کی محبت کی اشتہا کے لئے کافی نہیں ہے۔ وہ تمہیں دیر تک اور زیادہ مرتبہ دیکھنے کا متمنی ہے۔ یہ اس کی محبت کا انداز ہے۔ بالفاظ دیگر یہ اس کی محبت کرنے کا واحد انداز ہے۔ اس لئے تمہارے انتظار سے تھک کر اس نے طاعون کو اس طرح بھیجا ہے جس طرح گناہ کے تمام شہروں کی طرف بھیجا تھا کیونکہ انسانوں کی تاریخ ایک ہی ہے۔ تم جانتے ہو یہ طاعون اس طرح کی ہے جس طرح قابیل نے اپنے بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد سزا اٹھائی تھی۔ جس طرح سدوم گومورا کے لوگوں نے فرعون اور جاب نے خمیازہ اٹھایا تھا۔ اور ان کی طرح تم لوگوں اور چیزوں کو تازہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جبکہ شہر کے دروازے تمہارے لئے اور طاعون کے لئے بند ہو چکے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ بلآخر تمہیں اپنے خیالات کو پہلی اور آخری چیز پر مرکوز رکھنا ہے۔"

مرطوب ہوا کے جھونکے کلیسا کے اندر محراب میں کھڑے حاضرین کو چھو رہے تھے اور موم بتیوں کے شعلے جھلملا رہے تھے۔ موم بتیوں کی بھرپور بدبو سے کھانسی اور چھینکو کا شور پادری کی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ وہ نہایت سنجیدگی سے اپنے منبر پر آگیا اور اس نے پرسکون آواز میں کہا۔

"تم لوگوں میں بہت سے ایسے ہیں جو یہ جاننا چاہیں گے میں کہاں تک جانا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں حقیقت تک لے جانا چاہتا ہوں کہ تم خوشی منا سکو ___ باوجویکہ میں نے تم سے جو کہا ہے۔۔ اب یہ نصیحت کا وقت نہیں ہے، ایک برادرانہ ہاتھ تمہیں نیکی کی طرف لے جاسکتا ہے۔ آج صداقت کا راج ہے اور نجات کا راستہ وہ سرخ نیزہ ہے جس کا رخ تمہاری طرف ہے اور تمہیں دھکیلتا ہوا آگے لے جارہا ہے۔ وہ یہاں ہے دوستو، تم پر منکشف ہو جائے گا یہ مقدس رحم کا جذبہ ہے جس نے تمام چیزوں میں نیکی بدی پیدا کی ہے۔ غضب اور رحم، طاعون اور تمہاری نجات۔ یہ طاعون جو تمہیں ہلاک کر رہی ہے یہی تمہیں نجات دے گی

اور راہ دکھائے گی۔

ایک زمانہ ہوا جب ایبے سینا کے عیسائیوں نے طاعون کو خدا کیطرف سے ابدیت حاصل کرنے کا ذریعہ تصور کیا۔ وہ لوگ جو ابھی طاعون سے متاثر نہیں ہوئے تھے انہوں نے اپنے گرد وہ لباس اوڑھ لئے جن میں طاعون زدہ ہلاک ہوئے تھے تاکہ ان کی موت یقینی ہو جائے۔ بیشک نجات پانے کا یہ طریقہ قابل تعریف نہیں ہے۔ یہ عجلت قابل افسوس تھی اور تکبر سے مماثل تھی۔ کسی شخص کو خدا کو مجبور کرنا نہیں چاہیئے کہ وہ نظام جو اس نے بنایا ہے اس میں تیز رفتاری پیدا کرے۔ ایسا کرنا کفر کے مترادف ہے۔ ہم اس مثال سے کم سے کم سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے روشن ذہنوں سے مطابقت نہیں رکھتی تاہم انسانی دکھوں کی تہہ میں ابدیت کی روشنی ایک شعلے کو منور کرتی ہے، اور یہ روشنی ان تاریک راستوں کو منور کرتی ہے جو نجات دلاتے ہیں۔ یہ خدا کی رضا کو کسی ناکامی کے بغیر بدی کو نیکی میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اور آج یہ پھر ہمیں موت اور آہ و بکا میں سے اس مقدس روشنی کی طرف لے جا رہی ہے جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے ـــــ تو بھائیو میں تم اتنا بڑا دلاسہ دیا ہے کہ جب تم یہاں سے جاؤ تو اپنے ساتھ نہ صرف ملامت بلکہ عافیت کا پیغام بھی ساتھ لے کر جاؤ"۔

عام خیال تھا کہ پانیلو کا وعظ ختم ہو گیا تھا۔ باہر بارش تھم گئی تھی۔ آسمان پہ بادل اور سورج کی روشنی گھل مل کر گرجا کو زرد روشنی سے منور کر رہی تھی۔ گلی میں گاڑیوں کا شور اور مبہم آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا کہ شہر بیدار ہو رہا تھا۔ سامعین خاموشی سے سرسراہٹ کے ساتھ اپنی چیزیں اکٹھی کرنے لگے تھے۔ بہر کیف پادری نے پھر بات شروع کی کہ طاعون کو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا کہ وہ گناہوں کی سزا دے سکے۔ وہ اپنا وعظ ختم کر چکا تھا لیکن اس المیہ موضوع پہ اس کی فصاحت بیجا تھی۔ پادری نے یہ محسوس کیا تھا کہ اس نے سب کچھ واضح کر دیا تھا۔ لیکن منبر سے ہٹنے سے پہلے وہ یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ مارسیلز میں سیاہ موت کی تاریخ پڑھ رہا تھا اس کا مصنف میتھو ماریس اپنی قسمت کا رونا روتا ہے کہ اسے ایک بے یار و مددگار اور امید سے تہی جہنم میں ڈال دیا گیا تھا۔ خیر میتھو نابینا تھا۔ آج سے پہلے پادری پانیلو نے اتنی شدت کے ساتھ کبھی خدا کی مدد اور عیسائیوں کی امید کے تصور کو محسوس نہیں کیا تھا۔ ان سیاہ دنوں میں وہ امید کے خلاف امید کرتے ہوئے ان دنوں کے خوف اور دکھ کی آہ و بکا کے باوجود ہمارے شہری خدا کے روبرو بالکل

حقیقی عیسائی دعا مانگیں گے جو محبت کی دعا ہو گی۔اور باقی کا خدا حافظ ہے۔

۴

یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے شہریوں پر اس وعظ کا کیا اثر ہوا تھا۔ اوتھان مجسٹریٹ نے ڈاکٹر ریو کو بتایا کہ اس کی رائے میں پادری پانیلو کا وعظ ناقابل تردید تھا۔ لیکن تمام لوگ اس رائے کے حامل نہیں تھے۔ درحقیقت پادری نے صرف خیالات کو وضاحت سے بیان کیا تھا جو ابھی تک مبہم تھے کہ انہیں کسی نا معلوم جرم کی پاداش میں غیر معینہ مدت کی سزا دی گئی تھی۔ ان میں سے کچھ نے اپنی قید سے مطابقت پیدا کر لی تھی اور اپنی چھوٹی سی زندگی کی معمولات کو پورا کرتے تھے، ان کے برعکس وہ بھی تھے جو اس قید کو توڑ کر باہر نکلنا چاہتے تھے۔

لوگوں نے اس حالت کو قبول کر لیا تھا کہ ان کا رابطہ خارجی دنیا سے کٹ چکا تھا، انہوں نے اپنی عادات میں بعض وقتی ناخوشگواری کو برداشت کیا تھا۔ لیکن ایک دم نیلے آسمان کے نیچے، جہاں گرمی فروغ پر تھی، انہوں نے علیحدگی کو محسوس کیا اور انہیں یوں لگا کہ یہ تنہائی تمام عمر تک برقرار رہے گی۔ شام کی تازہ ہوا ان میں توانائی پیدا کرتی اور بعض اوقات وہ مایوسی میں عجیب و غریب حرکات بھی کرتے تھے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ محض اتفاق نہیں تھا، اتوار کے دن وعظ کے بعد ایک عمومی ابتری، جو خاصی گھمبیر تھی، پھیل گئی جس سے یہ شک پیدا ہوا کہ ہمارے شہری اپنی اصل صورتحال کو محسوس کرنے لگے تھے۔ اس نقطہ نظر سے ہمارے شہر کی آب و ہوا میں تبدیلی آچکی تھی۔ لیکن یہ محض آب و ہوا کی تبدیلی تھی یا تغیر دلوں میں بھی آچکا تھا۔ درحقیقت اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ تبدیلی فضا میں ہوئی تھی یا دلوں میں آئی تھی۔

اس وعظ کے چند دن بعد ریو گراند کے ساتھ شہر کے مضافات میں جا رہا تھا کہ وہ رات کے وقت ایک شخص اس سے ٹکرایا جو ان کے سامنے کھڑا تھا اور آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت ہمارے شہر کے لیمپ جو روز بروز دیر سے روشن ہونے لگے تھے، ایک دم منور ہوئے اور بہت ہی اونچے لیمپ کی روشنی سیدھی اس شخص پر منعکس ہوئی جس کی آنکھیں بند تھیں اور جو کوئی شور کئے بغیر ہنس رہا تھا۔

"یہ پاگل ہے ......"۔ گراند نے کہا

ریوؔ جو اس کا بازو پکڑ کر آگے چلنے لگا تھا اس نے محسوس کیا کہ گراند بری طرح کانپ رہا تھا۔

"اگر معاملات اسی طرح چلتے رہے تو ہمارا شہر ایک پاگل خانہ بن جائے گا۔" ریو نے کہا۔ اس نے تھکن محسوس کی اور اس کا حلق بھی خشک ہو رہا تھا۔

"کیا کچھ پیئں؟"

اس چھوٹے سے قہوہ خانے میں جس میں وہ داخل ہوئے کاؤنٹر پر صرف ایک لیمپ جل رہا تھا، گہری سرخ مائل فضا میں لوگ کسی ظاہری وجہ کے بغیر دھیمی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔ کاؤنٹر پر گراند نے خالص الکوہل مانگ کر ڈاکٹر کو حیرت میں ڈال دیا جو اس نے ایک جرعے میں پی لی۔

"بہت تیز ہے" اس نے کہا اور باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ باہر نکل کر ریو نے محسوس کیا کہ رات سرگوشیوں سے معمور تھی۔ آسمان پر لیمپوں کے اوپر ایک گھمبیر سی سرسراہٹ نے اسے یاد دلایا کہ طاعون کا چوبی ڈنڈا گنگنی فضا میں ضربات لگا رہا تھا۔

"خوشی کی بات ہے" گراند نے کہا۔ ریو نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا"

"خوش قسمتی سے میرے پاس اپنا کام ہے" اس نے کہا

"ہاں" ریو نے کہا "اس میں ایک فائدہ ہے"۔ وہ ہوا میں سرسراہٹ کو سننا نہیں چاہتا تھا اس لئے اس نے گراند سے پوچھا کہ کیا وہ اپنے کام سے مطمئن تھا۔

"ہاں" میرا خیال ہے، میں ٹھیک چل رہا ہوں۔

"کیا اس کے علاوہ تم کچھ اور بھی کرتے ہو؟"

گراند میں زندگی کے آثار نمایاں ہوئے تھے، الکوہل کی گرمی اس کی آواز میں تیر رہی تھی

۔"لیکن مسئلہ یہ نہیں ہے ڈاکٹر، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مسئلہ یہ نہیں ہے۔"

اندھیرے میں ریو نے دیکھا کہ وہ اپنے بازو کو ہلا رہا تھا اور جیسے کچھ کہنے کی تیاری کر رہا تھا جب وہ بات کرنے لگا تو الفاظ پر جستگی سے اس کے منہ سے نکلنے لگے۔

"ڈاکٹر در اصل میں یہ چاہتا ہوں کہ جس دن مسودہ پبلشر کے یہاں پہنچے وہ اس کے

پڑھنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنے ساتھیوں سے کہے "میں ہیٹ اتار کر سلام کرتا ہوں"
اس برجستہ اظہار سے ریو ہکا بکا رہ گیا۔ اس کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا جب اس کا ساتھی اپنا ہاتھ سر کی طرف یوں لے کر گیا جیسے وہ ہیٹ اتارنا چاہتا ہو۔ وہ اپنا بازو سینے کے متوازی لے آیا۔ اور اوپر سے عجیب و غریب سرسراہٹ زیادہ شدت سے سنائی دینے لگی۔
۔"ہاں" گراند نے کہا "اسے بےعیب ہونا چاہیئے"۔۔۔۔ اگرچہ ریو ادب کے بارے میں بہت کم جانتا تھا لیکن اسے یہ علم تھا کہ یہ معاملات اتنی آسانی سے طے نہیں ہوتے۔ مثال کے طور پر ناشر اپنے دفتر میں ہیٹ پہن کر نہیں بیٹھتے۔ لیکن اس کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا اور ریو نے خاموشی کو ترجیح دی۔ اس کے باوجود اس کے کان طاعون کے پر اسرار جراثیم کی سرسراہٹ پر لگے ہوئے تھے۔ وہ شہر کے اس علاقے میں پہنچ گئے جہاں گراند رہتا تھا، یہ علاقے نسبتاً بلندی پر واقع تھے۔ وہاں ہلکی خشک ہوا سے انہوں نے تازگی محسوس کی جو شہر کے سارے شور و شغب کو ان سے دور لے جا رہی تھی۔ گراند بدستور باتیں کرتا رہا لیکن جو کچھ وہ کہہ رہا تھا ریو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ وہ صرف یہ سمجھا تھا کہ یہ تخلیق بیحد ضخیم تھی اور مصنف نے اسے کامل بنانے کیلئے جو زحمت اٹھائی تھی وہ بہت زیادہ تھی، شامیں، ہفتے صرف ایک لفظ کے لئے یا ایک حرف عطف کے لئے صرف ہوئیں" اس کے بعد گراند خاموش ہو گیا اور اس کے ریو کے کوٹ کا بٹن پکڑ لیا اور اس کے منہ سے الفاظ بمشکل باہر نکل رہے تھے۔

"ڈاکٹر میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ " لیکن " اور ایک " میں تمیز کرنا مشکل نہیں ہے تاہم "اور " پھر " میں تمیز کرنا قدرے مشکل ہے۔ مگر سب سے مشکل مرحلہ یہ جاننا ہے" کہ "اور" کو" کہاں استعمال کرنے ہیں "۔

"ہاں "میں تمہاری بات سمجھتا ہوں" ریو نے کہا،

اس نے دوبارہ چلنا شروع کر دیا، ریو کچھ پریشان ہو گیا، اس نے ایک دو قدم لئے اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"معاف کرنا آج کی شام مجھے کیا ہو گیا ہے" اس نے بے ڈھنگے طریقے سے کہا۔
ریو نے دھیرے سے اس کا کندھا تھپتھپایا اور کہا کہ وہ اس کی مدد کرنا چاہتا تھا کہ اس کی کہانی بڑی دلچسپ تھی۔ گراند میں کچھ اعتماد پیدا ہوا، اپنے گھر کے سامنے پہنچنے کے بعد اس نے قدرے ہچکچاہٹ کے ساتھ ڈاکٹر کو اوپر اپنے مکان میں چلنے کے لئے کہا۔

ریو مان گیا۔

کھانے کے کمرے میں گراند نے اسے میز کے پاس ایک کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا جو کاغذوں سے بھری ہوئی تھی جن پر باریک تحریر رقم تھی ۔جس پر جگہ جگہ غلطیاں لگائی گئی تھیں۔

"اچھا یہ ہے " گراند نے ریو کو کہا جو اپنی نگاہوں سے جائزہ لے رہا تھا، " کیا تم کچھ پیو گے ؟ میرے پاس تھوڑی شراب ہے ۔ریو نے انکار کر دیا۔ وہ کاغذوں کا مشاہدہ کر رہا تھا"

"انہیں مت دیکھو " گراند نے کہا "یہ میرا پہلا جملہ ہے ،یہ میرے لئے مشکل پیدا کر رہا ہے "

وہ بھی میز پر رکھے کاغذوں کو دیکھ رہا تھا اور اس ہاتھ غیر اختیاری طور پر ان کی طرف آگے بڑھا ہوا تھا جسے وہ پکڑ کر شیڈ کے بغیر بلب کی طرف لے جا کر دیکھ رہا تھا، اس میں سے روشنی نظر آ رہی تھی ۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کانپ رہا تھا اور ریو نے دیکھا کہ اس کی پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا۔

"بیٹھو بیٹھو " اس نے کہا " مجھے یہ پڑھ کر سناؤ "

"ہاں " گراند کی آنکھوں میں کس قدر تشکر کا احساس نمایاں تھا اور اس نے مسکرا کر کہا

"میں اسے تم سے سننا چاہتا ہوں"

اس نے کچھ انتظار کیا پھر کاغذوں دیکھتے ہوئے وہ بیٹھ گیا ۔ اس دوران ریو شہر میں سے بلند ہوتے عجیب و غریب شور کو سن رہا تھا جو طاعون کے جراثیم کی سرسراہٹ کا جواب معلوم ہوتا تھا ۔ اس لمحے شہر کے بارے میں اس کا وژن بڑا واضح لیکن تکلیف دہ تھا، شہر پاؤں میں گرا ہوا تھا ، اس کا رابطہ منقطع تھا جس کی خوفناک چیخیں رات میں دفن ہو رہی تھیں ۔ گراند کی بھاری بھرکم آواز بلند ہوئی ۔

"مئی کے مہینے کی ایک خوبصورت صبح ایک خوبصورت عورت ایک چست و چوبند گھوڑی پر سوار بولان کے جنگل کو جاتے راستے پر دیکھا گیا تھا" پھر خاموشی چھا گئی اور تکلیف میں مبتلا شہر کی مبہم سرسراہٹ سنائی دینے لگی ۔ کچھ لمحوں کے بعد اس نے نظر اٹھائی ۔

"تم کیا سوچ رہے ہو؟"

ریو نے جواب دیا پہلی سطر نے مجھ میں شوق پیدا کیا ہے کہ آگے پڑھوں "لیکن

گراند نے کہا یہ نقطہ نظر درست نہیں تھا ۔ وہ جذباتی ہو گیا اور اپنی ہتھیلی کاغذوں پر دے ماری ۔

"یہ رف ڈرافٹ ہے ۔ اگر میں ایک مرتبہ اپنے چشم تصور میں اس تصویر کو مرتب کرلوں ، اگر میرے نقطہ اس سواری کے آہنگ سے ہمکنار ہو جائیں ۔ گھوڑے کی مست چال --------------- ایک ، دو یا تین مرتبہ باقی باتیں لکھنی آسان ہو جائیں گی ، اور زیادہ اہم بات یہ فریب نظر ہے کہ ابتداہی کو دیکھ کر یہ کہنا ممکن ہو گا " ہیٹ اتار کر سلام دو "

لیکن اس کام کے لئے کافی محنت درکار تھی ۔ اس نے کسی ناشر کو یہ جملہ من وعن دینے کے لئے رضا مندی کا اظہار نہیں کیا تھا ۔ لیکن اگرچہ بعض اوقات وہ اس سے مطمئن ہو تا لیکن تجزیہ کرنے پر اسے احساس ہوتا کہ یہ حقائق سے ابھی مطابقت نہیں رکھتا تھا ۔ تاہم اس میں ایک ایسا لب ولہجہ تھا جو عمومی تھا اور جس میں کلیشے کو تلاش کیا جا سکتا تھا ۔ گراند کچھ کہہ رہا تھا اس کا کم و بیش مطلب بھی یہی تھا کہ اس اثنا میں کھڑکی کے نیچے لوگوں کے بھاگنے کا شور سنائی دیا ۔ ریو اپنی جگہ سے اٹھا ۔

"انتظار کرو ، دیکھو میں کیا کرتا ہوں " گراند نے کہا اور دریچے میں جھانک کر کہنے لگا " جب یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا ،

لیکن قدموں کا شور بڑھتا گیا ۔ ریو پہلے ہی آدھی سیڑھیاں اتر چکا تھا اور جب وہ باہر گلی میں نکلا تو وہ دو آدمیوں سے ٹکرایا ۔ وہ دونوں بظاہر شہر کے دروازے کی طرف جا رہے تھے ۔ درحقیقت گرمی اور طاعون کی وجہ سے ہمارے بعض شہریوں کے اوسان خطا ہو گئے تھے ، وہ تشدد کی طرف مائل تھے اور سپاہیوں کو دھوکا دے کر شہر سے باہر نکلنے کی کوششیں بھی کر رہے تھے ۔

۵

راہبیر کی طرح دوسرے بھی پریشانی کی اس فضا سے زیادہ ہنرمندی اور استقلال کے ساتھ باہر نکلنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ راہبیر سب سے پہلے سرکاری اہلکاروں سے جدوجہد کرتا رہا۔ راہبیر کے مطابق مستقل مزاجی بالآخر فتح حاصل کرتی ہے۔ ایک اعتبار سے خوش تدبیری اس کا پیشہ تھا۔ چنانچہ اس نے بہت سے اہلکاروں اور لوگوں سے رابطہ قائم کیا تھا جن کے اختیارات کو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن اس صورتحال میں ان کے اختیارات بے مصرف تھے، ان میں سے بیشتر وہ لوگ تھے جن کے بینک، سیاحت، شراب کشید والے پھلوں کی تجارت پر خیالات بڑے واضح تھے، ان لوگوں کی انشورنس یا غلط لکھے ہوئے اقرار ناموں کے بارے میں اہلیت مسلم تھی۔ حالانکہ انہوں نے کوئی ڈگری حاصل نہیں کی تھی۔ اس بارے میں کی نمایاں بات ان کی نیک نیتی تھی۔ لیکن طاعون کی وبا میں ان کی مہارت بے ثمر ثابت ہوئی تھی۔

ان میں سے ہر ایک کے سامنے ممکن حد تک راہبیر نے اپنا موقف بیان کیا تھا۔ ہر مرتبہ اس کا استدلال یہی تھا کہ ایک وہ اجنبی تھا اس لئے اس کے کیس کو خصوصی طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ اس نے جن لوگوں سے اس بارے میں بات کی ان میں سے بیشتر نے اس کی تائید کی لیکن اس سے کہتے کہ کچھ اور لوگ بھی اسی صورتحال کا شکار تھے اس لئے اس کا کیس خصوصی اہمیت کا مالک نہیں تھا راہبیر اس کا یہ جواب دے سکتا تھا کہ اس سے اس کا استدلال متاثر نہیں ہوتا، تاہم اسے بتایا گیا کہ اس سے حکام کی صورتحال میں مشکل پیدا ہوتی ہے جو کسی قسم کی رعایت دینے پر آمادہ نہیں تھے جسے وہ نفرت سے "مثال" قائم کرنا کہتے تھے۔

ریو سے گفتگو کرتے ہوئے راہبیر نے اس قسم کے لوگوں کے لئے جن سے وہ ملا تھا، روایت پسند کی اصطلاح استعمال کی۔ ان کے علاوہ کچھ تسلی دینے والے بھی تھے جو اسے یقین دلاتے کہ یہ صورتحال عارضی تھی لیکن جب ان سے اس بارے میں حتمی فیصلہ کے لئے کہا جاتا تو وہ راہبیر کو تسلی دیتے ہوئے کہتے کہ اس عارضی ناخوشگواری پر واویلا بیجا تھا۔ ان میں

کچھ ایسے اہم شخص بھی تھے جو ملاقاتی کو اپنی صورتحال کو ایک نوٹ کی صورت میں لکھ کر دینے کو کہتے کہ وہ اسے فیصلے سے مطلع کریں گے۔ یہ بازیگر اس ملاقاتی کو رہائش گاہوں کا پتہ یا سپاہیوں کی قیام گاہ کا وارنٹ دیتے' یہ دفتری کاریگر اسے ایک فارم بھرنے کے لئے دیتے جسے وہ جلدی سے فائل کور میں رکھ لیتے۔ یہ تھکے ہوئے اہلکار اس آسماں کی طرف ہاتھ اٹھاتے اور بیحد پریشان اہلکار دوسری طرف نگاہیں کر لیتے اور بلاآخر "روایت پرست" اہلکار جن کی تعداد کافی تھی "رابیر کو کسی دوسرے دفتر میں بھیجنے کا کوئی نیا طریقہ بناتے۔

دفتروں کے اہلکاروں سے بے سود ملاقاتوں سے صحافی تھک کے چور ہو چکا تھا۔ اس سے رابیر کو یہ فائدہ ہوا کہ بلدیہ یا پریفیکتور کے دفاتر میں نقلی چمڑے کے صوفوں پر بیٹھے سامنے چسپاں انکم ٹیکس سے بچنے کے لئے سیونگ بونڈ یا نو آبادیاتی فوج میں بھرتی کے اشتہاروں اور ان دفتروں میں فائلیں رکھنے کے خانوں اور الماریوں پر رکھے خاک آلود کاغذوں کی طرح سیاہ چہرے دیکھ کر اصل صورتحال اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی اور طاعون کے پھیلنے کی رفتار سے وہ بے خبر ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس طرح دن زیادہ سرعت سے گزرنے لگے، شہر جس صورتحال سے دوچار تھا' اس کے پیش نظر کہا جا سکتا تھا کہ ہر دن جو گزرتا تھا وہ ہر شخص کو، بشرطیکہ وہ زندہ رہتا' اس کو اپنی آزمائش کے قریب لے آتا۔ ریو اس استدلال کی صداقت کو تسلیم کر سکتا تھا لیکن اس کے خیال میں یہ صداقت عمومی نوعیت کی تھی۔

کبھی کسی لمحے رابیر کو امید کی کرن نظر آتی۔ اسے پریفکٹ کے دفتر سے ایک فارم ملا جس میں اس نے صحیح معلومات کو درج کرنا تھا۔ اس میں شناخت، خاندان، موجودہ اور سابقہ ذرائع آمدنی بلکہ اپنے بارے میں جملہ تفصیلات کو درج کرنا تھا۔ اس کا تاثر یہ تھا کہ یہ معلومات ان لوگوں کے بارے میں ایک طرح کی تفتیش تھی جنہیں یہاں سے اپنے گھروں کو واپس جانے کے لئے کہا جائے گا۔ ان دفاتر میں کسی اہلکار کی مبہم اطلاع کی بنا پر اس تاثر کی تصدیق ہو گئی تھی۔ لیکن تھوڑی بہت تفتیش کے بعد اور اس دفتر سے رابطہ کرنے کے بعد، جس نے یہ فارم جاری کیا تھا' اس سے معلوم ہوا کہ کسی خاص مقصد کے تحت یہ معلومات اکٹھی کی جا رہی تھیں'

"کسی فوری ضرورت کے تحت؟" رابیر نے پوچھا

اسے یہ پتہ چلا کہ یہ فوری ضرورت اس کے طاعون سے بیمار ہونے کا اور مرنے کا

امکان تھا اور حاصل کردہ معلومات سے حکام کو یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی کہ ہسپتال کے اخراجات بلدیہ ادا کرے گی یا اس کے عزیز و اقارب سے حاصل کئے جا سکتے تھے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ عورت جو اس کی منتظر تھی رابیر اس سے بالکل جدا نہیں تھا، سماج ان کے بارے میں آگاہ تھا۔ یہ محض ایک دلاسا نہیں تھا۔ رابیر جس بات سے زیادہ متاثر ہوا تھا وہ اس حادثے میں دفتروں کا پرسکون طریقے سے اپنے فرائض کو سر انجام دینا اور حکام کی اطلاع کے بعد اپنے طور پر وہ اقدام لینا تھی جن کی فوری اہمیت نہیں تھی، کیونکہ ان کو قائم کرنے کی غرض ہی یہی تھی۔

آنے والا وقت رابیر کے لئے بیک وقت بہت آسان اور بہت مشکل تھا کیونکہ یہ محض کاہلی کا دور تھا۔ وہ تمام دفاتر میں جا چکا تھا، ہر طرح کے طریقے آزما چکا تھا، اور اس کے لئے تمام راستے مسدود ہو چکے تھے چنانچہ وہ ایک قہوہ خانے سے دوسرے قہوہ خانہ میں بھٹکنے لگا۔ صبح کے وقت وہ کنکنی بیئر کا گلاس لے کر میز پر بیٹھ جاتا اور اس امید سے اخبار پڑھتا کہ اس بیماری کے عنقریب خاتمے کا کوئی نشان تلاش کر سکے، وہ گلی میں گزرتے ہوئے چہروں کو دیکھتا، اور ان کے غم آلود تاثرات سے بے دلی سے نگاہیں دوسری طرف کر لیتا، اور سو مرتبہ گلی کی دوسری طرف دوکان پر مقبول مشروبات کے اشتہار پڑھتا وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اور شہر کی زرد گلیوں میں ادھر ادھر پھرنے لگتا۔ ایک قہوہ خانے سے دوسرے قہوہ خانے، میں جا کر وہ اپنا وقت کاٹتا۔ ایک شام ریو نے اسے ریستوراں کے دروازے کے عین باہر کھڑا دیکھا جس کے اندر صحافی جانے میں ہچکچا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ریستوراں کے پچھلے کمرے میں بیٹھنا چاہتا تھا۔ یہ قہوہ خانوں میں وہ لمحہ ہوتا تھا جب قہوہ خانوں کے مالک کے حکم کے تحت ممکن حد تک دیر سے روشنیاں جلائی جاتیں۔ شام کی تیرگی کمرے میں داخل ہو رہی تھی جو سرمئی پانی کی طرح تھا اور ڈوبتے سورج کی گلابی روشنی آئینوں میں دمک رہی تھی۔ میز پر لگے سنگ مرمر کی سفیدی بڑھتی ہوئے تیرگی میں چمک رہی تھی۔ اس سنسان کمرے کے وسط میں رابیر ایک گم شدہ سایہ لگتا تھا اور ریو کے خیال میں یہ اس کی دستبرداری کا لمحہ تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب اس شہر کے سارے قیدی اسی احساس کے حامل تھے۔ ان کی فوری نجات کے لئے کچھ کیا جانا ضروری تھا۔ ریو جلدی سے دوسری طرف مڑ گیا۔

رابیر نے بھی ریلوے سٹیشن پر کافی وقت بسر کیا۔ پلیٹ فارم پر کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن انتظار گاہوں کے کمرے جن میں دوسری طرف سے داخل ہونا

ممکن تھا، کھلے تھے جو خنک اور سایہ دار ہوتے ان میں گرمیوں میں اکثر فقیر سستاتے ۔ راہبیر کافی دیر ٹائم ٹیبل، نہ تھوکنے کی ہدایات اور مسافروں کے لئے ہدایات کا مطالعہ کرتا رہا ۔ پھر وہ ایک گوشے میں بیٹھ گیا ۔ کمرے میں تیرگی تھی ۔ لوہے کا ایک سٹول فرش پر پھیلتے پانی کی آٹھ لکیروں کے درمیاں کمرے کے درمیاں میں نمایاں تھا ۔ دیواروں پر پرانے اشتہار چسپاں تھے جو کینیڈا یا بندول میں آزاد اور مسرت بھری زندگی کی دعوت دے رہے تھے ۔ یہاں آکر راہبیر کو آزادی کا تلخ ذائقہ محسوس ہوا جو محرومی کا نتیجہ تھا ۔ پیرس کی تصویریں، جیسا کہ اس نے ریو کو بتایا تھا، یہ لمحات اس کے لئے بیحد بوجھل تھے ۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پرانے پتھروں اور دریا کے کنارے، شاہی محل کے کبوتر، گار دی نورد، پاتھون کا سنسان علاقہ اور شہر کی چند دوسری جگہوں کے مناظر تھے ۔ اور اسے یہ علم نہیں تھا کہ وہ اس شہر سے بیحد محبت کرتا تھا ۔ یہ تصویریں راہبیر کا تعاقب کرتیں جن کی وجہ سے اس میں کچھ کرنے کی خواہش ختم ہو چکی تھی ۔ ریو کا خیال تھا کہ یہ تصویریں اس کی شہر سے محبت کی وجہ سے تھیں ۔ اس نے ایک دن ریو کو بتایا تھا کہ وہ صبح چار بجے کے بعد اپنے شہر کے بارے میں سوچتا تھا ۔ ریو کا اپنا تجربہ بھی یہی تھا کہ وہ اس لمحے اس عورت کے بارے میں سوچا کرتا جس سے وہ جدا ہو چکا تھا ۔ یہ وہ لمحہ تھا جب وہ ذہنی طور پر اس پر حاوی ہو سکتا تھا ۔ صبح چار بجے کوئی سونے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہے باوجودیکہ گذشتہ رات بے وفائی میں بسر ہوئی ہو ۔ ہاں اس وقت ہر کوئی سویا ہوتا ہے ۔ ۔ اور یہ ایک طرح کی یقین دہانی ہے ۔ کیونکہ یہ ایک مضطرب دل کی پیہم اور فوری خواہش ہوتی ہے کہ وہ جس سے محبت کرتا ہے اس کے ساتھ رہے ۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو محبوب کے ساتھ بے خواب نیند میں اتر جائے اور اس وقت بیدار ہو جس دن دونوں ایک دوسرے سے پھر ملیں گے ۔

—

۶

پادری کے وعظ کے کچھ عرصہ بعد گرمی میں اضافہ ہونے لگا ۔ اس طرح جون کا مہینہ ختم ہونے کو آیا ۔ دیر سے برسنے والی بارشوں کے اگلے دن اتوار کو آسمان پر اور مکانوں پر گرمی برس رہی تھی ایک دن گرم ہوا کا زبردست طوفان اٹھا جس نے دیواروں کو کما کر رکھ دیا ۔سورج ایک جگہ جما ہوا تھا ۔ دن بھر شدید گرمی کی لہریں شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں۔ چھتی ہوئی گلیوں اور مکانوں کے اندرونی حصوں کے سوا شہر میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو چندھیا دینے والی روشنی سے محفوظ رہی ہو ۔سورج ہمارے شہریوں کا گلیوں کے ہر گوشے میں تعاقب کرتا تھا ۔ اگر وہ کہیں رک جاتے تو پھر بھی سورج کی زد میں رہتے ۔ گرمی کے اضافے کے ساتھ ہی طاعون سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا جو ایک ہفتہ میں سات سو کے قریب تھی ۔ ایک طرح کی مایوسی نے شہر کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا' مضافات میں ہموار گلیوں اور سڑکوں پر واقع مکانوں میں زندگی کے آثار مدہم پڑ گئے تھے۔ ان علاقوں میں عام لوگ ہمیشہ اپنی دہلیزوں پر زندگی بسر کرتے لیکن اب سارے دروازے بند تھے بلکہ جھلملیوں کو بھی نیچے گرا دیا تھا اور کسی کو یہ علم نہ تھا کہ سورج گرمی یا طاعون سے بچنے کے لئے ایسا کیا گیا تھا ۔ کچھ گھروں سے آہ و بکا سنائی دیتی تھی ۔

ابتدا میں لوگ انہیں سن کر گلی میں متحیر کھڑے رہتے ۔ لیکن اس طویل آزمائش کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے تھے ۔لوگ آہ و بکا کے ساتھ زندہ رہنے لگے تھے یا انہیں نظر انداز کر کے آگے چلنے لگے جیسے یہ انسان کی معمول کی گفتگو کا حصہ بن چکے تھے ۔

شہر کے دروازوں پر جھگڑے کے دوران پولیس کو اپنے پستول بھی استعمال کرنے پڑتے جس سے ایک طرح کی بد امنی پیدا ہو گئی تھی ۔ اس واقعہ سے کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے تھے لیکن شہر میں لوگ مرنے والوں کی بات کرتے تھے جہاں گرمی کی حدت اور طاعون کی شدت سے ہر بات کو مبالغے کے انداز میں پیش کیا جا رہا تھا ۔ یہ کہنا درست ہے کہ بد امنی میں کچھ اضافہ ہو رہا تھا اور اسے بدتر ہونے سے بچانے کے لئے حکام نے یہ فیصلہ

کیا تھا کہ جہاں طاعون کے دباؤ کے تحت سرکشی کے آثار نظر آئیں وہاں مناسب حفاظتی اقدام لئے جائیں ۔ اخباروں نے سرکاری اعلانیہ جاری کیا اور شہر سے باہر نکلنا ممنوع قرار دیا۔ خلاف ورزی کی صورت میں جیل کی سزادی جائے گی ۔ شہر میں گشت شروع ہوگئی تھی۔ اکثر اوقات ویران اور تپتی ہوئی سڑکوں پر دور یہ بند دریچوں کے درمیان پتھریلی سڑک پر گھوڑا سوار پولیس کا شور بلند ہوتا کبھی کبھار ' بندوق کا فائر بھی سنائی دیتا ۔ گشت ختم ہونے کے بعد نرغے میں آئے ہوئے شہر میں ایک افسردہ سی بے یقینی خاموشی چھا جاتی ۔ بہت دور سے ان خصوصی دستوں کی بندوق چلنے کی آواز سنائی دیتی جنہیں نئے قانون کے مطابق تمام کتوں بلیوں کو مارنے کا حکم تھا کہ وہ طاعون کے جراثیم پھیلا سکتے تھے ۔ بندوقوں کے فائر شہر میں ایک خطرے کا اعلان تھے۔

خاموشی اور گرمی میں، ہمارے شہریوں کے خوف زدہ دلوں کے لئے ایک چھوٹی سی بات بہت بڑی اہم ہو جاتی تھی ۔ آسمان کے رنگ اور زمین کی خوشبو جو موسموں کا اعلان کرتے ہیں ' ان کی طرف ہر دھیان دیا گیا ۔ ہر ایک کو مایوسی کے ساتھ یہ احساس تھا کہ گرمی کا موسم وبا کو فروغ دے گا اور یہ واضح تھا کہ گرمی کا موسم اپنے قدم جما رہا تھا ۔ شام آسماں پر ابابیلوں کی چیخیں شہر کے لئے زیادہ تکلیف دہ ہوتی جارہی تھیں ۔ اور ہمارے ملک میں جون کے دنوں میں پھیلا ہوا دھندلکا اپنی وسعت کھو چکا تھا ۔ اب مارکیٹوں میں شگوفوں کی بجائے کھلے ہوئے پھول بکنے کے لئے آتے تھے اور صبح کی ہوا کے بعد ان کی پتیاں گرد آلود فٹ پاتھ پر بکھری ہوئی تھیں ۔ یہ عیاں تھا کہ بہار کا موسم ختم ہو چکا تھا لیکن اس کی نمود ہر طرف بے شمار پھولوں کے چٹکنے میں دکھائی دیتی تھی لیکن گرمی اور طاعون کی دو طرفہ یلغار انہیں مسل رہی تھی ۔ ہمارے شہریوں کے لئے گرمیوں کا آسمان ' سرمئی دھول اور بے دلی کی وجہ سے زردی مائل گلیاں اتنی ہی ڈرانے والی تھیں جتنی سینکڑوں لوگوں کی موت جو روزانہ شہر میں واقع ہو رہی تھیں۔ مسلسل چمکتی دھوپ اور وہ لمحات جو دوپہر کے قیلولہ یا چھٹیوں سے متصل تھے پہلے کی طرح ساحلوں پر جسم و جان کے جشن منانے کی ترغیب نہیں دیتے تھے ۔ اس کے برعکس اب یہ بند اور خاموش شہر میں کھوکھلے معلوم ہوتے تھے ۔ وہ اچھے موسموں کی روشنی سے محروم ہو چکے تھے ۔ طاعون کے سورج نے تمام رنگوں کو ماند کر دیا تھا اور ہر طرح کی خوشی کو رخصت کر دیا تھا۔

وبا نے یہ بہت بڑی تبدیلی پیدا کی تھی ۔ ہمارے شہری عام طور پر گرمی کے

نمودار ہوئی جس سے دو شخص متاثر ہوئے۔ طاعون نے پھیپھڑوں کو متاثر کرنا شروع کیا۔
اسی دن ایک میٹنگ کے دوران گھبرائے ہوئے ڈاکٹروں نے پریشان حال پریفکٹ سے پوچھا کہ کون سے ایسے اقدام لئے جائیں کہ پھیپھڑوں کو متاثر کرنے والی وبا کا سدباب کیا جاسکے۔ حسب معمول وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے۔

اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا جس کا چہرہ بچپن کی یادوں سے سرخ تھا۔

"ماں تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟"۔

"میری عمر میں کسی چیز کا ڈر باقی نہیں رہتا"۔

"دن بہت طویل ہوتے جا رہے ہیں اور میں اس کے باوجود گھر پر نہیں ہوتا"۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارے آنے کا انتظار کرتی رہتی ہوں۔ جب تم نہیں ہوتے میں سوچتی ہوں کہ تم کام کر رہے ہوگے۔ تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟"۔

"ہاں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے ـــــ اگر میں ٹیلیگرام پر یقین کرلوں تو سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری بیوی نے مجھے پریشانی سے بچانے کے لئے یہ سب کچھ لکھا ہے۔

دروازے کی گھنٹی بجی ڈاکٹر اپنی ماں کو دیکھ کر مسکرایا اور باہر چلا گیا۔ نیچے سیڑھیوں کی پیڑھی پر نیم تاریکی میں تارو کھڑا سرمئی رنگ کا بھالو لگ رہا تھا ریو نے ملاقاتی کو اس طرح بٹھایا کہ اس کا چہرہ میز کی طرف تھا جب کہ وہ خود ڈیسک کی میز کے پیچھے کھڑا رہا۔ کمرے میں ڈیسک پر صرف ایک لیمپ جل رہا تھا۔ کسی تمہید کے بغیر تارو نے کہا "میں تمہارے ساتھ بلا تکلف بات چیت رکھ سکتا ہوں۔

ریو کی خاموشی اس کا جواب تھی۔

"پندرہ دنوں یا ایک مہینے سے تمہاری یہاں کوئی افادیت نہیں رہے گی کیونکہ واقعات گرفت سے باہر ہیں"۔

"یہ بات درست ہے، ریو نے جواب دیا۔

"حفظان صحت کا ادارہ بالکل ناکارہ ہے اس میں ملازموں کی کمی ہے اور وقت کم ہے"۔

ریو نے یہ بھی تسلیم کیا کیونکہ حقیقت یہی تھی۔

میں نے سنا ہے کہ پریفکٹ لام بندی کرنا چاہتا ہے جو آبادی صحت مند ہے وہ

موسم کا اچھے شگونوں سے استقبال کیا کرتے تھے ۔ شہر سمندر کی طرف کھلتا تھا اور اپنی ساری جوانی کو ساحلوں پر پھیلا دیتا تھا ۔ ان گرمیوں میں سمندر پر جانا ممنوع تھا اور جسم کو اپنی خوشیاں منانے کا حق نہیں تھا ۔ ان حالات میں کیا کیا جانا چاہیے تھا ۔ اس حالت میں ہماری زندگی کا نقشہ تارو بڑی صداقت سے کھینچتا ہے ۔ وہ طاعون کے پھیلنے کے عمل کی پیروی کرتا تھا ۔ وہ یہ دھیان رکھتا تھا کہ وبا میں کسی قسم کے تغیر کا ریڈیو اعلان کرتا تھا جو ایک ہفتے میں زیادہ سے زیادہ سو اموات نشر کرتا ہر روز ۹۲ '۱۰۷ اموات ہو رہی تھیں ۔ اخبار اور ریڈیو وبا سے گیند کھیل رہے تھے کہ ۹۱۰ کی نسبت ۱۳۰ کے اعداد و شمار کم تھے ۔ وہ بڑے رحم انگیز پہلو اور درد انگیز مناظر کا ذکر بھی کرتا ہے ۔ مثلاً ایک عورت جو ایک سنسان گلی میں یک لخت کھڑکی کھول کر دو اونچی چیخیں مار کر کھڑکی بند کر کے کمرے کی گہری تاریکی میں گم ہو جاتی ہے ۔ دوسری باتوں کے علاوہ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ شہر میں دوائی کی دکانوں سے مینتھل کی گولیاں غائب ہو گئی تھیں کیونکہ بہت سے لوگ انفیکشن سے بچنے کے لئے انہیں منہ میں رکھتے تھے ۔

وہ اپنے پسندیدہ کرداروں کے مشاہدے میں مصروف رہتا ۔ ہمیں اس کی یاداشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ چھوٹا سا بوڑھا اپنی بلیوں کے ساتھ اس المیے میں زندہ رہا ایک صبح گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی ' تارو لکھتا ہے کہ بلغم کی گولیوں سے کچھ بلیاں ہلاک ہو گئی تھیں اور کچھ خوف زدہ ہو کر گلی سے بھاگ گئی تھیں ۔ اس دن معمول کے مطابق بوڑھا باہر اپنی بالکنی میں آیا ' اس نے قدر حیرت کا اظہار کیا ' اور بالکنی کے جنگلے پر جھک کر گلی کا جائزہ لیا اور انتظار کرنے لگا ۔ وہ سامنے کی بالکنی میں اپنے مرغوب کرداروں کو دیکھ رہا تھا ۔ ظاہر تھا کہ چھوٹا سا بوڑھا ان بلیوں سمیت اس مصیبت میں اسیر تھا ۔ ایک صبح بقول تارو اس نے تھوک کی گولیاں بلیوں پر پھینکیں ' ان میں سے کچھ خائف ہو کر گلی میں سے بھاگ گئیں ۔ اس دن یہ چھوٹا سا بوڑھا معمول کے وقت پر بالکنی پر نمودار ہوا اس کے چہرے پر ایک طرح کا تحیر تھا ' وہ جنگلے پر جھک کر دور تک گلی کی دیکھنے لگا ۔ وہ اپنے ہاتھوں سے جنگلے پر ہلکے ہلکے مکے مار رہا تھا ۔ اس نے کچھ دیر انتظار کیا ' تھوڑا سا کاغذ نیچے پھینکا اور اندر چلا گیا ' کچھ دیر کے بعد پھر باہر نکلا ' وہ ایک دم اندر چلا گیا اور غصے سے دریچے کے پٹ پٹخ دیئے ۔ کچھ دنوں تک یہی سلسلہ چلتا رہا اور ان کے ساتھ ساتھ اس کے بوڑھے چہرے پر افسردگی کے آثار بڑھتے گئے ' ایک ہفتے کے بعد تارو اس منظر کو دیکھنے کے لئے بے سود انتظار کرتا رہا لیکن دریچے

مضبوطی سے بند رہے جس سے اس کے غم کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی یاداشت کے آخر میں لکھتا ہے "طاعون کی وباء کے دنوں میں بلیوں پر تھوکنا منع ہے۔"

ایک اور جگہ تارو لکھتا ہے کہ جب وہ رات کو گھر واپس آتا تو رات کا چوکیدار ہال میں ٹہل رہا ہوتا۔ اس بوڑھے سے جو کوئی ملتا اسے وہ کہتا کہ جو کچھ اس نے دیکھا تھا وہی کچھ پیش آرہا تھا۔ تارو اس سے آشنا تھا اور اسے اس نے ایک زلزلے کی پیش گوئی کی تھی۔ بوڑھے چوکیدار نے اسے جواب دیا تھا "آہ' یہ زلزلہ ہے۔ ایک بہت بڑا جھٹکا لگے گا اور پھر کچھ نہیں رہے گا۔۔۔ پھر مردوں اور زندوں کی گنتی کی جائے گی اور پھر کھیل ختم ہو جائے گا ۔۔ یہ بد بخت وبا۔۔ جسے یہ نہیں لگی تھی وہ بھی اسے دل میں لئے پھرتا ہے۔"

ہوٹل کا مینجر بھی افسردہ تھا۔ ابتدا میں وہ مسافر جو شہر بند ہونے کی وجہ سے باہر نہیں جا سکے تھے انہوں نے اپنے کمرے بک رکھے۔ لیکن آہستہ آہستہ وبا طول پکڑتی گئی اور بہت سے اپنے دوستوں کے یہاں منتقل ہو گئے تھے۔ جس وجہ سے ہوٹل کے کمرے بھرے ہوئے تھے اسی وجہ سے خالی ہو گئے تھے کیونکہ نئے مسافر نہیں آرہے تھے۔ تارو ان معدود چند گاہکوں میں سے تھا'۔ ہوٹل کا مینجر اسے دیکھ کر ہمیشہ یہ کہتا اگر اسے اپنے ان گاہکوں کا خیال نہ ہوتا تو اس نے کبھی کا ہوٹل بند کر دیا ہوتا۔ ۔ وہ اکثر تارو سے پوچھتا کہ وبا کتنی دیر اور رہے گی۔ تارو اسے کہتا "سردیوں کے موسم میں اس قسم کی وبائیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ہوٹل کا مینجر کچھ گبھرا گیا" لیکن یہاں اتنی سردی نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کچھ مہینے اور رہے گی۔"۔علاوہ ازیں اسے یقین تھا کہ کافی دیر تک اس شہر میں مسافر نہیں آئیں گے۔ اس طاعون نے سیاحت کو بالکل ختم کر دیا تھا۔

ریستوراں میں مختصر غیر حاضری کے بعد الو کی شکل کا آدمی اوتھان پھر نمودار ہوا جس کے پیچھے بازیگر کتے تھے ۔معلومات کے مطابق اس کی بیوی ہسپتال میں صحت یاب ہو رہی تھی جبکہ اس کی ماں کو دفن کر دیا گیا تھا۔

"مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے "ہوٹل کے مینجر نے تارو سے کہا۔ ہسپتال یا نہیں اس کے بیمار ہونے پر شک ہے جس کا مطلب ہے ان پر بھی شک کیا جا سکتا ہے۔"

تارو نے اس کے جواب میں کہا کہ اس طرح تو ساری دنیا پر شک کیا جا سکتا ہے لیکن ہوٹل کا مینجر اپنی بات پر مصر تھا اور اس کے نظریات بڑے واضح تھے

"نہیں' محترم' آپ پر اور نہ مجھ پر شک کیا جا سکتا ہے لیکن ان پر شک کیا جا سکتا ہے

لیکن اوتھان میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس مرتبہ طاعون اپنی پیش قدمی روکنے والی نہیں تھی۔ وہ اس مرتبہ بھی اسی شان کے ساتھ ریستوراں کے ہال میں داخل ہوا اور اپنے بچوں کے سامنے بیٹھ گیا اور ان کے ساتھ وقفوں کے بعد سلجھے ہوئے لیکن درشت الفاظ میں باتیں کرتا۔ ان میں جو لڑکا چھوٹا تھا وہ کچھ بدلا ہوا تھا۔ وہ اپنی بہن کی طرح سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھا جو پہلے کی نسبت زیادہ سکڑا ہوا تھا' وہ اپنے باپ کا چھوٹا سا عکس تھا۔ رات کا چوکیدار جو اوتھان کو پسند نہیں کرتا تھا تارو سے کہنے لگا۔

"اوہ' یہ ان کپڑوں میں ہی مرے گا' اسے نہانے دھلانے کی ضرورت نہیں' وہ سیدھا قبر میں جائے گا۔" تارو نے پانیلو کے وعظ پر بھی چند جملے کہے۔

"میں اس ہمدرانہ جذبے کا مفہوم جانتا ہوں جب بھی طاعون کا آغاز ہو خطابت شروع ہو جاتی ہے اولاً یہ کہ وہ اپنی عادت بھولے نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ پہلے ہی اس کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ مصیبت کے لمحات میں ہم سچائی سے مانوس ہو جاتے ہیں با الفاظ دیگر ہم خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں انتظار کرنا چاہیے"۔

تارو نے محسوس کیا کہ اس کی گفتگو ڈاکٹر ریو سے ذرا زیادہ طویل ہو گئی تھی اسے صرف اتنا یاد تھا کہ اس کے اچھے نتائج نکلتے تھے۔ اس ضمن میں اسے ریو کی ماں کی آنکھوں کا رنگ یاد آیا' جو ہلکا بھورا تھا جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ نگاہ جو دل کو منعکس کرتی تھی یقیناً طاعون سے زیادہ طاقت ور ہوگی۔ وہ دمے کے اس بوڑھے مریض کے بارے میں کافی لمبا اقتباس لکھتا ہے جس کا علاج تارو کر رہا تھا۔

وہ انٹرویو کے بعد ریو کے ساتھ اسے دیکھنے گیا تھا۔ اس نے قہقہہ لگا کر ہاتھ ملتے ہوئے ان کا خیر مقدم کیا۔ وہ بستر میں لیٹا ہوا تھا اور اپنی پشت تکیے کے ساتھ لگائی ہوئی تھی اور اس کے سامنے خشک مٹروں کے دو پیالے رکھے ہوئے تھے "آہ' اب ایک اور" اس نے تارو کو دیکھتے ہوئے کہا "یہ دنیا الٹی ہے' بیماروں سے زیادہ تعداد ڈاکٹروں کی ہے۔ اس لئے یہ تیز رفتار ہے' ٹھیک ہے نا یہ پادری اس لئے درست کہتا تھا' ہم اس کے سزاوار تھے۔ اگلے دن تارو کسی پیشگی اطلاع کے بغیر آپہنچا۔"

اگر تارو کی ڈائری پر یقین کر لیا جائے تو یہ بوڑھا دمے کا مریض جو درزی کا کام کرتا تھا' پچاس برس کی عمر میں یہ محسوس کرتا تھا کہ اس نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا تھا۔ وہ

لیٹا ہوا تھا وہ دوبارہ اٹھا نہیں تھا۔ جب وہ کھڑا ہوتا تو اس کے دمے کی حالت بہتر ہو جاتی۔ اس کی محدود سی آمدنی کی بدولت وہ پچھتر سالوں کی عمر تک آپہنچا تھا اس کے یہ سال کچھ اتنے خوشگوار نہیں تھے۔ وہ گھڑی کی موجودگی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اس لئے سارے گھر میں وقت دیکھنے کے لئے کوئی گھڑی نہیں تھی "گھڑی کافی مہنگی ہوتی ہے' یہ واہیات سی چیز ہے" وہ وقت کا اندازہ اور خصوصاً دوپہر کے کھانے کا وقت (جو وہ صرف ایک مرتبہ کھاتا) کا تعین مٹروں کے پیالوں سے کرتا' جب وہ صبح بیدار ہوتا ان میں سے ایک لبالب بھرا ہوتا۔ دوسرے پیالے میں وہ ایک ایک مٹر کا دانہ مخصوص وقفوں کے بعد ڈالتا۔ چنانچہ مٹر کے دانے اس کے لئے وقت کا تعین کرنے کا ذریعہ تھا۔ ہر پندرہ پیالوں کے بعد کھانے کا وقفہ شروع ہو جاتا ہے 'اس سے زیادہ آسان اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" وہ کہتا'۔

اگر اس کی بیوی کی بات پر یقین کر لیا جائے تو ابتدائے جوانی میں ہی اس کا یہ مشغلہ شروع ہوا تھا اس کے علاوہ اسے کسی اور چیز سے دلچسپی نہیں تھی' نہ ہی اسے اپنے کام سے لگاؤ تھا' نہ ہی دوستوں' عورتوں اور قہوہ خانوں سے اسے کوئی دلچسپی تھی۔ وہ کبھی شہر سے باہر نہیں نکلا تھا سوائے ایک مرتبہ وہ اپنے خاندانی معاملات کے سلسلے میں الجزائر گیا تھا۔ وہ اوران کے قریب ایک اسٹیشن پر گاڑی سے نیچے اتر گیا کیونکہ وہ اس مہم کو جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ پہلی گاڑی سے گھر واپس آ گیا تھا۔

تارو کو اس کی مفید زندگی پر کافی حیرت ہوئی۔ اس نے وضاحت کی کہ انسان کی زندگی کا پہلا نصف حصہ مذہب کے مطابق اسکے عروج کا ہوتا ہے جبکہ اس کی زندگی کا دوسرا حصہ زوال کی طرف ہوتا ہے اور زوال کے دنوں میں کا کوئی دعویٰ نہیں ہوتا اور یہ اس سے کسی وقت بھی چھینے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ ان دنوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا اور بہتر یہ ہے کہ کچھ بھی نہ کیا جائے۔ اسے اپنے تضاد کے بارے میں کوئی تردد نہیں تھا کیونکہ اس کے فوراً بعد اس نے تارو سے کہا کہ خدا موجود نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں پادریوں کی ضرورت نہیں ہے۔ تارو کا خیال تھا کہ اس کا یہ فلسفہ فلاح کے کاموں کے لئے کلیسا کی جانب سے بار بار مدد مانگنے کا نتیجہ تھا۔ اس بوڑھے کی تصویر اس کی اس خواہش سے مکمل ہوتی تھی؛ جس کا اس نے کئی مرتبہ اظہار کیا تھا۔ اور جو بڑی دوررس تھی یہ کہ طویل عمر میں وفات پائے۔

'کیا وہ کوئی ولی اللہ ہے" تارو نے اپنے آپ سے پوچھا اور پھر خود ہی جواب دیا؛

اس کا مطلب ہے اگر بہت سی عادتوں کا اجتماع ولی اللہ ہوتا ہے تو پھر وہ ہے"

اس دوران تارو طاعون زدہ شہر میں ایک دن کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات مرتب کر رہا تھا جو اس موسم گرما میں ہمارے شہریوں کی مصروفیات کے بارے میں تھیں ۔ "شرابیوں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہنستا" تارو لکھتا ہے ۔ "اور بہت زیادہ ہنستے ہیں ۔ وہ اس کے بعد لکھتا ہے ۔

علی الصبح ویران شہر میں ہوا کے جھونکے چلنے لگتے ۔ اس لمحے جب رات کو مرنے والے اور صبح کا دکھ اٹھانے والے کے درمیان یوں لگتا تھا کہ طاعون نے ایک لمحے کے لئے اپنی یورش ختم کر دی تھی ۔ تمام دوکانیں بند تھی لیکن چند دوکانوں پر یہ لکھا تھا ' طاعون کی وجہ سے بند ہیں" جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ دوسری دکانوں کے ہمراہ جلدی کھلنے والے نہیں تھیں ۔ اخبار کے ہاکر چیخ چیخ کر خبریں سنانے کی بجائے گلیوں کے گوشوں میں لیٹے ہوئے لیمپوں کے کھمبوں کے پاس ایک نیند میں سونے والوں کی طرح اخبار فروخت کر رہے تھے ۔ پہلی ٹرم کے آتے ہی وہ ایک دم بیدار ہو جاتے ۔ اپنے بازو پر اخبار پھیلا کر شہر میں گھومتے پھرتے جن پر لفظ طاعون لکھا ہوتا ۔ کیا اس مرتبہ طاعون کی موسم خزاں ہو گی ؟ ۔ پروفیسر ب کہتا ہے "نہیں" طاعون کے ۹۴ دن کا شکار ۱۲۴ ۔ اموات"

کاغذ کی بڑھتی ہوئی کمی کے باوجود ' جس کی بدولت بہت سے اخباروں نے اپنی صفحات کم کر دیے تھے ' ایک نئے اخبار "طاعون اخبار" کا اجرا ہوا تھا جس کا مقصد ایک دیانت دارانہ مصروضیت کے ساتھ شہریوں کو طاعون کے فروغ یا اس کی کمی کے بارے میں مطلع کرنا تھا اور انہیں طاعون کے مستقبل کے بارے میں مصدقہ شہادتیں فراہم کرنا تھا۔

اس اخبار کے کالموں میں سب کو لکھنے کی پوری دعوت تھی ان کا تعلق خواہ کسی شعبہ حیات سے ہو اور جو طاعون کے خلاف جنگ کرنے کی خواہش مند ہوں ۔ اس کا مقصد لوگوں کی اخلاقی جرات کو برقرار رکھنا تھا ۔ حکام کی طرف سے جاری کردہ ہدایات کو لوگوں تک پہنچانا تھا ۔ مختصر یہ کہ ان تمام نیک ارادوں کو یکجا مجتمع کر کے اس بدی کے خلاف جنگ کرنا تھی جس کی زد میں ہم سب تھے ۔ حقیقت میں یہ اخبار بہت جلد ہی طاعون کے خلاف نئے ٹوٹکوں کی خبریں شائع کرنے لگا۔

صبح ۶ بجے کے قریب یہ سارے اخبار بکنے شروع ہو جاتے جنہیں خریدنے کے لئے ایک گھنٹہ پہلے لوگ دوکانوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ۔ پھر ٹرامیں آتیں اور

مضافات کو جانے کے لئے بھر جاتیں ۔ اب ٹرامیں نقل و حمل کا واحد وسیلہ تھا چونکہ ان کے فٹ بورڈوں پر بھی لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا اس لئے انہیں چلنے میں بے حد دشواری پیش آتی ۔ ایک عجیب و غریب بات دیکھنے میں یہ آئی تھی کہ تمام مسافر ایک دوسرے کی طرف پشت کئے ہوئے ہوتے تاکہ ایک دوسرے کی چھوت سے بچ سکیں ۔ مختلف سٹاپوں پر عورتوں اور آدمیوں کا ایک ہجوم نیچے اترتا اور ہر کوئی ایک دوسرے سے دور رہنے کی کوشش کرتا۔ عام طور پر بد مذاقی کے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آتے ۔

جب پہلی ٹرامیں روانہ ہو جاتیں تو شہر آہستہ آہستہ بیدار ہو جاتا۔ جب یہ قہوہ خانے کھلتے دروازوں اور کواٹروں پر یہ لکھا ہوتا " کافی دستیاب نہ ہے "" اپنی چینی ساتھ لاؤ " اس کے بعد دوکانیں کھلی رہتیں اور گلیوں میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ۔ لیکن بیک وقت روشنی میں اضافہ ہوتا اور دھیرے دھیرے جولائی کا آسمان تپنے لگتا ۔ یہ وہ وقت تھا جب بیکار لوگوں چوراہوں میں نکل آتے ۔ ان میں سے بیشتر طاعون کا مقابلہ کرنے کے لئے اصراف کا مظاہرہ کرتے ۔ روزانہ ۱۱ بجے کے قریب نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے اپنے لباسوں کی نمائش کرنے کے لئے باہر آجاتے جس سے یہ احساس ہوتا کہ اتنی بڑی مصیبت کے باوجود لوگوں کے دلوں میں زندگی کی رمق باقی تھی ۔ اگر وباء نے زور پکڑا تو لوگوں کے حوصلے میں بھی اضافہ ہوگا اور ہم میلان کے لوگوں کی طرح قبروں کے گرد رقص کریں گے ۔

دوپہر کے وقت چشم زدن میں ریستوران بھر جاتے ۔ وہ لوگ جنہیں جگہ نہ ملتی وہ ریستورانوں کے دروازوں پر ٹولیوں کی صورت میں کھڑے ہو جاتے ۔ آسمان سے روشنی کی چمک غائب ہونے لگتی اور ایک دم گرمی میں اضافہ ہو جاتا۔ بڑے بڑے ریستورانوں میں کھانا کھانے کے امیدوار اپنی باری کا انتظار کرنے لگتے جبکہ گلیاں دھوپ سے چمک رہی ہوتی تھیں ۔ ان ریستورانوں میں بھیڑ کی ایک وجہ کھانے پینے کا مسئلہ بھی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی چھوت کا خوف بھی برقرار رہتا تھا۔ بہت سے گاہک کافی دیر تک بڑی احتیاط سے اپنی پلیٹیں صاف کرتے ۔ کچھ عرصہ بعد ان ریستورانوں میں یہ لکھ کر لگا دیا گیا "تصدیق کی جاتی ہے کہ ہماری پلیٹیں ' چھریاں اور کانٹے جراثیم سے پاک ہیں" ۔ لیکن بتدریج یہ پبلسٹی بھی ختم کر دی گئی کیونکہ یہاں گاہک اپنی مرضی سے بدستور آتے رہے بڑھیا شرابیں یا پسندیدہ شرابیں کافی مہنگی تھیں اور لوگ دریا دلی کا مظاہرہ کر رہے تھے ۔ یہ بھی لگتا تھا کہ ریستوراں میں ایک طرح کی کھلبلی مچی ہوئی تھی ۔ کیونکہ ایک گاہک کا رنگ ایک دم زرد ہوا ' اس کی

طبیعت خراب ہوئی اور وہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا۔

۲ بجے کے قریب شہر آہستہ آہستہ خالی ہو جاتا۔ یہ وہ وقت تھا جب خاموشی 'دھوپ' دھول اور طاعون گلیوں میں اکٹھے پھرتے ۔ دن بھر سرمئی بڑے بڑے مکانوں پر مسلسل گرتی رہتی ہے۔ چنانچہ یہ طویل لمحے آہستہ آہستہ دہکتی ہوئی شاموں میں ڈھل جاتے جو بڑبڑاتے ہوئے شہر پر پھیل جاتیں۔ گرمیوں کے ابتدائی دنوں میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر گلیاں سنسان ہو جاتیں ۔لیکن اب ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اگرچہ امید کے پیامبر نہیں تھے پھر بھی اس تناؤ کو کم کرنے میں مدد دیتے ۔ تمام لوگ گلیوں میں نکل آتے ' آپس میں اونچی اونچی باتیں کرتے ' بحث کرتے یا محبت کرتے اور جولائی کے سرخ آسماں کے نیچے شہر شور اور جوڑوں سے لدا ہوا رات کی طرف مستول کے بغیر جہاز کی طرح آگے بڑھنے لگتا۔ ہر شام ایک پر جوش پادری شہر کے چوراہوں میں ہجوم کے درمیان چیختا ہوا کہتا"

"خدا عظیم ہے 'اس کی طرف رجوع کرو"۔

اس کے برعکس لوگ خدا کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے چھوٹی چھوٹی چیزوں کی طرف بزیادہ سرعت سے رجوع کرتے ۔ ابتدا میں جب انہیں یقین تھا یہ دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری تھی تو ان کے لئے مذہب اپنی جگہ حق بجانب تھا۔لیکن انہوں نے دیکھا کہ معاملہ سنجیدہ ہو گیا تھا ۔ انہوں نے خوشیاں منانے کی طرف رجوع کیا ۔ وہ تمام دکھ جو دن بھر ان کے چہروں پر نمایاں ہوتا دھواں بھری آتشیں رات کو ایک طرح کے وحشی جذبے میں بدل جاتا 'ایک طرح کی بے محابا آزادی جو ان کے لہو میں بخار کی کیفیت پیدا کرتی۔

"میں بھی ان جیسا ہوں ۔لیکن کیا فرق پڑتا ہے ۔ مجھ جیسے آدمیوں کے لئے موت بے معنی ہے ۔ یہ وہ واقعہ ہے جو ان کی تائید کرتا ہے ۔"

۷

تارو نے ریو سے انٹرویو مانگا تھا جس کا ذکر وہ اپنی ڈائری میں کرتا ہے۔ شام کے وقت اس کا انتظار کرتے ہوئے ریو نے اپنی ماں کو دیکھا جو باورچی خانے کے ایک گوشے میں بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اس کا گھر کا کام کاج ختم ہو جاتا تو وہ وہاں بیٹھ کر دن بسر کرتی۔ وہ گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے انتظار کرتی۔ ریو یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ اس کے انتظار میں رہتی لیکن جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے اپنی ماں کے چہرے پر کچھ تغیر دیکھا۔ یہ مشقت بھری زندگی سے جنم لینے والی خاموشی تھی جس میں زندگی کے آثار پیدا ہوتے تھے لیکن وہ پھر اپنی خاموشی میں اتر گئی۔ آج شام وہ دریچے سے باہر گلی میں جھانک رہی تھی جو ویران ہو چکی تھی۔ گلی کی دو تہائی روشنیاں کم کر دی گئی تھیں۔ اور بہت دور ایک مدہم سا لیمپ شہر کی تاریکی میں روشنی دے رہا تھا۔

"کیا یہ روشنیاں اتنی دیر تک مدہم رہیں گی جب تک طاعون ہے" ریو کی ماں نے پوچھا

"شاید ------"

"خیال ہے کہ یہ سردیوں تک رہے گی"

"ہاں" ریو نے جواب دیا

اس نے اپنی ماں کی نگاہوں کو اپنی پیشانی پر مرکوز ہوتے دیکھا۔ اسے علم تھا کہ گذشتہ چند دنوں سے اضطراب اور کام کی زیادتی نے اس کے چہرے کو متاثر کیا تھا۔

"کیا آج سارے معاملات ٹھیک رہے؟ ریو کی ماں نے پوچھا"

"ہاں" "معمول کے مطابق رہے"

معمول کے مطابق، بالفاظ دیگر پیرس سے جو سیرم پہنچا تھا وہ پہلے کی نسبت کم موثر ثابت ہوا تھا اور موت کی شرح میں اضافہ ہو رہا تھا، متاثرہ لوگوں کے علاوہ دوسروں کو حفاظتی ٹیکے لگانا ممکن نہیں تھا۔ اگر تم کو ٹیکے لگانے مقصود تھے تو ان کی وافر تعداد درکار تھی بہت سے آبلے پھوٹ نہیں رہے تھے کہ ان کے پکنے کا موسم آ گیا تھا۔ وبا کی ایک نئی قسم

نمودار ہوئی جس سے دو شخص متاثر ہوئے ۔ طاعون نے پھیپھڑوں کو متاثر کرنا شروع کیا ۔
اسی دن ایک میٹنگ کے دوران گھبرائے ہوئے ڈاکٹروں نے پریشان حال پریفکٹ سے
پوچھا کہ کون سے ایسے اقدام لیئے جائیں کہ پھیپھڑوں کو متاثر کرنے والی وبا کا سد باب کیا
جا سکے ۔ حسب معمول وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے ۔

اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا جس کا چہرہ بچپن کی یادوں سے سرخ تھا ۔

"ماں تمہیں ڈر لگ رہا ہے ؟" ۔

"میری عمر میں کسی چیز کا ڈر باقی نہیں رہتا" ۔

"دن بہت طویل ہوتے جا رہے تھے اور میں اس کے باوجود گھر پر نہیں ہوتا" ۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا ۔ میں تمہارے آنے کا انتظار کرتی رہتی ہوں ۔ جب
تم نہیں ہوتے میں سوچتی ہوں کہ تم کیا کر رہے ہو گے ۔ تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟" ۔

"ہاں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے ـــــ اگر میں ٹیلیگرام پر یقین کر لوں تو سب
کچھ ٹھیک چل رہا ہے ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری بیوی نے مجھے پریشانی سے بچانے کے
لئے یہ سب کچھ لکھا ہے ۔

دروازے کی گھنٹی بجی ڈاکٹر اپنی ماں کو دیکھ کر مسکرایا اور باہر چلا گیا ۔ نیچے
سیڑھیوں کی پیڑھی پر نیم تاریکی میں تارو کھڑا سرمئی رنگ کا بھالو لگ رہا تھا ریو نے ملاقاتی کو
اس طرح بٹھایا کہ اس کا چہرہ میز کی طرف تھا جب کہ وہ خود ڈیسک کی میز کے پیچھے کھڑا رہا ۔
کمرے میں ڈیسک پر صرف ایک لیمپ جل رہا تھا ۔ کسی تمہید کے بغیر تارو نے کہا "میں
تمہارے ساتھ بلا تکلف بات چیت کر سکتا ہوں ۔

ریو کی خاموشی اس کا جواب تھی ۔

"پندرہ دنوں یا ایک مہینے سے تمہاری یہاں کوئی افادیت نہیں رہے گی کیونکہ
واقعات گرفت سے باہر ہیں" ۔

"یہ بات درست ہے ،ریو نے جواب دیا"

"حفظان صحت کا ادارہ بالکل ناکارہ ہے ،اس میں ملازموں کی کمی ہے اور وقت کم
ہے" ۔

ریو نے یہ بھی تسلیم کیا کیونکہ حقیقت یہی تھی ۔

"میں نے سنا ہے کہ پریفکٹ لام بندی کرنا چاہتا ہے جو آبادی صحت مند ہے وہ

نمودار ہوئی جس سے دو شخص متاثر ہوئے۔ طاعون نے پھیپھڑوں کو متاثر کرنا شروع کیا۔
اسی دن ایک میٹنگ کے دوران گھبرائے ہوئے ڈاکٹروں نے پریشان حال پریفکٹ سے
پوچھا کہ کون سے ایسے اقدام لئے جائیں کہ پھیپھڑوں کو متاثر کرنے والی وبا کا سدباب کیا
جاسکے۔ حسب معمول وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تھے۔

اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھا جس کا چہرہ بچپن کی یادوں سے سرخ تھا۔

"ماں تمہیں ڈر لگ رہا ہے؟"۔

"میری عمر میں کسی چیز کا ڈر باقی نہیں رہتا"۔

"دن بہت طویل ہوتے جارہے ہیں اور میں اس کے باوجود گھر پر نہیں ہوتا"۔

"مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارے آنے کا انتظار کرتی رہتی ہوں۔ جب
تم نہیں ہوتے میں سوچتی ہوں کہ تم کا کر رہے ہوگے۔ تمہارے پاس کوئی نئی خبر ہے؟"۔

"ہاں سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے ــــ اگر میں ٹیلیگرام پر یقین کرلوں تو سب
کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری بیوی نے مجھے پریشانی سے بچانے کے
لئے یہ سب کچھ لکھا ہے۔

دروازے کی گھنٹی بجی ڈاکٹر اپنی ماں کو دیکھ کر مسکرایا اور باہر چلا گیا۔ نیچے
سیڑھیوں کی پیڑھی پر نیم تاریکی میں تارو کھڑا سرمئی رنگ کا بھالو لگ رہا تھا ریو نے ملاقاتی کو
اس طرح بٹھایا کہ اس کا چہرہ میز کی طرف تھا جب کہ وہ خود ڈیسک کی میز کے پیچھے کھڑا رہا۔
کمرے میں ڈیسک پر صرف ایک لیمپ جل رہا تھا۔ کسی تمہید کے بغیر تارو نے کہا "میں
تمہارے ساتھ بلا تکلف بات چیت رکھ سکتا ہوں۔

ریو کی خاموشی اس کا جواب تھی۔

"پندرہ دنوں یا ایک مہینے سے تمہاری یہاں کوئی افادیت نہیں رہے گی کیونکہ
واقعات گرفت سے باہر ہیں"۔

"یہ بات درست ہے، ریو نے جواب دیا"

"حفظان صحت کا ادارہ بالکل ناکارہ ہے، اس میں ملازموں کی کمی ہے اور وقت کم
ہے"۔

ریو نے یہ بھی تسلیم کیا کیونکہ حقیقت یہی تھی۔

میں نے سنا ہے کہ پریفکٹ لام بندی کرنا چاہتا ہے جو آبادی صحت مند ہے وہ

طاعون کے خلاف جدوجہد میں حصہ لے۔"

"تم کافی باخبر ہو۔ بے اطمینانی پھیلی ہوئی ہے اور پریفکٹ ابھی تک تذبذب کا شکار ہے"۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر رضا کار کیوں نہیں طلب کئے جاتے"؟

"ایسا کیا گیا ہے لیکن نتائج حوصلہ افزا نہیں ہیں۔"

"یہ سرکاری ذرائع سے کیا گیا تھا اور وہ بھی نیم دلی سے، ان میں تخیل کی کمی ہے۔ طاعون کے جراثیم جس حد تک پہنچ چکے ہیں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور جو حفاظتی اقدام وہ لے رہے ہیں وہ نزلہ زکام روکنے کے لئے بھی کافی نہیں ہیں۔ اگر ہم انہیں ایسا ہی کرنے دیں وہ خود جاں بحق ہو جائیں گے اور ہم بھی۔"

"یہ ممکن ہے"، ریو نے کہا "میں تمہیں بتادوں وہ جیل کے قیدیوں کو اس بھاری بھرکم کام کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔"

"بہتر ہے کہ یہ کام آزاد لوگوں سے کرایا جائے"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے لیکن میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم ایسا کیوں چاہتے ہو"؟

"مجھے موت کے سزایافتہ سے خوف آتا ہے"۔

ریو نے تارو کو دیکھا۔

"کیا"—— اس نے کہا۔

"خیر میرے پاس حفظان صحت کی رضا کارانہ تنظیم کا ایک منصوبہ ہے۔ مجھے یہ تصور آزمانے کی اجازت دو اور انتظامیہ ایک ہی طرف رہے۔ وہ پہلے ہی اس میں گھٹنوں گھٹنوں ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں میرے دوست پہلا پتھر پھینکیں گے۔ ظاہر ہے کہ میں بھی ان میں برابر کی شرکت کروں گا"۔ ٹھیک ہے، بہرکیف میں تمہاری تجویز کو بخوشی قبول کرتا ہوں۔ اس میں بہت سے مددگاروں کی ضرورت ہے خصوصاً اس پیشے میں جس میں میں ہوں۔ میں پریفکٹ سے یہ تجویز منظور کروانے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں"۔ لیکن ریو نے سوچا یہ کام بڑا موذی تھا"، تم اچھی طرح جانتے ہو۔ مجھے ہر حالت میں تمہیں متنبہ کرنا چاہیے، تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے"

تارو نے اپنی سرمئی آنکھوں سے اسے دیکھا

"ڈاکٹر کیا تم پادری پانیلو کے بارے میں سوچ رہے ہو؟"

اس نے یہ سوال عام لہجے میں کیا تھا اور ریو نے اسی عام لہجے میں جواب دیا۔

"میں ہسپتالوں میں اتنا رہا ہوں کہ میرے لئے اجتماعی سزا کا تصور ختم ہو گیا ہے۔ لیکن تمہیں علم ہے کہ عیسائی اس کے بارے میں سوچے بغیر اکثر باتیں کرتے ہیں۔ وہ جیسا دکھائی دیتے ہیں حقیقت میں اس سے بہتر ہیں۔"

"تم پانیلو کی طرح سوچتے ہو کہ طاعون کی اپنی رحمتیں ہیں۔ یہ آنکھیں کھولیتی ہے اور سوچنے پر مجبور کرتی ہے"

ڈاکٹر نے مضطرب ہو کر اپنا سر ہلایا۔

"ہاں دنیا کی تمام بیماریاں ایسا ہی کرتی ہیں۔ لیکن جو کچھ اس دنیا کی برائی کے بارے میں حقیقت ہے وہ طاعون کے بارے میں بھی ہے۔ یہ انسانوں کو اپنے آپ سے ماورا ہونے میں مدد دیتی ہے۔"

"لیکن وہ دکھ اور مصیبت جو یہ اپنے ہمراہ لاتی ہے وہ پاگل کر دیتی ہے یا بزدل بنا دیتی ہے یا بالکل نابینا کر دیتی ہے اگر طاعون کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے جائیں" ریو نے بمشکل اپنی آواز بلند کی تھی کہ تارو نے ہاتھ سے ایسے اشارہ کیا جیسے اسے پرسکون رہنے کے لئے کہہ رہا ہو۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"ہاں" ریو نے کندھے سکڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا کچھ سوچ بچار کر رہے ہو؟" تارو نے کرسی کی پشت پر اپنے کندھے پھیلائے اور روشنی میں اپنے سر کو آگے کیا،

"ڈاکٹر تمہیں خدا پر یقین ہے؟"

یہ سوال بھی اس فطری طریقے سے کیا گیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ ریو جواب دیتے سے ہچکچایا۔

"نہیں، لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں تیرگی میں ہوں اور روشنی کا متلاشی ہوں۔

"لیکن ایک مدت ہوئی میں نے اس حقیقت کی تلاش چھوڑ دی" -------

"کیا یہ بات تمہارے اور پانیلو کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کرتی۔

"میں نہیں سمجھتا۔ پانیلو ایک پڑھا لکھا آدمی ہے۔ اس نے مشاہدہ نہیں کیا اس لئے وہ حقیقت کی بات کرتا ہے۔ لیکن وہ چھوٹا پادری جو گاؤں کے عیسائیوں کا مہتمم ہے جو ایک مرتے ہوئے شخص کے آخری سانس کو سنتا ہے، وہ میری طرح سوچتا ہے وہ انسانی

دکھ کی نشاندہی کرنے سے پہلے اسے ختم کرنے کی کوشش کرے گا"۔

"ریو نے اپنا چہرہ اٹھایا جو ابھی تک تاریکی میں تھا۔

چھوڑو اسے، تم اس کا جواب دینا نہیں چاہتے "اس نے کہا۔

تارو اپنی کرسی سے ہلے بغیر مسکرایا۔

مثال کے طور پر اگر میں جواباً سوال کرتا ہوں؟"

اس مرتبہ ڈاکٹر پھر مسکرایا

"تم پر اسرار بننا چاہتے ہو، ایسا نہیں ہے؟"

"تم اتنی زیادہ لگن کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہو، جبکہ تم خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ تمہارے جواب سے میں اپنے آپ کو جواب دے سکوں گا"

تاریکی سے باہر نکلے بغیر ڈاکٹر نے کہا کہ وہ پہلے ہی جواب دے چکا تھا، اگر وہ با اختیار خدا میں یقین رکھتا تھا تو پھر اسے لوگوں کا علاج نہیں کرنا چاہیے اور انہیں اس کی امان میں چھوڑ دینا چاہیے۔ لیکن کوئی بھی اس طرح خدا کے بارے میں نہیں سوچتا، حتیٰ کہ پانیلو بھی جو اس طرح کے خدا میں یقین رکھتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی مکمل طور پر اپنے آپ کو اس کے سپرد نہیں کرتا۔ بہرکیف اس معاملے میں ریو اپنے آپ کو راستی پر سمجھتا تھا کہ وہ جس طرح کا نظام ہے وہ اس کے خلاف جنگ کر رہا تھا۔

"آہ "تارو نے کہا" تو تمہارا اپنے پیشے کے بارے میں یہ خیال ہے "تارو نے کہا

ہاں کم و بیش "ڈاکٹر نے روشنی میں آتے ہوئے کہا

تارو نے ہلکی سی سیٹی بجائی ریو نے اس کی طرف دیکھا۔

ہاں "اس نے کہا کہ تم نے خود ہی کہا تھا کہ اس طرح محسوس کرنے میں ایک طرح کے تفخر کی ضرورت ہے۔ لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مجھ میں صرف اتنا ہی احساس تفخر ہے جو مجھے قائم دائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میرے مقدر میں کیا لکھا ہے اور یہ سب کچھ ختم ہو جائے گا تو پھر کیا بننے والا ہے۔ فی الحال ہر طرف تو مریض ہی مریض ہیں جن کا علاج کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد شاید وہ سوچیں گے کہ یہ مسئلہ ختم ہو گیا ہے اور میں بھی سوچوں گا۔ لیکن زیادہ ضروری بات علاج کرنا ہے۔ میں جو کچھ بھی ان کی حفاظت کے لئے کر سکتا ہوں، کر رہا ہوں-----"

"کس کے خلاف؟"

ریو دریچے کی طرف مڑا سمندر سے .بہت دور افق پر مبہم لکیر دکھائی دے رہی تھی ۔
اسے اپنی تھکن کا احساس تھا ' اس کے ساتھ ہی اس میں ایک فوری اور ' غیر حقیقی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اپنے غیر معمولی ساتھی سے باتیں کر کے اپنا بوجھ ہلکا کرے کیونکہ اس میں برادرانہ اخوت تھی ۔
"میرے ذہن میں اس قسم کا کوئی خیال نہیں تھا تارو ۔جب میں نے اس پیشے کو یوں ہی اختیار کیا تھا ۔ ان .بہت سے نوجوانوں کی طرح جو ضرورت کے تحت کسی پیشے کا انتخاب کرتے ہیں ۔میرے لئے ایسا کرنا مشکل تھا ۔ کیونکہ میں ایک قلی کا بیٹا تھا اور پھر مجھے لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھنا تھا ۔ تمہیں علم ہے کہ بعض وہ لوگ بھی ہیں جو مرنے سے انکار کرتے ہیں ۔ کیا تم نے کبھی کسی عورت کو چیختے ہوئے موت کے لمحے یہ کہتے ہوئے سنا ہے " کبھی نہیں "میں؟ ' ہاں میں نے ایسا دیکھا ہے ۔لیکن میں اسے قبول نہیں کرسکتا تھا۔ میں اس وقت جوان تھا اور میں اس دنیا سے مطابقت نہیں پیدا کرسکتا ۔ اس کے بعد مجھ میں زیادہ انکساری پیدا ہو گئی تھی ' میں کسی کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا ۔میں بس یہی کچھ جانتا ہوں ۔
ریو خاموش ہو گیا۔اس نے محسوس کیا کہ اس کا حلق خشک ہو چکا تھا۔
"بہر کیف ـ ـ ـ" تارو نے دھیمے لہجے میں کہا
"بہر کیف " ڈاکٹر نے اس کے تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے کہا ' وہ تارو کو غور سے دیکھتے ہوئے مزید کچھ کہنے میں ہچکچا رہا تھا" یہ ایسی بات ہے جسے تم جیسا شخص سمجھ سکتا ہے ۔ کیونکہ اس دنیا کا نظام موت کے تابع ہے تو پھر کیا یہ .بہتر نہیں ہے کہ خدا کا انکار کرتے ہوئے آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائے موت کے خلاف جنگ کریں جہاں وہ خاموشی میں ہے ؟"
"ہاں " تارو نے اثبات میں کہا"لیکن تمہاری کامرانیاں عارضی ہوں گی ۔
ریو کے چہرے پر تاریکی کی لہر پھیل گئی ۔
"ہاں مجھے علم ہے 'لیکن اس وجہ سے جدوجہد کرنا مناسب نہیں"
"یہ وجہ نہیں ' میں اس سے متفق ہوں ۔ تاہم میں اب تصور میں لا سکتا ہوں کہ یہ طاعون تمہارے لئے کسی معنی کی حامل ہے ۔"
"ہاں " ریو نے کہا یہ ایک نا ختم ہونے والی شکست ہے ۔"

تارو نے ایک لمحے کے لئے غور سے ریو کو دیکھا اور پھر بھاری قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا۔ ریو بھی اس کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ اس کے پہلو بہ پہلو تھا کہ تارو نے اپنے قدموں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ڈاکٹر تمہیں یہ سب کچھ کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے فوراً جواب دیا

-----دکھ نے --------

ریو نے اپنے دفتر کا دروازہ کھولا اور غلام گردش میں تارو سے کہا کہ وہ بھی نیچے جا رہا تھا مضافات میں اس نے ایک مریض کو دیکھنا تھا۔ تارو نے اس کے ساتھ جانے کی خواہش کا اظہار کیا، ریو نے اس کی بات مان لی۔ غلام گردش کے آخر میں ان کی ملاقات ریو کی بیوی سے ہوئی، ڈاکٹر نے تارو سے اس کا تعارف کرایا۔

"یہ میرا دوست ہے" اس نے کہا"

"بے شک"، ریو کی بیوی نے کہا "میں آپ سے مل کر بڑی خوش ہوئی ہوں"

جب وہ وہاں سے جا رہی تھی تو تارو کی نگاہیں اس کے تعاقب میں تھیں، سیڑھیوں کے جنگلے پر پہنچ کر، ڈاکٹر نے اس اہلکار کو بلب کی تاریں ٹھیک کرنے کے لئے کہا لیکن اس کے باوجود سیڑھیوں پر اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔"

ڈاکٹر نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ شاید بچت کرنے کا نیا طریقہ تھا۔ لیکن اس بارے میں کچھ نہیں کہا سکتا تھا۔

کچھ عرصے سے گھروں اور شہر میں ہر چیز بے قابو نظر آتی تھی۔ شاید کونسیر اور ہمارے شہری ہر چیز سے غافل ہو چکے تھے۔ لیکن ڈاکٹر کے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ وہ اس بارے میں مزید جومائی کرتا کہ اتنے میں عقب میں تارو کی آواز سنائی دی۔

"ڈاکٹر، ایک بات اور، خواہ تمہیں یہ احمقانہ لگے۔ تم بالکل درست کہتے ہو۔

تیرگی میں ریو نے اپنے کندھے سکیڑے "حقیقت میں یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر ہے۔ لیکن کیا یہ سب کچھ تمہاری فہم میں ہے؟

"ہاں" تارو نے کسی جذباتی لہجے کے بغیر کہا، ہاں مجھے کچھ کام کرنے ہیں"

ریو رک گیا اور اس کے عقب میں تارو کا پاؤں سیڑھی پر پھسلا تارو نے ریو کا کندھا پکڑ کر سنبھلنے کی کوشش کی۔

"تمہارا خیال ہے تم زندگی کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو؟

اندھیرے میں سے اسی پر سکون آواز نے جواب دیا"

"ہاں"

جب وہ گلی میں گھوم رہے تھے تو انہیں احساس ہوا کہ کافی دیر ہو چکی تھی۔ غالباً گیارہ بج چکے تھے۔ شہر بالکل خاموش تھا صرف لہروں کی سرسراہٹ تھی۔ بہت دور ایک ایمبولنس گاڑی کا سائرن سنائی دے رہا تھا۔ دونوں موٹر میں بیٹھ گئے اور ریو نے اسے سٹارٹ کیا۔

"تمہیں کل حفاظتی ٹیکے کے لئے ہسپتال آنا چاہیے" "لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ فرار ہونے میں تین میں سے ایک کی کامیابی کا امکان ہے"

"ڈاکٹر اس قسم کے اندازے میں کوئی منطق نہیں میری طرح تمہیں بھی اس کا علم ہے۔ سو سال پہلے پرشیا کے ایک شہر میں طاعون کی وبا نے سب شہریوں کو ہلاک کر دیا تھا، سوائے مردوں کو غسل دینے والے کو جو مسلسل اپنے کام میں مصروف تھا"۔

"وہ اپنے تیسرے چانس پر انحصار کرتا رہا" ریو نے ایک دم افسردگی کے لہجے میں کہا۔ لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ اس موضوع پر ہمیں ابھی بہت کچھ جاننے کی ضرورت ہے"۔

وہ مضافات میں داخل ہوئے موٹر کی ہیڈ لائٹ سنسان گلیوں کو روشن کر رہی تھی۔ اس نے کار روکی۔ موٹر کے سامنے ریو نے تارو سے کہا وہ اندر آنا پسند کرے گا۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ آسمان سے روشنی کی چمک سے ان کے چہرے منور ہوئے۔ ریو ایک دم دوستانہ لہجے میں ہنسنے لگا۔

"آؤ چلیں" تارو کو اس نے کہا "تمہیں کس بات نے ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے"؟

مجھے علم نہیں۔ شاید اس اخلاقی قوت۔

کس اخلاقی قوت نے؟

"فہم"

تارو گھر کی طرف جانے کے لئے مڑا اور اس کے بعد ریو نے اس کا چہرہ صرف اس دن دیکھا جب وہ بوڑھے دمہ کے مریض کے گھر میں تھا۔

۸

اگلے دن تارو رضا کاروں کی ایک کھیپ تیار کرنے میں لگا ہوا تھا جسے دیکھا دیکھی دوسرے بھی یہی کام کرنے لگے تھے۔

اس داستان گو کا یہ ارادہ نہیں ہے کہ وہ حفظان صحت کی ان ٹیموں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے۔ بیشک آج ہمارے شہری اس موقعہ پر اپنی خدمات کو مبالغہ آمیز رنگ میں پیش کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ لیکن یہ داستان گو ایک حد تک ان اچھے عوامل کو غیر معمولی اہمیت دینے کو تیار ہے کیونکہ یہ انسان کی فطرت کے برے پہلو کو بالواسطہ طور پر بدیہ عقید تعقیدت پیش کرنے کا طریقہ ہے۔ اس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ عوامل غیر معمولی ہونے کی وجہ سے نمایاں تھے کیونکہ عیاری اور لاتعلقی ہمیشہ انسانی عوامل کی پشت پناہی کرتی ہے۔ لیکن یہ داستان گو اس خیال سے متفق نہیں ہے۔ اس دنیا میں تمام بدی لاعلمی کی بدولت ہے اور نیکی اتنی ہی تکلیف دہ ہوسکتی ہے جتنی بدی بشرطیکہ یہ روشنی سے محروم ہو۔ مجموعی اعتبار سے انسان بدی سے زیادہ نیکی کے حامل ہیں۔ حقیقیت میں اصل مسئلہ یہ نہیں ہے۔ لیکن وہ بے خبر ہیں اور اسے ہم نیکی یا بدی کہتے ہیں۔ سب سے ناقابل علاج بدی فہم کی کمی ہے جو سب کچھ جاننے کا دعوٰی کرتی ہے۔ اور جو دوسرے کو مارنے کی اجازت دیتی ہے۔ قاتل کی روح نابینا ہوتی ہے اور کوئی بھی حقیقی اچھائی یا حقیقی محبت روشن نگاہ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے حفظان صحت کی رضا کار تنظمیں کا' جو تارو کی بدولت منظم ہوئی تھی ' ایک معروضیت کے ساتھ جائزہ لینا چاہیے ۔ اسی لئے یہ داستاں گو اس کے بارے میں رطب اللسان نہیں ہو گا۔ وہ جو حفظان صحت کی ٹیموں کے انچارج تھے وہ اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل نہیں تھے ۔ انہیں علم تھا کہ وہ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہ تصور میں بھی نہیں لایا جا سکتا تھا کہ وہ اس کام کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکیں گے ۔ ان تنظیموں نے ہمارے شہریوں کو وبا سے مقابلہ کرنے میں مدد کی اور انہیں

یقین دلایا کہ اب طاعون ہمارے درمیان تھی اور اس کا انحصار ان پر تھا کہ وہ اس کے خلاف کس طرح جدو جہد کرتے تھے کیونکہ طاعون بعض لوگوں کے لئے ایک فرض کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ یہ جس طرح تھی اس طرح ظاہر ہوئی ' باالفاظ دیگر یہ سب کا مسئلہ بن چکی تھی۔

یہاں تک معاملہ ٹھیک تھا۔ لیکن ہم کسی ایک سکول ماسٹر کو اس لئے مبارکباد نہیں دیتے کہ وہ یہ پڑھاتا ہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ البتہ ہم اسے اس پیشے کے انتخاب پر مبارکباد دے سکتے ہیں۔

البتہ ہم تارو اور اس کے ساتھیوں کو مبارکباد دے سکتے ہیں کہ وہ دو اور دو چار ثابت کرنا چاہتے تھے ' ہم اس میں یہ اضافہ کر سکتے ہیں کہ ان کی نیک نیتی میں ایک سکول ماسٹر بلکہ وہ تمام لوگ شامل تھے جو سکول ماسٹر ایسا گداز دل رکھتے تھے اور جو انسانیت کے لئے تعظیم کا باعث تھے۔ جو دیکھنے میں کم لیکن تعداد میں کافی تھے۔ بہرکیف داستان گو اس خیال کا حامل ہے۔ تاہم اس کے خلاف یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ سارے لوگ خطرہ مول لے رہے تھے۔ لیکن تاریخ میں ہمیشہ ایک وقت ایسا آیا ہے جب کوئی دو اور دو چار کہنے کی ہمت کرتا ہے اسے موت کی سزا دی جاتی ہے۔ سکول ماسٹر اس سے بخوبی واقف تھا۔ مسئلہ یہ جاننا نہیں ہے کہ استدلال کا انجام سزا یا انعام نہ ہے۔ بلکہ یہ کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں یا نہیں ----
---. جہاں تک ہمارے شہریوں کا تعلق ہے جنہوں نے اپنی جان کا خطرہ مول لیا تھا انہیں اقرار کرنا تھا کہ ان کے درمیان طاعون تھی اور اس کے خلاف جدو جہد کرنا ضروری تھا۔

ہمارے شہر کے بہت سے نئے مبلغین چلتے پھرتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ اس بارے میں کچھ نہیں کیا جا سکتا سوائے اس کے کہ دو زانو ہو کر التجا کی جائے۔ تارو' ریو اور ان کے ساتھی اس کا کوئی نہ کوئی جواب دیتے 'لیکن اس کا نتیجہ ایک ہی تھا کہ طاعون کے خلاف جنگ کی جائے اور دو زانو ہو کر التجا نہ کی جائے۔ ضروری امر یہ تھا کہ ہلاک ہونے والوں کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو بچایا جائے اور نہ ختم ہونے والی جدائی کو ختم کیا جائے۔ اور ایسا کرنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ طاعون کے خلاف جدو جہد کی جائے۔ یہ صداقت قابل تعریف نہیں تھی یہ محض ایک منطقی نتیجہ تھی۔

اسی باعث بوڑھا گراند اپنی پوری قوت کے ساتھ موقعہ پر ہی موجود وسائل کے ساتھ طاعون کے ارتداد کا سیرم بنا رہا تھا۔ اور اسے امید تھی کہ مقامی میکروب کے کلچر سے جو

سیرم تیار کیا جائے گا وہ در آمدہ کی نسبت زیادہ موثر ثابت ہو گا کیونکہ مقامی جراثیم طاعون کے عام جراثیم سے کچھ مختلف تھا جس کا ذکر گرم ممالک کی بیماریوں کی ذیل میں کیا جاتا ہے۔ کاسل پر امید تھا کہ اس کے سیرم کی پہلی کھیپ جلدی تیار ہو جائے گی۔

شاید یہی وجہ تھی کہ گراند ، جس میں ہیرو کے کوئی خصائص نہیں تھے ، سینٹری سکواڈز کے سیکرٹری کے طور پر کام کر رہا تھا۔ تارو نے رضا کاروں کے جو دستے منظم کئے تھے ان میں سے کچھ شہر کے گنجان آباد علاقوں میں طاعون کی روک تھام کا کام کر رہے تھے۔ وہ صفائی کے لئے مناسب اقدام کے نفاذ کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ ان گداموں کا جائزہ لیتے تھے جہاں جراثیم کش ادویات استعمال نہیں کی گئی تھیں۔ رضا کاروں کے دوسرے دستے ڈاکٹروں کے ہمراہ گھر گھر جاتے تھے ، بیماروں کا وہاں سے انخلا کراتے اور پھر بعد میں ڈرائیوروں کی کمی کے باعث موٹروں میں بیماروں اور مردوں کو لاد کر لے جاتے۔ اس سارے کام میں زیادہ اہم بات مریضوں کا اندراج اور ان کے اعداد و شمار کا حساب رکھنا تھا اور یہ کام گراند نے کرنا قبول کیا تھا

اس نقطہ نظر سے اس قصہ گو کے خیال میں ریو اور تارو کی نسبت گراند اس خاموش بہادری کی علامت تھا جو حفظان صحت کی ٹیموں میں حوصلہ پیدا کر رہا تھا۔ ہاں وہ کسی ہچکچاہٹ کے بعد کشادہ دلی سے کہتا جو اس کی شخصیت کا جزو ثانی تھا۔ اس نے صرف یہی خواہش کی تھی کہ اسے ہلکی ڈیوٹی دی جائے کیونکہ وہ دوسرے کاموں کے لئے بوڑھا تھا وہ ۶ سے ۸ بجے تک ہر شام اپنا وقت دے سکتا تھا۔ جب ریو نے گرم جوشی سے اس کا شکریہ ادا کیا تو وہ کچھ حیران ہو گیا تھا

"کیوں "یہ اتنی مشکل بات نہیں ہے۔ طاعون یہاں موجود ہے اور ہم نے اس کا مقابلہ کرنا ہے ، یہ بات واضح ہے۔ آہ "میری خواہش ہے کہ ہر بات اتنی ہی سادہ ہو "اور وہ اپنے قول کا پکا تھا۔ بعض اوقات جب اس نے اپنی رپورٹیں تیار کرلیں ہوتیں اور اپنے اعداد و شمار کو بھی مرتب کر لیا ہوتا تو گراند اور ریو گپ بازی کرنے لگتے۔ جلد ہی انہوں نے تارو کو اپنے ہمراہ بات چیت میں شرکت کی عادت ڈال لی اور گراند ظاہری خوشی کے ساتھ اپنے ان دو ساتھیوں کے پاس اپنے جذبات کا اظہار کرتا۔ وہ دونوں اس کام میں دلچسپی لے رہے تھے جو گراند طاعون کے دوران کر رہا تھا۔۔ انہیں بھی اس کام سے کچھ سکون ملتا۔

"تمہاری گھوڑ سوار بڑھیا کیسی ہے ؟" تارو اکثر یہ پوچھتا۔

اور گراند خشک سی مسکراہٹ سے وہی جواب دیتا

"بھاگتی جا رہی ہے بھاگتی جا رہی ہے"۔ ایک شام گراند نے اعلان کیا کہ اس اپنی گھوڑ سوار کے لئے "شاندار" کی صفت ترک کر دی ہے۔ اب اس کی جگہ "دبلی پتلی" نے لے لی ہے۔"

"یہ زیادہ واضح ہے"۔ اس کے بعد اس نے اپنے دوستوں کو اس جملے کا نیا ورشن سنایا۔

"مئی کی ایک صبح ایک دبلی پتلی گھوڑ سوار ایک خوبصورت گھوڑی پر سوار بولاں کے جنگل میں پھولوں کی روش پر جاتی دیکھی گئی ہو۔

"تم میرے ساتھ اتفاق کرو گے کہ وہ اس طرح زیادہ اچھی دکھائی دیتی تھی۔ اور میں نے اس میں مئی کی ایک صبح کا اضافہ کیا ہے کیونکہ مئی کے مہینے میں گھوڑے پر زیادہ سیر کی جاتی ہے۔ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے؟"۔

اس کے بعد اس نے "خوبصورت" کی صفت پر اپنے اضطراب کا اظہار کیا۔ اس کے خیال میں یہ موضوع کی پوری ترجمانی نہیں کرتی تھی۔۔ اور وہ ایسی ترکیب تلاش کرنے لگا جو فوری طور پر اس شاندار جانور کی تصویر کشی کر سکتی۔۔ "گداز" اس سے بات نہیں بنے گی۔ اس میں ضم کا پہلو اور عمومیت ہے۔ "خوبصورتی سے بنی ہوئی" وہ اس ترکیب کی طرف مائل تھا لیکن یہ اتنی رواں نہیں تھی اور اس سے آہنگ میں فرق پڑ جاتا تھا۔ ایک شام اس نے فاتحانہ انداز سے کہا کہ "اسے مل گئی تھی۔ "ایک سیاہ اصیل گھوڑی" اس میں اس کے گداز اور پر شکوہ ہونے کا تاثر ملتا تھا۔"

"اس سے بات نہیں بنتی" ریو نے کہا

"وہ کیوں؟"

"کیونکہ سیاہ گھوڑا کوئی نسل نہیں' یہ ایک رنگ ہے"

"کون سا رنگ؟"

"آہ' وہ رنگ جو سیاہ نہیں ہے ـــــ بہر کیف۔"

گراند کچھ پریشان ہو گیا۔

"شکریہ" اس نے کہا "خوش قسمتی سے تم یہاں ہو۔ تم دیکھتے ہو۔ یہاں کتنی مشکل ہے"

"تمہارا اس "بیش بہا" کے بارے میں کیا خیال ہے؟" تارو نے کہا۔

گراند نے اس کی طرف دیکھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

"ہاں" اس نے کہا "ہاں"

اور اس کے چہرے پر دھیرے دھیرے مسکراہٹ پھیل گئی۔

کچھ دنوں کے بعد اس نے اعتراف کیا کہ لفظ "پھول دار" سے وہ کچھ پریشانی محسوس کر رہا تھا۔ چونکہ اس نے اوران اور مونتلیمار کے علاوہ کوئی اور شہر نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اس نے اپنے دوستوں سے پوچھا کہ بولاں کے جنگل کی روشیں کس طرح کی تھیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ تارو یا ریو نے کبھی غور نہیں کیا تھا کہ وہ روشیں پھولوں سے بھری تھیں لیکن گراند کے بے پایاں یقین سے وہ کچھ متزلزل سے ہو گئے تھے۔ وہ ان کے تذبذب سے کچھ حیران تھا۔

"صرف مصور ہی دیکھنے کا فن جانتے ہیں۔" ڈاکٹر نے اسے پہلی مرتبہ اتنے اضطراب میں دیکھا تھا۔ وہ "پھول دار" کی بجائے پھولوں سے بھری ترکیب استعمال کرنے لگا۔ وہ اپنے ہاتھ ملنے لگا۔ "ان کا نظارہ کیا جاسکتا ہے ' ان کی خوشبو کو سونگھا جاسکتا ہے" "دوستو ہیٹ اتار کر سلام کرو" اس نے بڑے فاتحانہ طریقے سے کہا۔ "مئی کی ایک روشن صبح ایک دبلی پتلی عورت بولاں کے جنگل میں ایک بیش بہا گھوڑی پر سوار پھولوں سے لدی روش میں جاتی ہوئی دیکھی گئی ہو۔" لیکن تین مرتبہ الفاظ کے آخر میں "س" کی آواز ناگوار تھی اور گراند کچھ لڑکھڑایا۔ وہ کچھ نادم ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ڈاکٹر سے رخصت چاہی۔ وہ کچھ دیر سوچنا چاہتا تھا۔

اس دوران ' جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا ' وہ دفتر میں ذہنی طور پر غیر حاضر رہنے لگا۔ تھا اور اس کی کوتاہیوں کا سنجیدگی سے نوٹس لیا گیا کیونکہ میونسپلٹی کا دفتر پہلے ہی دباؤ میں تھا۔ اس کے نتیجے کے طور پر اس کے شعبہ کی کارکردگی متاثر ہوئی اور دفتر کے چیف نے سختی سے اس کی سرزنش کی اور اسے بتایا کہ اسے اس کام کی تنخواہ دی جاتی تھی جسے وہ سرانجام نہیں دے رہا تھا۔ "مجھے بتایا گیا ہے کہ تم حفظان صحت کی رضا کار تنظیم میں کام کر رہے ہو۔ تم یہ کام دفتر کے اوقات کے بعد کر سکتے ہو۔ اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جس سے میرا تعلق ہے وہ دفتر میں تمہارا کام ہے۔ ان خوفناک حالات میں اپنی افادیت کو ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنا کام اچھی طرح کرو، بصورت دیگر سب کچھ

بے مقصد ہے۔"

"وہ ٹھیک کہتا ہے" گراند نے ریو سے کہا

"ہاں' وہ ٹھیک کہتا ہے" ڈاکٹر نے اس کی تائید کی۔

"لیکن میں پریشان ہوں کہ کس طرح اپنا جملہ مکمل کروں"

اس نے پوچھا کہ وہ لفظ "بولاں" استعمال نہ کرے کہ ساری دنیا اس کے بارے میں جانتی تھی ۔ اور اس کے ساتھ "پھولوں" کا لفظ بھی خود بخود متصل ہو جاتا تھا اور یہی معاملہ "روش" کے لفظ کے ساتھ تھا۔ بولاں کے جنگل کی روشیں پھولوں سے لدی ہوئی ہیں"۔ لیکن لفظ "جنگل" اسم ذات اور صفت کے درمیان ہے جو اس کے لئے ناخوشگوار تھا تاہم وہ اسے حسب منشا استعمال کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض شاموں کو وہ ریو سے زیادہ تھکا ہوتا۔

بیشک وہ بہت تھک جاتا کیونکہ وہ اس تحقیق میں مصروف رہتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اعداد و شمار کا بھی دھیان رکھتا جن کی شعبہ حفظان صحت کو ضرورت تھی ۔ وہ شاموں کو اعداد و شمار کو درست کرنے میں مصرف رہتا' ان کے متعدد گراف بناتا اور بڑی محنت کرکے صحیح صورت حال کا نقشہ تیار کرتا ۔ وہ اکثر ریو کے پاس ہسپتال چلا جاتا اور ڈسپنسری کے دفتر میں ایک میز کا مطالبہ کرتا ۔ وہ اپنے کاغذات لے کر وہاں بیٹھ جاتا بالکل اسی طرح جیسے وہ میونسپل کے دفتر میں کام کرنے کے لئے اپنی نشست جماتا تھا۔ وہ جراثیم کش ادویات سے اور بذات خود وبا سے بوجھل فضا میں سیاہی سکھانے کے لئے اپنے کاغذات ہوا میں لہراتا۔ ایسے لمحات میں وہ بڑی دیانت داری سے کوشش کرتا کہ اپنی سیاہ گھوڑی کے بارے میں کچھ نہ سوچے اور اپنے کام پر توجہ رکھے۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ لوگ ہیرو کی مثال دینا پسند کرتے ہیں' اس داستان میں اگر ہیرو کی مثال دینا بیحد لازمی ہے تو اس داستان گو کے نزدیک یہ بے نام چھوٹا سا نیک دل آدمی ایک ہیرو تھا جس کا آدرش مضحکہ خیز تھا۔ اس طرح صداقت کا بول بالا ہوگا جس طرح ۲+۲=۴ ہوتے ہیں ۔ اس کے بعد ہیروازم کا نمبر آتا ہے ۔ اور اس کے بعد خوشی کے لئے خواہش۔ اس کے نتیجے کے طور پر یہ داستان ایک خصوصیت کی حامل ہوگی ۔ یہ داستان نیک جذبات کے ساتھ لکھی گئی ہے ۔ باالفاظ دیگر ایسے جذبات جو واضح طور پر برے ہیں اور نہ ہی ایک سٹیج ڈرامے کی طرح ضرورت سے زیادہ جذباتیت کے حامل ہیں۔

یہ کم سے ڈاکٹر ریو کی رائے تھی ۔ اس طاعون زدہ شہر کے بارے میں خارجی دنیا

سے پیغامات اور حوصلہ افزا باتیں کہی گئیں ۔ بیک وقت زمینی یا ہوائی راستے سے رسد بھیجی گئی ، تعریفی کلمات اور درد بھری اپیلیں اس تنہا شہر کی طرف بھیجی گئیں تھیں اور ہر مرتبہ ان کے تعریفی کلمات اور ان کی لفاظی سے ڈاکٹر مضطرب ہو جاتا ۔ وہ یقینی طور پر جانتا تھا کہ یہ ہمدردی حقیقی تھی لیکن اس کا اظہار عام فہم زبان میں بھی کیا جا سکتا ہے جو انہیں عام انسانیت سے متصل کرتی ہے اور یہ زبان کوتار کی روزمرہ کی چھوٹی چھوٹی مصروفیات کو بیان کرنے کے لئے مناسب نہیں تھی ۔ مثال کے طور پر طاعون کے دوران گراند جس اہمیت کا مالک تھا اس کی یہ ترجمانی نہیں کر سکتی ۔

بعض اوقات رات کو ویران شہر کی تنہائی میں ، اپنے بستر پر کچھ لمحے سونے کے لئے ڈاکٹر ریڈیو سننے لگتا ۔ دنیا کے دوسرے کنارے سے ہزاروں کلومیٹر دور نامعلوم آوازیں اپنے ہم جنسوں کے لئے یگانگت کا اظہار کر رہی تھیں لیکن وہ بے اثر تھیں کیونکہ ہر شخص اس دکھ میں شریک نہیں ہو سکتا تھا جس کا اس نے مشاہدہ نہیں کیا ۔ "اوران" "اوران" —— یہ آوازیں بے سود سمندروں میں پھیل رہی تھیں ہیں ، اور ریو امید کا دامن تھامے یوں ہی انہیں انہماک سے سن رہا تھا ، اگرچہ اس کی فصاحت میں اضافہ ہو رہا تھا ۔ جو بتدریج گراند اور بولنے والے کے درمیان خلیج میں اضافہ کر رہی تھی ۔ "اوران ہم تمہارے ساتھ ہیں " "نہیں " ڈاکٹر نے اپنے آپ سے کہا کہ اکٹھے زندہ رہنا یا مرنا ہی واحد راستہ ہے ۔ اور باقی بہت دور ہیں ۔

۹

طاعون کے عروج تک پہنچنے سے پہلے جو حالات پیش آئے تھے ان کا حال بیان کرنا ضروری ہے۔ طاعون اپنی پوری قوت کے ساتھ شہر پر حملہ آور تھی۔ شہر کے چند ضدی لوگوں نے، جن میں رامبیر بھی شامل تھا، اس کے خلاف تکلیف دہ اور مسلسل مدافعت کی کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی خوشیوں کو حاصل کر سکیں اور اپنی ذات کو ممکن حد تک اس کی یورش سے محفوظ رکھ سکیں۔ ان کا اس غلامی سے بچنے کا یہ طریقہ تھا جو دوسروں کے لئے اتنا موثر نہیں تھا۔ تاہم اس قصہ گو کی رائے میں یہ معنویت کا حامل تھا اور اپنے تضاد اور بے ثمر ہونے کے باوجود ہم میں سے ہر ایک کے احساس تفخر کا شاہد تھا۔

رامبیر طاعون کے خلاف جدوجہد کر رہا تھا کہ کہیں وہ اسے آنہ لے۔۔ یہ جاننے کے بعد کے شہر سے فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا اس نے ریو کو بتایا کہ وہ دوسرے ذرائع استعمال کرے گا۔ اس صحافی نے پہلے ہوٹل کے بیرے سے رابطہ قائم کیا۔ ہوٹل کے بیرے ہر معاملے میں بڑے باخبر ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے اس نے اس خطرناک مہم سے متعلق سنگین سزاوں کے بارے میں سوالات کئے۔ پہلے پہل اسے ایک "اکسانے والا" شخص سمجھا گیا۔ اتفاق سے اس کی ملاقات کوتار سے ریو کے گھر ہوئی اور اس نے کچھ پیش رفت کی۔ اس دن صحافی نے ریو سے ان بے سود کاروائیوں کے بارے میں گفتگو کی جو اس نے انتظامیہ سے کی تھیں۔۔ کچھ دنوں رامبیر کی کوتار سے ایک گلی میں ملاقات ہوئی جس نے بڑی شائستگی کا مظاہرہ کیا۔

"کیا اب بھی ہر طرف سے انکار ہے؟"

"ابھی تک ایسا ہی ہے"

"ان دفتروں پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے"۔

"ان دفتروں پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں اس لئے نہیں بنایا گیا کہ وہ معاملات

کو سلجھا سکیں"۔

"لیکن میں کسی اور چیز کا متلاشی ہوں، اس کو حاصل کرنا بڑا مشکل ہے۔"۔

"ہاں، مجھے پتہ ہے۔" کوتار نے کہا

بہر کیف اسے راستہ بنانا آتا تھا۔ اس نے رامبیر کو یہ بتا کر متحیر کر دیا کہ وہ اوران کے سارے ریستورانوں میں جاتا رہا تھا، اس لئے اس کے کافی دوست تھے۔ اسے علم تھا کہ کوئی ایسی تنظیم تھی جو یہ مہماتی کام سرانجام دے سکتی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کوتار نے جن چیزوں کا راشن کیا تھا وہ ان کی سمگلنگ میں ملوث تھا جس باعث وہ اپنے وسائل سے بڑھ کر زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ سگرٹ اور گھٹیا شراب بھی فروخت کرتا تھا جن کی قیمت میں بدستور اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اس طرح کچھ رقم جمع کر سکا تھا۔۔

"کیا تمہیں اس بارے میں یقین ہے؟"۔

"مجھے اس بارے میں کل ایک تجویز دی گئی ہے"۔

"اور تم نے وہ مان لی ہے؟"۔

"اوہ، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں" کوتار نے کہا" کیونکہ میرا ارادہ جانے کا نہیں ہے۔"۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد اس نے اضافہ کیا۔

"تم نے یہ نہیں پوچھا میری کون سی ایسی وجوہات ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ میرا ان سے تعلق نہیں ہے۔"۔

"ایک اعتبار سے، درحقیقت تمہارا اس سے تعلق نہیں ہے۔ لیکن ایک دوسری اعتبار سے ہے۔ بلآخر میں کہہ سکتا ہوں کہ جب سے طاعون پھیلی ہے میں بہتر محسوس کر رہا ہوں۔"

رامبیر اس کی بات سن رہا تھا

"اس تنظیم میں کس طرح شمولیت کی جا سکتی ہے؟"

"اہ" یہ اتنا آسان نہیں ہے، میرے ساتھ چلو،"" کوتار نے کہا۔

یہ سہ پہر چار بجے کا وقت تھا۔ گدلے آسمان کے نیچے شہر بتدریج گرمی سے پک رہا تھا۔۔۔۔ سب دکانوں کی جھلملیاں گری ہوئی تھیں اور روشیں ویران تھیں۔ کوتار اور وہ آرکیڈز کے نیچے آپس میں بات چیت کئے بغیر چلتے جا رہے تھے۔ یہ وہ لمحات تھے جب طاعون

کا اثر کہیں دکھائی نہیں دیتا تھا۔ یہ خاموشی، رنگوں کا معدوم ہونا، اور طاعون کی بجائے گرمی کا اثر تھا۔۔ کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ فضا دھول یا گرمی کی وجہ سے خطرے کا باعث بن رہی تھی۔ طاعون کی موجودگی کو محسوس کرنے کے لئے دیکھنے اور سوچنے کی ضرورت تھی کیونکہ اس کا نشان منفی علامات کے ذریعے ملتا تھا۔۔ کوتار کو اس سے ایک طرح کا لگاؤ تھا۔ اس نے مثال کے طور پر کتوں کی عدم موجودگی کے ذریعے اس کی نشاندہی کی تھی جو عام دنوں میں ناممکن الحصول خشکی کی تلاش میں روشوں اور گیلریوں میں گھومتے پھرتے تھے۔۔

وہ بولیوار پامیر سے گزرتے ہوئے پلاس دی آرام کے راستے بندرگاہ میں پہنچ گئے تھے۔ بائیں جانب ایک ریستوراں تھا جسے سبز رنگ سے پینٹ کیا گیا تھا اور جس کے دریچوں کے زرد رنگ کی کھردری کینوس ڈھلوان کی صورت میں پھیلی ہوئی تھی۔۔ اندر داخل ہوتے ہی کوتار اور راہبیر نے اپنی پیشانیاں صاف کیئں۔ وہاں فولڈنگ کرسیاں اور چھوٹی چھوٹی میزیں دھری ہوئی تھیں جنہیں سبز رنگ سے پینٹ کیا گیا تھا۔ اس وقت ہال بالکل خالی تھا۔ ہوا میں مکھیاں اڑ رہی تھیں۔ کاونٹر پر طوطے کا زرد پنجرہ لٹک رہا تھا جس میں وہ پر پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ دیوار پر فوجی تصویریں آویزاں تھیں جو لکڑی کے جالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ راہبیر جس میز پر بیٹھا تھا اس پر مرغی کی خشک بیٹھیں گری ہوئی تھیں جس کی وضاحت وہ بڑے بھونڈے طریقے سے کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک گوشے سے کھڑکھڑاہٹ سنائی دی اور ایک خوبصورت مرغا پھڑپھڑاتا ہوا باہر نکلا۔

اس لمحے یوں لگا جیسے گرمی میں یک لخت اضافہ ہوگیا تھا۔ کوتار نے اپنا کوٹ اتار کر میز پر پھینک دیا۔ ایک چھوٹا سا آدمی جو گردن تک نیلے رنگ کے ایپرن میں چھپا ہوا تھا تیزی سے دروازے میں سے باہر نکلا، وہ چیختا ہوا مرغے کی طرف بڑھا اور زوردار ٹھوکر مار اسے اپنے راستے سے ہٹایا، مرغے کے شور کو ختم کرنے کے لئے وہ زور سے چیخا اور حاضرین سے پوچھنے لگا کہ وہ ان کی کیا خدمت کر سکتا تھا۔ کوتار نے اسے سفید شراب لانے کے لئے کہا اور کسی گارسیا کے بارے میں پوچھا ـــــ اس بونے سے آدمی نے بتایا کہ کچھ دن پہلے اسے ایک قہوہ خانے میں دیکھا گیا تھا۔

"تمہارا خیال ہے وہ شام کو آئے گا؟"۔

"آہ، اس نے کہا" مجھے اس کے رازوں کا کیا علم ہے لیکن کیا تمہیں اس کی آمد کا علم ہے؟"۔

"ہاں لیکن یہ بات اتنی اہم نہیں ہے ۔میں صرف اسے ایک دوست سے ملانا چاہتا ہوں۔"

ہوٹل کا بیرا ان کی میز کے سامنے کھڑا اپنے گیلے ہاتھ مل رہا تھا۔

"آہ۔ مونسیر یہ شریف آدمی بھی یہی کاروبار کرتا ہے؟"۔

"ہاں،" کوتار نے جواب دیا۔

بونے نے ناک میں بولتے ہوئے کہا" خیر شام کو وہ جب آئے گا تو میں لڑکے کو تمہاری طرف بھیج دوں گا۔"

باہر نکلتے ہوئے رامبیر نے پوچھا کہ وہ کیا کاروبار کرتا تھا——

"ظاہر ہے کہ جعلی کام کرتا ہے ۔ وہ شہر کی بندرگاہوں پر مال بھیجتے ہیں اور وہ مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے" رامبیر نے کہا" کیا وہ بھی شریک جرم ہے"۔

"بالکل"۔

شام کے وقت سائبان اونچے کر دیئے گئے تھے ۔طوطا اپنے پنجرے میں ٹیں ٹیں کر رہا تھا اور چھوٹی چھوٹی میزوں کے آگے لوگ آدھے بازووں کی قمیضیں پہنے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے ۔ان میں سے ایک جس کے سر پر تنکوں کا ہیٹ پیچھے کی طرف ہٹا ہوا تھا اور جس کا گریبان کھلا تھا اور سینہ زمین کی طرح جلا ہوا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔اس کا کمایا ہوا چہرہ متناسب تھا، اس کی آنکھیں سیاہ رنگ کی تھیں اور چھوٹی چھوٹی تھیں ۔اس کے دانت سفید تھے، اس کی انگلیوں میں دو تین انگوٹھیاں تھیں۔اس کی عمر تیس سال کی تھی۔

"سلام" اس نے کہا" کاونٹر پر شراب پئیں؟"۔

انہوں نے خاموشی سے تین پیگ پیئے

"اب چلیں؟" آخر کار گارسیا نے کہا

وہ بندرگاہ کی طرف چلنے لگے۔ گارسیا نے اس سے پوچھا کہ وہ اس سے کیا چاہتا تھا ؟۔ کوتار نے جواب دیا کہ وہ رامبیر سے اسے کسی سودے کے بارے ملانا نہیں چاہتا تھا بلکہ یہ ایک گپ شپ تھی۔ گارسیا ان کے آگے سگرٹ پیتا ہوا جا رہا تھا۔ اس نے کچھ سوالات پوچھے اور رامبیر کے لئے "وہ" کا لفظ استعمال کرتا اور ظاہراً اس کی موجودگی کو نظر انداز کر رہا تھا۔

"وہ کیوں جانا چاہتا ہے؟"

"اس لئے کہ اس کی بیوی فرانس میں رہتی ہے۔"

"آہ"۔ کچھ عرصے کے بعد اس نے کہا۔

"اس کا پیشہ کیا ہے؟"۔

"وہ صحافی ہے۔"۔

"یہ لوگ بہت چرب زبان ہوتے ہیں"۔

راہبیر خاموش رہا۔

"وہ ایک دوست ہے" کوتار نے کہا

وہ خاموشی سے قدم اٹھاتے جارہے تھے ۔ وہ بندرگاہ پر پہنچ گئے جس کا راستہ بڑی بڑی جالیوں سے بند تھا۔ انہوں نے ایک چھوٹی سی سرائے کی طرف رخ بدلا جہاں سے تلی ہوئی سارڈین کی مہک ان تک پہنچ رہی تھی ۔

"بہر کیف یہ میری بجائے راؤل کا مسئلہ ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ میں اسے تلاش کروں۔ اور یہ اتنا آسان نہیں ہو گا۔"

"آہ" کوتار نے گرمجوشی سے کہا" کیا وہ چھپا ہوا ہے؟"

گارسیا نے اس کا جواب نہ دیا۔ سرائے کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا اور پہلی مرتبہ راہبیر کی طرف مڑا

"پرسوں گیارہ بجے کسٹم کی بیرکس کی طرف"۔ اس نے ایسا ظاہر کیا جیسے وہ وہاں سے جانا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر رک گیا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے اس کی کچھ قیمت ادا کرنا پڑے گی"۔ اس نے یہ بات کچھ عام سے لہجے میں کی۔

"یقیناً" راہبیر نے اس کی تائید کی۔ کچھ دیر بعد صحافی نے کوتار کا شکریہ ادا کیا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے" دوسرے نے تفنن سے کہا" مجھے تمہارا کام کر کے خوشی ہو گی، تم ایک صحافی ہو اور میری حمایت میں کچھ نہ کچھ کہو گے۔"

دو دنوں کے بعد راہبیر اور کوتار ان بے سایہ گلیوں میں سے گزر رہے تھے جو ہمارے شہر کے مرتفع علاقے کو جاتی تھیں۔۔ کسٹم چوکی کے ایک حصے کو ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا تھا جس کے بڑے دروازے کے سامنے لوگ اس امید سے اکٹھے ہوئے تھے کہ انہیں مریضوں سے ملنے کی اجازت مل جائے گی ۔ یا پھر کسی بیمار کے بارے میں کوئی اطلاع

مل جائے گی یا کوئی ایسی خبر جس کی اہمیت ایک گھنٹے کے بعد ختم ہو جائے گی -- اس وجہ سے یہاں کچھ لوگ جمع رہتے اور آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا اور اسی باعث رابیر اور کوتار نے ملاقات کے لئے اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔

"عجب بات ہے" کوتار نے کہا "تم جانے کے لئے اتنا اصرار کر رہے ہو۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے بیحد دلچسپی کا حامل ہے"۔

"میرے لئے نہیں" رابیر نے کہا۔

"ظاہر ہے، کچھ نہ کچھ خطرہ تو مول لینا ہی پڑتا ہے -۔ بہر کیف طاعون سے پہلے کسی مصروف چوک کو عبور کرنا بھی خطرے کا باعث تھا"۔

اس دوران ریو کی کار ان کے برابر آ پہنچی۔ تارو کار چلا رہا تھا اور ریو اونگھ رہا تھا۔ وہ ان سے ملنے کے لئے بیدار ہوا۔

"ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں" تارو نے کہا "ہم ایک ہی ہوٹل میں رہتے ہیں"۔ اس نے رابیر کو شہر تک جانے کی پیشکش کی۔

"نہیں، یہاں ہماری ملاقات کا وقت مقرر ہے"

ریو نے رابیر کی طرف دیکھا۔

"ہاں، کیا بات ہے؟"

"اوہ، کوتار نے حیرت کا اظہار کیا" کیا ڈاکٹر کو اس بارے میں معلوم ہے؟

"وہ رہا مجسٹریٹ" کوتار کی طرف دیکھتے ہوئے تارو نے انتباہ کیا۔ تارو کا رنگ بدل گیا تھا۔ اوتھان گلی میں اتر کر ان کی طرف بڑھ رہا تھا، تیز تیز لیکن نپے تلے قدم لیتا ہوا۔ لوگوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے اپنا ہیٹ اتار لیا۔

"سلام صبح مونسیر مجسٹریٹ" تارو نے کہا۔

کار میں بیٹھتے ہوئے مجسٹریٹ نے سر ہلا کر سلام کا جواب دیا، کوتار اور رابیر کی طرف دیکھا جو پیچھے کھڑے تھے۔ تارو نے کوتار کا بطور صحافی تعارف کرایا۔ مجسٹریٹ نے ایک لمحے کے لئے آسمان کی طرف دیکھا اور سسکی لیتے ہوئے کہا کہ یہ مصیبت کا وقت تھا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ مونسیر تارو تم حفاظتی اقدام لینے میں بڑی مدد کر رہے ہو۔۔ مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ کام قابل تعریف ہے ـــــ ڈاکٹر ریو تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ وبا اور پھیلے گی؟"

ریو نے جواب دیا کہ اسے امید نہیں تھی کہ یہ اور پھیلے گی۔ اس پر مجسٹریٹ نے جواب دیا کہ امید کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے، وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ تارو نے اس سے پوچھا کہ ان واقعات کی بدولت کیا کام میں اضافہ ہو گیا تھا؟"۔

"اس کے برعکس جرائم میں کمی آ گئی ہے۔ درحقیقت اب میرا کام نئے ضابطوں کی خلاف ورزیوں کی انکوائریاں کرنے تک محدود رہ گیا ہے۔ اس سے پہلے پرانے قوانین کی کبھی اتنی سختی سے پابندی نہیں کی گئی تھی۔"

"یہ ان کے مقابلے میں بہتر معلوم ہوتے ہیں۔" تارو نے کہا۔

مجسٹریٹ مسلسل آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے تارو کی طرف خنک نگاہوں سے دیکھا

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اصل مسئلہ قانون کا نہیں سزا کا ہے۔۔ ہمیں اس بات کو قبول کرنا چاہیے"۔

جب وہ چلا گیا تو تارو نے کہا" وہ دشمن نمبر ایک ہے"۔

کار کا سٹارٹر حرکت میں آیا۔

کچھ دیر کے بعد رامبیر اور کوتار نے گارسیا کو آتے ہوئے دیکھا۔ کسی قسم کا اشارہ کئے بغیر وہ سیدھا ان کے پاس آیا، سلام کیا۔

"آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا"۔

ان کے اردگرد ہجوم تھا جس میں عورتیں زیادہ تھیں اور مکمل خامشی چھائی ہوئی تھی۔ سب نے کھانے پینے کے سامان کی ٹوکریاں اس خام امید کے ساتھ اٹھائی ہوئی تھیں کہ وہ انہیں ان کے بیمار والدین تک پہنچا دیں گے۔۔ دروازے پر مسلح اہلکار کھڑے تھے اور گاہے گاہے دلخراش چیخیں صحن، بیرکوں اور راستوں میں سنائی دیتیں۔ وہاں پر کھڑا ہجوم مضطرب چہروں سے ڈسپنسری کی طرف دیکھتا۔

یہ تینوں آدمی یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ کسی نے پیچھے سے واضح طور پر سلام صبح کہا، انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا، بےحد گرمی کے باوجود راؤل نے اعلیٰ لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کا اچھا سلا ہوا سوٹ گہرے رنگ کا تھا اور فیلٹ ہیٹ پہنا ہوا تھا جس کے کنارے اوپر کی طرف مڑے ہوئے تھے۔ وہ طویل قامت اور مضبوط ساخت کا آدمی تھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا، آنکھیں بھوری اور دہانہ بھنچا ہوا تھا۔ راؤل تیز مگر قطعی گفتگو کرتا تھا۔

"شہر کی طرف چلیں" اس نے کہا" گارسیا اب ہمیں اکیلا چھوڑ دو"۔

گارسیا نے سگرٹ سلگایا اور وہیں کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ دور چلے گئے۔ وہ تیزی سے چل رہے تھے۔ کوتار اور راہبیر کے درمیان جگہ لینے کے لئے وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

"گارسیا نے مجھے ساری صورتحال بیان کی ہے" اس نے کہا" یہ معاملہ طے کیا جاسکتا ہے تمہیں اس کے لئے دس ہزار فرانکس دینے پڑیں گے"۔

راہبیر نے اسے جواب دیا کہ یہ اس کے لئے قابل قبول تھا۔

"کل دوپہر کو گودی میں واقع ہسپانوی ریستوراں میں ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ"۔

راہبیر نے یہ دعوت قبول کر لی اور پہلی مرتبہ مسکراتے ہوئے راؤل کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اس کے جانے کے بعد کوتار نے معذرت کی کہ وہ پرسوں فارغ نہیں تھا۔ مزید براں راہبیر کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اگلے دن جب راہبیر ہسپانی ریستوراں میں داخل ہوا سب چہرے اس کی طرف مڑے۔ یہ چھوٹی سی غار نما جگہ ملستی میں واقعہ ایک گلی میں تھی جو دھوپ سے جلی ہوئی تھی جس میں زیادہ تر ہسپانیوں کی آمد و رفت تھی۔ کمرے کے آخر میں راؤل ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے صحافی اور راہبیر کو دیکھ کر اشارہ کیا جو اس کی طرف بڑھنے لگے۔ لوگوں کے چہروں پر حیرت کا تاثر ختم ہو گیا اور وہ اپنی پلیٹوں کی طرف جھک گئے۔ راؤل کے پاس ایک لمبا تڑنگا آدمی

بیٹھا تھا جس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ اس کے کندھے چوڑے تھے، منہ گھوڑے ایسا تھا اور اس کے بال مہین تھے۔ اس کی آستینیں چڑھی ہوئی تھیں اور اس کی پتلی پتلی بانہوں پر سیاہ بال تھے۔ راہبیر سے تعارف کے دوران اس نے تین مرتبہ سر کو جنبش دی۔ ابھی تک اس کا نام نہیں بتایا گیا تھا۔ گفتگو کے دوران راؤل اس کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اسے "ہمارا دوست" کہتا۔

"ہمارے دوست کا خیال ہے ـــــ وہ ایسا کرتے۔۔" راؤل بات کرتے کرتے رک گیا کہ ویٹرس راہبیر سے آڈر لینے لگی۔

"وہ ہمارے دوستوں سے رابطہ کرنے والا ہے جو تمہیں سپاہیوں سے ملا دیں گے جن سے معاملہ طے کر لیا گیا ہے۔۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ایک دم کام شروع کر دو، تم یہ معاملہ ان سپاہیوں پر چھوڑ دو جو مناسب موقعہ کا خود انتخاب کریں گے۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم ان میں سے کسی ایک کے گھر پر رہو اس کا گھر دروازے کے بہت قریب ہے۔ ہمارا دوست

مناسب رابطے قائم کرے گا جب سب کچھ طے ہو جائے گا تو اخراجات کا تعین کیا جائے گا۔

اس دوست" نے ایک دو مرتبہ اپنے گھوڑے والا منہ اوپر نیچے کیا۔ وہ منہ میں اٹکی سلاد اور ٹماٹر کو مسلسل کھا رہا تھا اور پھر ہسپانوی لہجے میں بات کرنے لگا۔ اس نے راہبیر کو پرسوں گرجا کے پورچ میں صبح آٹھ بجے ملنے کے لیے کہا۔

"ایک دو دن مزید انتظار کرنا ہو گا" راہبیر نے کہا

"یہ معاملہ اتنا آسان نہیں ہے "راؤل نے کہا" مناسب لوگوں کا ملنا ضروری ہے"

گھوڑے ایسے منہ والے نے ایک دو مرتبہ اپنا سر پھر اوپر نیچے کیا۔۔ راہبیر نے کسی تاثر کے بغیر اثبات میں سر ہلایا۔ کچھ عرصہ گفتگو کے موضوع کی تلاش میں صرف ہوا۔ راہبیر کو جب یہ معلوم ہوا کہ گھوڑے کے منہ والا فٹ بال کا کھلاڑی تھا تو معاملہ کچھ آسان ہو گیا۔ وہ خود ایک اچھا فٹ بال کا کھلاڑی تھا۔ وہ فرانسیسی چیمپین شپ اور انگریزوں کی ٹیم کی خوبیوں اور تکنیک پر گفتگو کرنے لگے۔ کھانے کے اختتام پر گھوڑے کا منہ والا آدمی کافی خوش مزاج ہو چکا تھا۔۔ وہ راہبیر کو قائل کرنے لگا کہ فٹ بال میں اس کے لئے سینٹر ہاف سے بہتر کوئی اور پوزیشن نہیں تھی۔

"تم جانتے ہو کہ سنٹر ہاف سب کو گیم کھلاتا ہے اور یہی فٹ بال کی گیم ہے۔"

راہبیر اس کی بات ماننے پر مائل تھا جبکہ وہ خود سنٹر فورورڈ کے طور پر کھیلا کرتا تھا۔ یہ گفتگو ریڈیو کی نشریات کی وجہ سے رک گئی کہ گانوں کی بجائے یہ اعلان کیا جا رہا تھا کہ شہر میں طاعون کی وجہ سے ۱۲۷ اموات ہو چکی تھیں۔ یہ سن کر وہاں پر موجود کسی شخص نے اضطراب کا اظہار نہ کیا۔ گھوڑے کے منہ والے آدمی نے کندھے سکیڑے، وہ اپنی جگہ سے اٹھا، راؤل اور راہبیر اس کے پیچھے چلنے لگے۔

جب وہ باہر نکل رہے تھے سنٹر ہاف نے راہبیر سے ہاتھ بڑی مضبوطی سے ملایا۔

"مجھے گونزل کہتے ہیں" اس نے کہا۔

راہبیر کے لئے یہ دو دن ختم ہونے میں نہیں آتے تھے۔ وہ ریو کے گھر گیا اور اسے اپنی کاروائیوں کی تفصیل بیان کی۔۔ اس کے بعد وہ ڈاکٹر کے ساتھ مریض دیکھنے چل نکلا۔ اس نے ڈاکٹر کو اس مریض کے دروازہ پر الوداع کہا جس پر طاعون میں مبتلا ہونے کا شک تھا۔

گیلری میں قدموں اور آوازوں کا شور سنائی دیا۔ یہ اہل خانہ کے لئے ڈاکٹر کی آمد کا اعلان تھا۔

"میرا خیال ہے تارو وقت پر پہنچ جائے گا" ریو منہ میں بڑبڑایا۔ وہ کچھ تھکن محسوس کر رہا تھا

"وبا قابو سے باہر معلوم ہوتی ہے" رامبیر نے کہا

ریو نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ موت کے اعداد و شمار اتنی تیزی سے اضافہ نہیں ہو رہا تھا ۔ درحقیقت طاعون کا مقابلہ کرنے کے لئے مناسب اقدام نہیں لئے جا رہے۔ تھے۔

"ہمارے پاس ساز و سامان کی کمی ہے" اس نے کہا" ۔ دنیا کی تمام افواج میں ساز و سامان کی کمی کو افراد کے ذریعے پورا کیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں افراد کا بھی فقدان ہے"

" کیا دوسرے شہر سے ڈاکٹر اور تربیت یافتہ عملہ نہیں بھیجا گیا؟" ۔

"ہاں "ریو نے کہا" ۱۰ ڈاکٹر اور ۱۰۰ معاون آ گئے ہیں۔ بظاہر یہ تعداد میں کافی لگتے ہیں لیکن وبا کی موجودہ صورتحال میں وہ بمشکل ضرورت پوری کر سکیں گے۔ اور اگر وبا پھیلتی ہے تو وہ نا کافی ہونگے"

ریو نے اندر سے اٹھتا ہوا شور سنا اور رامبیر کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

"ہاں تمہیں اپنی جنگ جیتنی ہے۔۔۔"

رامبیر کے چہرے پر ایک سایہ سا پھیلنے لگا۔

"تم جانتے ہو" اس نے بھاری سی آواز میں کہا" میں اس وجہ سے یہاں سے نہیں جا رہا ہوں" ۔

ریو نے جواب دیا کہ اسے یہ بات معلوم تھی لیکن رامبیر نے اپنی بات کو جاری رکھا۔

"میرا نہیں خیال کہ میں بزدل ہوں اور یہ ثابت کرنے کے لئے میرے پاس موقع ہے لیکن کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔"

ڈاکٹر نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"کیا تم اسے دوبارہ ملو گے؟

"شاید لیکن میں نہیں چاہتا کہ وبا ختم نہ ہو اور وہ عمر رسیدہ ہو جائے۔ تیس سال کی عمر میں بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئیے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ تم میری بات سمجھ رہے ہو" ریو نے بڑبڑا کر کہا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ وہ اس کی بات سمجھ گیا تھا۔ اتنے میں وہاں تارو پہنچ گیا جو بڑے جوش میں تھا۔

"میں نے پانیلو کو کہا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہو جائے"۔

"اس نے ــــــ" ڈاکٹر نے پوچھا

اس نے کچھ سوچ بچار کے بعد اثبات میں جواب دیا۔

"مجھے اس بات کی خوشی ہے" ڈاکٹر نے کہا "وہ اپنے وعظ سے بہتر ہے۔"

"ساری دنیا اسی طرح ہے" تارو نے کہا "انہیں ایسا موقع دینا چاہئیے" وہ مسکرایا اور اس نے ریو کو آنکھ ماری۔

"میرا زندگی میں منصب یہ ہے کہ میں لوگوں کو موقع فراہم کروں"

"معاف کرنا مجھے اب جانا ہے" رامبیر نے کہا

ملاقات کے روز جمعرات کو رامبیر پورچ کے نیچے ۵۵۔۷ بجے موجود تھا۔ ہوا میں تازگی تھی۔ آسمان پر سفید اور مدور بادلوں کے گولے بھٹک رہے تھے جن کو گرمی اپنا نوالہ بنا رہی تھی۔۔ خشک لان پر نمی کی لہر اٹھ رہی تھی۔ مشرق کی جانب کے مکانوں کے پیچھے سورج جون آف آرک کے بت کو گرمی پہنچا رہا تھا۔ روشنی کا یہ ٹکڑا اس جگہ کو منور کر رہا تھا۔ گھڑیال نے ۸ بجائے اور رامبیر ویران پورچ میں ٹہلنے لگا۔ اندر سے دھیمی دھیمی سریلی آوازوں کی لہر اور لوبان کی باسی مہک باہر امڈ رہی تھی۔ ایک دم خاموشی چھا گئی اور ۱۲ سیاہ شبہیں اونچی سیڑھیوں سے نیچے اتر کر وسط شہر کی طرف بڑھنے لگیں۔ وہ سگرٹ سلگانے لگا تو اسے معاً

خیال آیا کہ یہاں سگرٹ پینے کی اجازت نہ ہو۔ ۸.۱۵ بجے آرگن دھیمے سروں میں بجنے لگا۔ رامبیر ایک چھپی ہوئی محراب کے نیچے سے نمودار ہوا اور ایک لمحے کے بعد اس نے سیاہ شبیہوں کو دیکھا جو اس کے پاس سے گزر رہی تھیں۔۔ وہ تمام قربان گاہ کے پاس کھڑے ہو گئے جس پر سینٹ روش کا مجسمہ ایستادہ تھا جسے ہمارے کسی کاریگر نے عجلت سے شہر کی کارگاہ میں بنایا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے سربسجود تھے اور دھند میں سیاہ دھبوں کی طرح تیرتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے کے اوپر آرگن میں سے لامتناہی دھنیں نکل رہی تھیں۔

جوں ہی رامبیر باہر نکلا گونزل پہلے ہی سیڑھیاں اتر کر شہر کی طرف جا رہا تھا۔

"میرا خیال تھا تم جا چکے ہو"۔ اس نے صحافی کو کہا۔ "ظاہر ہے"۔

اس نے وضاحت کی کہ وہ اپنے دوستوں کو ملنے گیا ہوا تھا' وہ جگہ یہاں سے دور نہیں تھی' انہوں نے ۸ بجنے میں ۱۰ منٹ کا وقت مقرر کیا ہوا تھا اور وہ ۲۰ منٹ تک بے سود ان کا انتظار کرتا رہا۔

"یقیناً کوئی نہ کوئی مشکل پڑ گئی ہو گی۔ تمہیں علم ہی ہے کہ ہمارا پیشہ اتنا آسان نہیں ہے"

"کل اس نے اسی وقت یادگار قبرستان کے سامنے ملاقات سے کہا تھا' رامبیر نے ٹھنڈی آہ بھری اور اپنے ہیٹ کو پیچھے کھسکایا۔

"کوئی بات نہیں"' گونزل نے ہنستے ہوئے کہا "سوچو کہ تمام باتوں کی ہم آہنگی ضروری ہے' کیونکہ گول کرنے سے پہلے بھاگنا ضروری ہوتا ہے۔"

"یقیناً" رامبیر نے کہا لیکن کھیل صرف ڈیڑھ گھنٹے جاری رہتا ہے

اور ان کا یادگار قبرستان ایک ایسے راستے پر واقع ہے جہاں سے سمندر کا نظارہ کیا جا سکتا ہے' ایک مختصر سی روش ہے جو چوٹیوں سے بندرگاہ کی طرف کھلتی ہے۔ اگلے دن رامبیر ملاقات کے لئے پہلے پہنچ گیا وہ غور سے جنگ کے شہیدوں کے نام پڑھنے لگا۔ کچھ منٹوں کے بعد دو آدمی وہاں آئے انہوں نے اسے لاتعلقی سے دیکھا' پھر وہ دونوں روش کے جنگلے پر کہنیاں ٹکا کر خالی اور ویران بندرگاہ کی طرف دیکھنے لگے جیسے کسی سوچ میں کھوئے ہوئے ہوں۔

دونوں کا قد کاٹھ ایک ہی جتنا تھا۔ دونوں نے آدھے بازو کے سویٹر اور نیلی پتلونیں پہنیں ہوئی تھیں۔ صحافی ان سے کچھ دور ایک بنچ پر بیٹھا انہیں سرسری طریقے

سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے نزدیک ان دونوں کی عمر بیس برس سے زیادہ نہیں تھی۔ اس لئے اس نے گونزل کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو معذرت کر رہا تھا۔

"یہ رہے ہمارے دوست" اس نے کہا وہ اس کو ان دو نوجوانوں کے پاس لے گیا جن میں سے ایک کا نام مارس اور دوسرے کا نام لوئی تھا۔ ان دونوں کے چہروں میں مشابہت تھی اور میرے خیال میں دونوں بھائی لگتے تھے۔

"لو بھئی" گونزل نے کہا۔ ان کا آپس میں تعارف ہو گیا اور اب معاملات کو آپس میں طے کرنے ہیں"۔

مارس یا لوئی نے کہا کہ دو دنوں میں ان کی نگرانی کی ڈیوٹی شروع ہونے والی تھی جو ایک ہفتہ رہے گی۔ ان کی ڈیوٹی دن کی ہو گی اور یہ کام کرنے کے لئے مناسب ہو گا۔ اس میں مشکل یہ تھی کہ مشرقی دروازے پر ان کے علاوہ دو اور فوجی گارد بھی تھے۔ اور ان کو اس معاملے میں شریک کرنا مناسب نہیں تھا۔ ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا' مزید یہ کہ ان کی شمولیت سے اخراجات بھی بڑھ جانے تھے۔ بہرکیف ان دوسنتریوں نے کچھ شامیں شراب کی ایک بار م کے عقبی کمروں میں بسر کیں۔ مارسل یا لوئی نے رامبیر کو مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہو گا کہ وہ اپنی جگہ پر ہی موجود رہے جو دروازے سے کچھ فاصلے پر تھی۔ اور اس وقت تک انتظار کرے جب تک اس کو اطلاع نہ ملے کہ راستہ صاف تھا۔ انہیں جلدی کرنی چاہیئے کیونکہ کچھ شہر سے باہر پر دوہری گارد لگنے کی بات کی جا رہی تھی۔

رامبیر نے اتفاق کیا اور ان لڑکوں کو اپنی باقی سگریٹ دے دیئے۔ وہ دونوں جو ابھی تک خاموش تھے انہوں نے گونزل سے پوچھا کہ اخراجات کا معاملہ طے ہو چکا تھا اور کچھ پیشگی ملنے کا امکان تھا۔

"تمہیں اس بارے میں تردد کرنی کی ضرورت نہیں 'یہ میرا دوست ہے اور روانگی کے وقت اخراجات ادا ہو جائیں گے"۔

چنانچہ ایک اور ملاقات طے ہوئی پرسوں ایک ہسپانوی ریستوراں میں رات کے کھانے کی تجویز گونزل نے دی جہاں سنتری رہتے تھے۔ یہ جگہ وہاں سے کچھ دور تھی۔

"پہلی رات" اس نے رامبیر کو کہا

"میں تمہارا ساتھ دوں گا"

اگلے دن جب رامبیر اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا تو ہوٹل کی سیڑھیوں پر تارو ملا

"میں ریو کے پاس جارہا ہوں "۔ تارو نے رامبیر کو کہا "تم بھی چلو گے؟" رامبیر نے قدرے تامل سے کہا ۔

"

اسنے تمہارے بارے میں بہت سی باتیں کی ہیں" اخبار نویس سوچ میں پڑ گیا۔

"سنو" اس نے کہا "رات کے کھانے کے بعد اگر تمہارے پاس وقت ہو ' خواہ کافی دیر ہی کیوں نہ ہو جائے تم دونوں بار میں میرے پاس آجانا۔"

"اس کا انحصار اس پر اور طاعون پر ہے"۔ بہرکیف گیارہ بجے تارو اور ریو تنگ اور چھوٹی سی بار میں داخل ہوئے۔ تیس کے قریب آدمی کندھے سے کندھے ملائے ہوئے بہت اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے ۔ طاعون زدہ شہر سے آنے والے یہ نووارد حیران ہو کر رک گئے ۔ وہ ابھی تک شراب کی موجودگی دیکھ کر اس شور و غوغا کا مطلب سمجھ گئے ۔ رامبیر کاؤنٹر کے آخر میں اونچے سٹول پر بیٹھا تھا اس نے انہیں اشارہ کیا اس کے ارد گرد ہجوم تھا اور تارو نے نہایت آرام سے اپنے پاس کھڑے گاہک کو ہٹا کر ان کے لئے راستہ بنایا۔

"کیا تمہیں الکوہل سے خوف نہیں آتا"

"نہیں" اس کے برعکس تارو نے کہا

ریو نے اپنے گلاس میں تلخ جڑی بوٹیوں کی مہک کو سونگا ۔ اس شور و شغب میں اس کے لئے بات کرنا مشکل تھی ۔ رامبیر شراب پینے میں محو تھا ۔ ڈاکٹر ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکا تھا کہ وہ شراب کے نشے میں تھا۔

وہ میزیں جو راستے میں رکھی تھیں ان پر نیوی کا ایک افسر جس کے دونوں جانب ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی 'ایک موٹے سے سرخ چہرے والے آدمی کو قاہرہ میں ٹائیفائڈ بخار کی وباء کے بارے میں بتا رہا تھا۔ وہ کہنے لگا

"انہوں نے کیمپ لگائے ہوئے تھے۔" اور بیماروں کے لئے اور مقامی لوگوں کے لئے اور ان کے گرد سپاہیوں کا پہرہ تھا ۔ جب کسی خاندان کا کوئی فرد مقامی علاج معالجے کی کوئی چیز اندر لے جانے کی کوشش کرتا تو وہ گولی چلا دیتے ۔ اگرچہ سختی بہت تھی لیکن حق بجانب تھی ۔ دوسری میز پر بنے ٹھنے ہوئے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے ' ان کی گفتگو سنائی نہیں دے رہی تھی کیونکہ ان کے سروں پر نصب لاؤڈ سپیکروں میں سے

کیا تم مطمئن ہو؟" ریو نے اپنی آواز بلند کرتے ہوئے کہا

"میں کوشش کر رہا ہوں" رامبیر نے کہا "شاید ایک ہفتے میں شاید کام بن جائے۔

افسوس" یہ دکھ کی بات ہے" تارو نے چیخ کر کہا

"کیوں؟"

تارو نے ریو کی طرف دیکھا

"اوہو" ریو نے کہا۔ "تارو کا خیال ہے کہ تم یہاں ہمارے کام آسکتے ہو۔ لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم جانا کیوں چاہتے ہو۔

تارو نے شراب کے ایک اور دور کی پیش کش کی۔ رامبیر اپنے اونچے سٹول سے اترا اور پہلی مرتبہ اس کا چہرہ غور سے دیکھا "میں کس طرح تمہارے کام آسکتا ہوں؟

"ہاں بیشک" تارو نے کہا اور اپنا ہاتھ گلاس کی طرف بڑھایا "ہمارے حفظان صحت کے دستے میں شامل ہو کر"

رامبیر کے چہرے پر معمول کے مطابق تفکر کی لہر پھیل گئی اور وہ اپنے اونچے سٹول پر پھر بیٹھ گیا

"یہ دستے جو ہم تیار کر رہے ہیں ان کا کچھ فائدہ ہے؟" تارو نے کہا جس نے شراب کی طرف ہاتھ بڑھایا اور رامبیر کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔

"بیحد فائدہ مند ہیں" صحافی نے کہا اور اپنا گلاس انڈیل لیا۔ ریو نے مشاہدہ کیا کہ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ نشے میں تھا۔

اگلے دن جب رامبیر ہسپانوی ریستوراں میں دوسری مرتبہ داخل ہوا تو اسے ان لوگوں کے درمیان میں سے راستہ بنانا پڑا جو پہلے فٹ پاتھ پر کرسیوں پر شام کی سبز سنہری روشنی میں بیٹھے ہوئے شام کی تازہ ہوا سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ گرمی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ کڑوے تمباکو کے سگریٹ پی رہے تھے۔ اندر ریستوراں ایک حد تک خالی ہو چکا تھا۔ رامبیر تاریکی میں اس میز پر بیٹھ گیا جہاں پہلی مرتبہ اس کی گونزل سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے ویٹر کو کہا کہ وہ کسی کا منتظر تھا۔ ساڑھے سات بجے کا وقت تھا۔ باہر سے لوگ کھانے کے ہال میں ٹکڑیوں میں اندر داخل ہو کر کرسیوں پر بیٹھ رہے تھے۔ ان کے آگے کھانا رکھا جا رہا تھا۔

اس اندھیرے سے کمرے میں چھری کانٹوں کا شور اور دھیمی آواز میں گفتگو کا

شور سنائی دینے لگا۔ رامبیر ۸ بجے تک، انتظار کرتا رہا۔ روشنیاں جلا دی گئی تھیں۔ نئے گاہک میزوں کے گرد بیٹھ گئے تھے۔ اس نے کھانے کا آرڈر دیا۔ ۸/۲۰ تک گونزل نہ آیا اور نہ اسکا دوست' اس دوران اس نے اپنا کھانا ختم کر لیا۔ وہ سگریٹ پینے لگا آہستہ آہستہ ہوٹل کا ہال خالی ہونے لگا۔ باہر نزول شب فروغ پر تھی۔ سمندر سے کنکنی ہوا کے جھونکوں سے دروازوں کے پردے لہرا رہے تھے۔ نو بجے رامبیر نے محسوس کیا کہ ہوٹل کا ہال کمرہ بالکل خالی تھا اور ویٹرس اسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنا بل ادا کیا اور باہر نکل گیا۔ ہوٹل کے سامنے ایک قہوہ خانہ کھلا تھا۔ رامبیر کاونٹر پر بیٹھ کر دروازے کی نگرانی کرنے لگا۔ ۹-۳۰ بجے وہ وہ اپنے ہوٹل کی طرف یہ سوچتے ہوئے قدم بڑھانے لگا کہ وہ گونزل کو کس طرح مل سکتا تھا کیونکہ اس کا پتہ بھی اسے معلوم نہیں تھا۔ وہ اس بات پر دل شکستہ تھا کہ اسے دوبارہ سب اقدام لینے پڑیں گے۔

یہ رات کا وہ لمحہ تھا جب ایمبولنس گاڑیاں ادھر ادھر بھاگ رہی تھیں۔ اس نے محسوس کیا (اس کا ذکر اس نے بعد میں ریو سے کیا) کہ اس کی بیوی کا خیال اس کے ذہن سے محو ہو چکا تھا۔ کیونکہ وہ ان دیواروں میں راہ ڈھونڈھ رہا تھا جو اس کو بیوی سے جدا کئے ہوئے تھیں۔ اس لمحے اسے تمام رستے مسدود ہوتے ہوئے نظر آتے تھے۔ اسے اپنی خواہش میں ایک نئی راہ دکھائی دی اور یک لخت دکھ کی لہر محسوس کرتے ہوئے وہ اپنے ہوٹل کی طرف بھاگنے لگا جیسے وہ اس کربناک جلن سے بچنا چاہتا ہو یہ ہر لمحے اسے ختم کرتی جا رہی

اگلے دن بہت صبح وہ ریو سے یہ پتہ کرنے گیا کہ کوتار کو کہاں ملا جا سکتا تھا۔

"مجھے اب دوبارہ وہی کچھ کرنا ہے جہاں میں نے چھوڑا تھا۔"

کل رات آجاؤ "ریو نے کہا" کوتار نے مجھے "تارو کو مدعو کرنے کے لئے کہا ہے "مجھے اسکی وجہ پتہ نہیں ہے' وہ گیارہ بجے آئے گا' تم ساڑھے دس بجے آجانا"

اگلے دن جب کوتار ڈاکٹر کے گھر پہنچا تو ریو اور تارو ایک ایسی مریضہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جو غیر متوقع طور پر صحت یاب ہو رہی تھی۔

"اس میں سے ایک کے بچنے کا امکان ہے "تارو نے کہا

"ہاں" کوتار نے جواب دیا۔ یہ طاعون نہیں ہو سکتی۔

اسے یقین دلایا گیا کہ یہ طاعون نہیں تھی۔

"یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ مریض صحت یاب ہو گیا ہے' تم مجھ سے بہتر جانتے ہو

کہ طاعون کسی کو معاف نہیں کرتی"

"ہاں عام طور پر" ریو نے کہا لیکن شکست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے تو بعض دفعہ غیر متوقع نتیجہ بھی نکلتا ہے۔"

کوتار ہنسنے لگا۔ "لیکن اس مرتبہ نہیں تم نے آج کے اعداد و شمار سنے ہیں؟ تارو اس داڑھی دار کو دوستانہ طریقہ سے دیکھ رہا تھا' اس نے کہا کہ اسے اعداد و شمار کا پتہ تھا۔ اور یہ کہ صورتحال کافی تشویشناک تھی۔ لیکن اس سے ثابت کیا ہوتا ہے؟ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر معمولی اقدام لینے کی ضرورت تھی"۔

"اوہ' تم نے پہلے ہی ایسا کیا ہے"

"ہاں' لیکن ضروری ہے کہ ہر ایک اپنے لئے یہ اقدام لینے جائیں"

کوتار تارو کی بات سمجھے بغیر اسے دیکھ رہا تھا' تارو کہنے لگا کہ بہت سے لوگ بے عملی کا مظاہرہ کر رہے تھے جبکہ طاعون ہر ایک کا معاملہ تھا اور ہر ایک کو اس بارے میں اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ حفظان صحت کے دستے میں ہر کوئی شامل ہو سکتے ہیں"۔

"یہ ایک اچھی تجویز ہے' کوتار نے کہا لیکن اس سے فرق نہیں پڑے گا کیونکہ طاعون کا حملہ شدید ہے"۔

"ہمیں علم ہو جائے گا کہ یہ واقعی ہے ——— "تارو نے بڑے صبر کے لہجے میں کہا" جب ہم سب کوشش کر چکیں گے"

اس دوران ریو اپنی میز پر بیٹھا نسخے نقل کر رہا تھا۔ تارو نے اس اہلکار کی طرف دیکھا جو اپنی کرسی پر بیٹھا بدستور مضطرب تھا۔

موسیو کوتار تم ہمارے ساتھ کیوں نہں چلتے؟"

اس نے غصے بھری نگاہوں سے دیکھا اور اپنا گول ہیٹ ہاتھ مں پکڑ لیا

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے"

پھر اس نے باتونی طریقے سے کہا

"میں طاعون کی وبا میں اپنے آپ کو بہتر محسوس کرتا ہوں۔ مجھے اس میں مداخلت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

تارو نے اپنا ماتھا اس طرح تھپتھپایا جیسے اسے کوئی نیا خیال سوجھا ہو۔

"آہ' تم ٹھیک کہتے ہو' میں یہ بتانا بھول گیا کہ تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا"۔

کوتار ایک لمبا چوڑا آدمی تھا اور اس نے کرسی کو اس طرح پکڑا جیسے وہ گرنے والا تھا۔ ریو نے لکھنا بند کر دیا تھا اور پوری دلچسپی اور سنجیدگی کے ساتھ دیکھ رہا تھا

"تم سے یہ کس نے کہا ہے"" اہلکار نے چیخ کر کہا

تارو حیران ہو گیا اور اس نے کہا۔

"لیکن تم۔ میرا خیال ہے میں اور ڈاکٹر تمہیں سمجھتے ہیں"۔

یوں لگا کہ کوتار غصے سے بے قابو ہو کر جوش میں ناقابل فہم لفظ بولنے لگا تھا۔

"جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے" تارو نے خاموشی سے کہا "میں اور ڈاکٹر تمہارے بارے میں پولیس کو اطلاع دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے اس کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ ہمارا پولیس سے کوئی رابطہ نہیں۔ چلو چھوڑو بیٹھو۔"

کوتار نے کرسی کی طرف دیکھا اور پھر قدرے ہچکچاہٹ کے بعد کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اس بات کو بہت عرصہ گزر چلا ہے۔" اس نے بات شروع کی "انہوں نے کوئی پرانی بات کھود نکالی ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ اسے بھول گئے ہوں گے لیکن پھر کسی نے اس بارے میں باتیں کرنی شروع کی ہیں۔ انہوں نے بلا کر مجھے کہا کہ جب تک تفتیش مکمل نہیں ہو جاتی مجھے یہاں سے ہلنا نہیں چاہئیے۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے گرفتار کر کے رہیں گے۔"

"کیا کوئی سنجیدہ بات تھی؟ تارو نے پوچھا

"اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم سنجیدہ کسے کہتے ہو۔ بہر کیف یہ قتل نہیں تھا

"قید کی سزا یا عمر بھر کی قید؟"

کوتار کچھ پھیکا پھیکا سا دکھائی دے رہا تھا۔

"قید کی سزا ــــ اگر میں خوش قسمت ہوتا" لیکن کچھ دیر کے بعد وہ پھر جوش میں آ گیا۔

"یہ محض ایک غلطی تھی۔ تمام دنیا سے غلطی ہو سکتی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ مجھے اس کے لئے پکڑ لیا جائے' اپنے گھر سے جدا کر دیا جائے' اپنی روزمرہ کی عادات کو پورا نہ کر سکوں اور جنہیں میں جانتا ہوں ان سے دور رہوں"

"آہ" تارو نے کہا" کیا یہ وجہ ہے جو تم نے اپنی پھانسی کی کہانی بنائی ہے؟"

"ہاں" بلاشک یہ ایک حماقت تھی"

ریو نے پہلی مرتبہ بات کی اور کوتار کو کہا کہ وہ اس کے اضطراب سے آشنا تھا لیکن شاید اب یہ معاملہ طے ہو چکا تھا۔

"اوہ" میرا خیال ہے کہ اب مجھے کسی چیز کا خوف نہیں ہے"

"اچھا یہ وجہ تھی کہ تم ہماری تنظیم میں شامل نہیں ہوئے تھے" تارو نے کہا

دوسرے شخص نے، جو اپنے ہاتھوں میں ہیٹ کو گھما رہا تھا۔ تارو کی طرف بے یقینی کی نگاہوں سے دیکھا

"ہاں میں اس میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا"

"یقیناً نہیں لیکن تم کوشش یہ کرو کہ میکروب کے بارے میں کھلم کھلا پراپیگنڈا کم سے کم کرو"

کوتار نے احتجاج کیا۔ کہ وہ طاعون کا خواہش مند نہیں تھا۔ وہ جس طرح آئی تھی اور اپنے معاملات نمٹے کر رہی تھی اس میں اس کا قصور نہیں تھا۔ اور جب رامبیر دروازے کے پاس پہنچا تو اس اہلکار نے بڑے جاندار طریقے سے کہا۔

"جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے تم کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے"

رامبیر کو معلوم تھا کہ کوتار گونزل کا پتہ بتانا بھول گیا تھا لیکن اسے ہمیشہ چھوٹے سے قہوہ خانے میں ملا جا سکتا تھا۔ بہرکیف اگلے دن ملاقات کا وقت مقرر ہوا۔ چونکہ ریو معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے رامبیر نے اس کو تارو کے ساتھ ہفتے کے آخری دن اپنے کمرے میں رات کو کسی وقت آنے کی دعوت دی۔

صبح کے وقت کوتار اور رامبیر چھوٹے سے قہوہ خانے میں گئے اور گارسیا سے ملاقات کو شام پر ملتوی کیا اور اگر کوئی مشکل درپیش آئی تو اس ملاقات کو اگلے دن پر اٹھا رکھا۔ وہ شام کو بے سود انتظار کرتے رہے۔ اگلے دن گارسیا وہاں موجود تھا۔ وہ خاموشی سے رامبیر کی کہانی سنتا رہا۔ اگرچہ وہ حالات سے پوری طرح آگاہ نہیں تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ یہ حکم جاری ہو چکا تھا کہ آئندہ چوبیس گھنٹوں میں اس علاقے کے رہائشیوں کی تصدیق کی جائے۔ یہ ممکن تھا کہ گونزل اور اس کے دو ساتھی اس رکاوٹ کو پار نہ کر سکے ہوں۔ لیکن وہ یہ چاہتا تھا کہ راول کے ساتھ دوبارہ رابطہ قائم کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ پرسوں سے پہلے ممکن

نہیں تھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ ہر بات کو دوبارہ شروع کرنا ہے" رامبیر نے کہا"

پرسوں گلی کے ایک گوشے میں راول نے گارسیا کے مفروضے کی تائید کی انہوں نے نشیبی علاقے پر پہرہ لگا دیا تھا۔ چنانچہ یہ ضروری ہو گیا تھا کہ گونزل کے ساتھ دوبارہ رابطہ قائم کیا جائے ۔ دو دن بعد رامبیر نے فٹ بال کے اس کھلاڑی کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔

اس نے کہا" یہ محض حماقت ہے کہ ہمیں کوئی نیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے"۔

رامبیر کی بھی یہی رائے تھی۔

"اگلی صبح ہم ان لڑکوں کے یہاں جائیں گے اور انہیں سارا انتظام کرنے کے لئے کہیں گے"

اگلے دن وہ لڑکے اپنے گھر پر نہیں تھے ۔ انہوں نے پرسوں دوپہر کو سکول کے سامنے ملاقات کرنے کا پیغام وہاں چھوڑا ۔ جب رامبیر اپنے گھر داخل ہوا تو اس کے چہرے کا تاثر دیکھ کر تارو حیران ہو گیا حالانکہ سہ پہر کو اس سے ملاقات ہوئی تھی۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟ اس نے پوچھا

"یہ اس کام کو دوبارہ شروع کرنے کی وجہ سے بوجھل ہے اور پھر اس نے اسے دوبارہ دعوت دی۔

"شام کو آؤ گے؟"

شام کو جب یہ دونوں رامبیر کے کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ بستر میں لیٹا ہوا تھا۔ وہ اٹھا اور اس نے خالی گلاس بھر دیئے نے شراب منہ سے لگانے سے پہلے اس نے کام کی رفتار کے بارے میں پوچھا۔ صحافی نے اسے جواب دیا کہ ایک مرتبہ مکمل دورہ کیا ہے اور پھر اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ اسے چند روز میں آخری ملاقات کرتی تھی ۔ اس نے ایک جرعہ پیا اور ہنسنے لگا۔

"ظاہر ہے کہ وہ نہیں آئیں گی"

"لیکن یہ ضروری نہیں "تارو نے کہا

رامبیر نے کندھے سیکڑتے ہوئے کہا"تم ابھی تک نہیں سمجھے ہو"

"کسے نہیں سمجھا؟"

"طاعون کو

"آہ" رامبیر نے کہا

"نہیں تم نہیں سمجھے ہو' یہ بار بار ظاہر ہوتی ہے"

رامبیر کمرے کے گوشے میں چلا گیا اور ایک چھوٹا سا گراموفون بجلانے لگا۔

"یہ کونسا ریکارڈ ہے "تارو نے پوچھا" میں نے پہلی اسے سنا ہے"

رامبیر نے جواب دیا یہ سینٹ جمیز انفرمری کا ہے اس گانے کے دوران دور کہیں سے دو فائر سنائی دیئے گئے۔

"یہ کتے پر یا کسی کے بھاگنے پر فائر کئے گئے ہیں" تارو نے کہا ایک لمحے کے بعد ریکارڈ ختم ہو گیا اور کمرے کے دریچے کے نیچے سے ایک ایمبولنس کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی جو بتدریج خاموشی میں معدوم ہو گئی۔

"یہ ریکارڈ بورنگ ہے۔ رامبیر نے کہا" آج میں اسے دس مرتبہ سن چکا ہوں"

"کیا تمہیں یہ اتنا اچھا لگتا ہے؟۔

"نہیں' میرے پاس صرف یہی ریکارڈ ہے"

پھر ایک لمحے کے بعد اس نے کہا

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ یہ بار بار ظاہر ہوتی ہے"

اس نے ریو کو پوچھا کہ حفظان صحت کی ٹیم کیسا کام کر رہی تھی اس وقت پانچ ٹیمیں مصروف کار تھیں اور توقع یہ تھی کہ اور ٹیمیں بھی بنائی جائیں گی۔ صحافی اپنے بستر پر بیٹھا ہوا اپنے ناخنوں کے ساتھ مصروف نظر آتا تھا۔ ریو اس مضبوط اور چوڑے چکلے کندھوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو بستر کی پشت سے لگ کر اوپر کی طرف چڑھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک دم محسوس کیا کہ رامبیر اسے دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر تم جانتے ہو" اس نے کہا' میں نے تمہاری تنظیم کے بارے میں کافی سوچا ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ شامل نہیں ہوں تو اس کی ایک وجہ ہے۔

جہاں تک دوسری باتوں کا تعلق ہے میں اس سے خوف زدہ ہوں۔ میں نے سپین کی جنگ لڑی ہے"

"کس کی طرف سے تارو نے پوچھا"

"ہارنے والوں کی طرف سے "لیکن اس کے بعد میں نے غور و فکر کیا ہے

"کس بارے میں؟" تارو نے پوچھا

"حوصلے کے بارے میں اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انسان سے عظیم کارنامے ممکن ہیں 'بشرطیکہ وہ جذبات سے عاری ہو۔ مجھے اب اس سے دلچسپی نہیں ہے۔"

"میرا بھی تاثر یہی ہے کہ اس سے ہر بات ممکن ہے" تارو نے کہا

"ایسا نہیں ہے۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ زیادہ عرصے تک دکھ اٹھا سکے یا خوش رہ سکے۔ وہ اصل میں کسی بھی قابل قدر کام کرنے کا اہل نہیں ہے۔"

اس نے ان کی طرف دیکھا اور پھر کہا

"تارو دیکھو تم محبت کے لئے جان دے سکتے ہو؟"

"میں نہیں کہہ سکتا 'اب میرا خیال ہے کہ نہیں"

یہ رہی بات 'تم ایک تصور کے لئے جان دے سکتے ہو 'یہ بات تو روز روشن کی طرح واضح ہے۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ایک تصور کے لئے جان دیتے ہیں۔ بہرکیف میں ہیرو ازم میں یقین نہیں رکھتا۔ یہ بہت آسان راستہ ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ مہلک ثابت ہوتا ہے۔ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کے لئے زندہ رہنا یا مرنا 'میرے لئے اہم ہے"

ریو صحافی کی بات غور سے سن رہا تھا اور پیہم اس کی طرف دیکھ رہا تھا 'اس نے دھیمے لہجے میں کہا

"رامبیر 'انسان ایک تصور نہیں ہے"

رامبیر اپنے بستر سے چھلانگ لگا کر اٹھا اور اس کا چہرہ جذبات سے تمتا رہا تھا

"انسان ایک تصور ہے 'ایک چھوٹا سا تصور اس لمحے سے جب وہ محبت بن جاتا ہے ' جس لمحے وہ محبت سے منہ موڑتا ہے۔ اب ہم محبت کرنے کے اہل نہیں رہے۔

ڈاکٹر ہمیں اس حقیقت سے رو برو ہونا چاہئے ہمیں اس صلاحیت کا انتظار کرنا چاہیے اور اگر یہ واقعی ممکن نہیں تو پھر ہمیں ہیرو جیسے کھیل کی بجائے عمومی نجات کا انتظار کرنا چاہئے۔ میں اس سے زیادہ دور نہیں ہوں۔

"ریو ایک دم تھکن کا احساس لئے اٹھا۔

"تم درست کہتے ہو 'رامبیر تمہاری بات معقول ہے 'جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو میں ہرگز تمہیں منع نہیں کروں گا کہ اس میں ہیرو ازم والی کوئی بات نہیں صرف دیانت داری

ضروری ہے۔ یہ تصور مضحکہ خیز ہو سکتا ہے، لیکن طاعون کے خلاف جدوجہد کا واحد طریقہ دیانت داری ہے۔"

"دیانت داری کسے کہتے ہیں؟" رامبیر نے ایک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا

"میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ دوسرے اس سے کیا مطلب لیتے ہیں تاہم میرے لئے یہ اپنے کام کی لگن ہے"

"آہ" رامبیر نے غصیلے لہجے میں کہا، مجھے نہیں پتہ کہ میرا پیشہ کیا ہے شاید میں نے محبت کو سرفہرست رکھنے میں غلطی کی۔

ریو نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا

"نہیں" ریو نے زور سے کہا "تم غلط نہیں ہو"

رامبیر کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھنے لگا

"میرا خیال ہے تم دونوں کو اس معاملے میں کچھ نہیں ہو گا۔ اچھائی کا ساتھ دینا آسان ہے"

ریو نے اپنا گلاس خالی کیا

"چلو، ہمیں اپنا کام کرنا ہے"

وہ باہر نکل گیا۔

تارو کے پیچھے گیا لیکن جب وہ دروازے کے پاس پہنچا تو اس نے اپنا ارادہ بدل لیا اور صحافی کی طرف مڑا اور اسے کہنے لگا

"تمہیں علم ہے کہ ریو کی بیوی یہاں سے کچھ سو کلو میٹر دور سینیٹوریم میں ہے؟"

رامبیر نے حیرت کا اظہار کیا اور کچھ کہنے لگا لیکن تارو کمرے سے باہر نکل چکا تھا

اگلے دن صبح رامبیر نے ڈاکٹر کو ٹیلیفون کیا

"کیا یہ ممکن ہے کہ جب تک میں شہر میں باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہوتا میں تمہارے ساتھ کام کروں؟

ٹیلیفون کی دوسری طرف خاموشی تھی

ہاں، رامبیر، میں تمہارا مشکور ہوں۔

۳

چنانچہ وقت کے ساتھ ساتھ طاعون کے قیدی اس کے خلاف مزاحمت کر رہے تھے ۔ ان میں کچھ لوگ رامبیر کی طرح بھی تھے جو ابھی تک اپنے آپ کو آزاد تصور کرتے تھے کہ وہ انتخاب کر سکتے تھے لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگست کے مہینے میں سب کچھ طاعون کی لپیٹ میں آچکا تھا۔

اب شخصی مقدر کی بات ختم ہو چکی تھی، اب صرف ایک ہی اجتماعی کہانی تھی اور وہ طاعون کی تھی ۔ اور اس جذباتی حالت میں سب شریک تھے ۔ ان جذبات میں سب سے قوی جذبہ جلاوطنی اور جدائی کا تھا ۔ جس میں خوف اور بغاوت کا احساس بھی شامل تھا ۔ اسی باعث یہ قصہ گو مناسب تصور کرتا ہے کہ اس گرم موسم اور وبا، کی انتہا کی تفصیل کو عمومی طریقے سے بیان کرے کہ بیماری، شہریوں کی زندگیوں میں افراط و تفریط، مرنے والوں کی تدفین اور ہجر کے مارے عاشقوں کا نقشہ مرتب ہو سکے ۔

اس سال کے دوران بہت دنوں تک طاعون زدہ شہر میں تیز آندھی چلتی تھی اور اس کے رہنے والے اس ہوا سے بہت خائف تھے کیونکہ اس سطح مرتفع پر کوئی فطری یا ساختہ رکاوٹ نہیں تھی، اس لئے ہوا گلیوں میں پوری تندی سے گھومتی پھرتی ۔ اس طویل مہینے کے بعد بھی شہر پانی کے ایک قطرہ سے بھی تازہ دم نہیں ہوا تھا، ہوا کے ساتھ سرمئی راکھ نیچے گرتی ۔ راکھ کی یہ لہریں اور کاغذوں کے ٹکڑے گلیوں میں چلنے والوں سے ٹکراتے جو دن بدن کم ہوتے جا رہے تھے ۔ جو تھوڑے بہت باہر نکلتے وہ سرعت میں ہوتے وہ آگے کی طرف جھکے ہوتے، انھوں نے رومال یا ہاتھوں سے منہ ڈھانپا ہوتا ۔ شام کو عمومی ملاقاتوں کی جگہوں پر جہاں بہت سے لوگ زیادہ دیر دن بسر کرنا پسند کرتے جواب ان کا آخری دن بھی ہو سکتا تھا، اب شام کو ان لوگوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں راستوں میں ملتیں جو سرعت میں گھر یا اپنے مرغوب قہوہ خانوں میں جا رہی ہوتیں ۔

نتیجے کے طور پر چند دنوں کے بعد شام جلد چھا جاتی اس سال یہ عمل تیز تھا گلیاں

ویران ہو جاتیں اور ان میں ہوا نوحہ کناں پھرتی ۔ نگاہ سے اوجھل سمندر سے نمکین پانی اور سمندری گھاس کی بو اٹھتی ۔ یہ ویران شہر دھول سے سفیدی مائل سمندر کی بو سے معمور، آندھی سے گونجتا ہوا شہر بد قسمتی کا ایک جزیرہ تھا۔

اب تک طاعون گنجان آباد علاقوں میں کافی لوگوں کو لقمہ بنا چکی تھی اور اب مضافاتی علاقوں سے ایک دم یہ کاروباری علاقے پر بھی یورش کرنے لگی تھی ۔ شہری اس ہوا کو مورد الزام ٹھہراتے تھے جو جراثیم پھیلا رہی تھی ہوٹل کے مینجر کے بقول یہ جراثیم نشر کر رہی تھی ۔ اس کی وجہ کوئی بھی ہو سکتی ہے لیکن وسط شہر میں رہنے والے لوگ یہ جان گئے تھے کہ اب ان کی باری تھی ۔ رات کو اب زیادہ تواتر سے وہ ایمبولنس گاڑیوں کے سائرن اپنے دریچوں کے نیچے سنتے جو طاعون کا بے رحم اور غمگین بلاوا کا تھا۔

حکام نے یہ فیصلہ کیا کہ مرکزی علاقے میں متاثر شدہ حصوں کو علیحدہ کر دیا جائے اور ان میں صرف لازمی ملازمتوں کے اہلکاروں کو جانے دیا جائے ۔ وہ لوگ جو ان علاقوں میں رہتے تھے یہ تصور کئے بغیر نہ رہ سکے کہ یہ خصوصی اقدام صرف ان کے خلاف اٹھائے گئے تھے ۔ ہر حالت میں وہ دوسرے علاقوں کے رہائشیوں کو آزاد انسان تصور کرنے لگے ۔ لیکن جواباً یہ لوگ اپنے مشکل لمحات میں اس تصور سے اطمینان حاصل کرنے لگے کہ دوسرے ان کی نسبت کم آزاد تھے "بہر کیف کچھ ایسے بھی ہیں جو مجھ سے زیادہ بری حالت میں ہیں" یہ جملہ ہی امید کی واحد کرن تھا۔

اسی دوران مغربی دروازے کے قریب رہائشی علاقے میں آتشزدگی کے واقعات رونما ہوئے ۔ یہ بات مشہور ہو گئی کہ جو لوگ اضافی ہسپتالوں سے آئے تھے انہوں نے آتشزدگی کی تھی ۔ وہ بد قسمتی اور جدائی میں اپنے حواس کھو بیٹھے تھے ۔ اور وہ طاعون کو ختم کرنے کے لئے اپنے گھروں کو جلا رہے تھے ۔ ان آتشزدگیوں کو بجھانے میں بڑی مشکلات پیش آئیں جن میں اضافے کی بدولت سارا علاقہ خطرے کی زد میں آ گیا تھا کیونکہ بڑے زوروں کی ہوا چل رہی تھی ۔ جب انتظامیہ یہ قائل کرنے میں ناکام رہی کہ مکانوں کو جراثیم سے پاک کرنے کے اقدام بار آور ہوتے تھے تو حکام کی طرف سے غیر معمولی آتشزدگیوں کے لئے سخت سزاؤں کا اعلان کیا گیا ۔ اور یہ کافی حد تک جیل کی سزا کا خوف نہیں تھا جو ان بد قسمت لوگوں کو خوف زدہ کرتا کیونکہ جیل کی سزا موت کی سزا کے مترادف تھی ۔ میونسپل جیل میں اموات کی شرح بہت زیادہ تھی ۔ بیشک یہ خیال بے بنیاد نہیں تھا ۔ یہ بات

واضح تھی کہ طاعون نے ان لوگوں کو شدت سے اپنا ہدف بنایا تھا جو انتخاب یا ضرورت کے تحت گروہوں کی صورت میں رہتے تھے جیسے سیاسی قیدی، راہب یا راہبائیں۔ اگرچہ بعض قیدیوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا تھا تاہم جیل ایک طرح کی کمیونٹی ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ شہر کے جیلوں کے وارڈن اسی تناسب سے فوت ہوئے جس تناسب سے قیدی مر رہے تھے۔ طاعون کسی کا لحاظ نہیں کر رہی تھی۔ تمام لوگ ڈائریکٹر سے لے کر آخری قیدی تک سزا یافتہ تھے اور پہلی مرتبہ شاید جیل میں انصاف کی مکمل حکمرانی تھی۔

حکام نے یہ بھی کوشش کی کہ اس مساوات کو ختم کرنے کے لئے ڈیوٹی کے دوران فوت ہونے والے وارڈنوں کو تمغوں سے نوازا جائے۔ لیکن یہ بھی بے سود ثابت ہوا۔ چونکہ محاصرے کی حالت کا اعلان کیا جا چکا تھا اس لئے ایک نقطہ نظر سے انہیں ڈیوٹی پر تصور کرتے ہوئے بعد از مرگ فوجی تمغے دیئے جانے چاہیں۔ اگرچہ قیدیوں نے اس کے خلاف کوئی احتجاج نہ کیا لیکن فوجی حلقوں نے اسے پسند نہ کیا۔ ان کا یہ خیال بے بنیاد نہیں تھا کہ اس سے لوگوں کے ذہن میں انتشار پیدا ہو گا۔ حکام نے اس رائے کو قبول کیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جو [illegible] ڈیوٹی پر جاں بحق ہوئے تھے انہیں "وبا کا تمغہ" دیا جائے۔ اس کے باوجود خرابی پیدا ہو چکی تھی۔ کیونکہ جنہیں پہلے تمغے دئیے جا چکے تھے ان سے واپس لینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ فوج غیر مطمئن تھی۔ مزید برآں فوجی تمغے کے مقابلے میں طاعون کے تمغوں کا اخلاقی اثر بہت کم تھا۔ کیونکہ وباؤں کے دنوں میں اس قسم کے تمغے آسانی سے مل جاتے تھے اس لئے کوئی مطمعن نہیں تھا۔

اس ضمن میں ایک مشکل یہ تھی کہ جس کے حکام نے اس طرح کام نہیں کیا تھا جیسے کلیسا کے حکام اور فوجی کر رہے تھے۔ دو راہب خانوں سے دو راہبوں کا انخلا کر کے انہیں دو نیک گھرانوں میں بھیج دیا گیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے آدمیوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو فوجی بیرکوں میں سے نکال کر سکولوں اور سرکاری عمارتوں میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ وبا نے ہمارے محصور شہر میں ایک طرح کی یگانگت پیدا کر دی تھی۔ لیکن بیک وقت اس نے ہمارے درمیان پرانی رسم و راہ کو ختم کر کے ہمیں تنہا رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

حالات میں تبدیلی اور آندھیوں کے زور کی وجہ سے بعض ذہنوں میں آتشزدگی کی کیفیت پیدا ہو چلی تھی۔ شہر کے دروازوں پر رات کو ایک مرتبہ پھر حملہ کیا گیا۔ اس مرتبہ

حملہ آور مسلح تھے، دونوں طرف گولی چلی اور کچھ مضروب بھی ہوئے اور کچھ بھاگ گئے۔ اس کے بعد پہرہ چوکیوں میں نفری کا اضافہ بھی کر دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ان وارداتوں میں کمی آ گئی تھی۔ بہر کیف ان واقعات کے نتیجے کے طور پر شہر میں بغاوت کی ہوا چلنے لگی تھی اور تشدد کے بعض واقعات بھی رونما ہوئے تھے۔ وہ مکان جو حفظان صحت یا آگ لگنے کی وجہ سے بند کر دیئے گئے تھے انہیں لوٹ لیا گیا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بتانا مشکل تھا کہ ایسے واقعات پہلے سے طے شدہ منصوبوں کا نتیجہ تھے یا محض اتفاقی تھے۔۔ اکثر اوقات یوں بھی ہوتا معزز لوگ اشتعال میں آ کر پیش قدمی کرتے، ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی شامل ہو جاتے۔ چنانچہ یہ مشاہدے میں آیا کہ کسی بے مہار جذبے سے مغلوب ہو کر کوئی کسی جلتے ہوئے مکان کو دیکھ کر اس کے غم سے نڈھال مالک کے سامنے اس میں داخل ہو جاتا۔ اس لاتعلقی کو دیکھتے ہوئے اس تاریک گلی میں بہت سے لوگ پہلے شخص کی پیروی کرتے ہوئے کندھوں پر فرنیچر اٹھائے ہوئے بجھتے ہوئے شعلوں میں سایوں کی طرح بھاگ رہے ہوتے۔

اس قسم کے واقعات نے حکام کو مجبور کیا کہ وہ طاعون کی صورتحال کو محاصرے کی صورتحال قرار دے کر قوانین نافذ کریں۔ دو لیٹروں کو گولی مار دی گئی تھی۔ لیکن شک کی بات ہے کہ اس کا لوگوں پر کچھ اثر ہوا تھا کیونکہ اتنی زیادہ اموات میں دو کو گولی مارنے کی طرف کسی کی توجہ نہ گئی، یہ سمندر میں ایک قطرے کی مانند تھا۔ حقیقت میں ایسے مناظر جس سرعت سے رونما ہونے لگے اس میں حکام نے کسی قسم کی مداخلت ضروری نہ سمجھی۔ وہ واحد قانون جس نے لوگوں کو متاثر کیا وہ کرفیو کے اوقات کا نفاذ تھا۔ گیارہ بجے کے بعد رات میں ڈوبا ہوا شہر پتھر کا بن جاتا۔

رات کی چاندنی میں لمبی سیدھی چلتی ہوئی گلیاں، داغدار سفید دیواروں پر کہیں بھی درخت کا سایہ تک نہیں تھا اور نہ ہی ان کا سکون قدموں کی چاپ یا کتے کے بھونکنے سے مخل ہوتا تھا۔ خاموشی کا یہ بڑا شہر بڑے بڑے بے حس مکعبوں کا مجموعہ تھا جن کے درمیان کم سخن بھولے ہوئے عمومی محسن تانبے یا پتھر کے نقلی چہرے لئے انسان کے تنزل کی نشاندہی کرتے تھے۔۔ یہ عامیانہ بت گھرے آسمان کے نیچے مسند پر چوراہے میں بیٹھے ہوئے بے حسی کی علامت تھے جو ہم پر نافذ کی گئی تھی جہاں طاعون، پتھر اور تاریکی نے موثر طریقے سے ہر آواز کو خاموش کر دیا تھا۔

لیکن تمام دلوں میں رات تھی اور تدفین کے بارے میں بیان کردہ کہانیاں ہمارے شہریوں میں تیقن پیدا نہیں کر سکی تھیں ۔ یہ قصہ گو تدفین کے بارے میں کچھ کہنے پر مجبور ہے اس لئے معذرت خواہ ہے ۔ اس بارے میں جو ملامت کی جا سکتی ہے اس سے وہ آگاہ ہے لیکن اس کا جوازیہ ہے کہ اس وقت ہر طرف جنازے اٹھائے جا رہے تھے اور دوسروں کی طرح وہ ان کی طرف توجہ دینے پر مجبور تھا ۔ اس سے ہرگز یہ سمجھنا نہیں چاہیئے کہ اس قسم کی رسوم کا وہ دلدادہ تھا ۔ اس کے برعکس وہ زندہ لوگوں کو ترجیح دیتا تھا ، مثال کے طور سمندر میں نہانا ۔ لیکن سمندر کے ساحل پر نہانا ممنوع تھا ۔ اور زندہ لوگوں کے ساتھ رہنا دن بدن خطرے کے باعث بنتا جا رہا تھا اس لئے وہ مرنے والوں کا ساتھ دینے پر مجبور تھا ۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح تھی ۔ بے شک اس ناخوشگوار حقیقت سے منہ موڑا جا سکتا تھا ، آنکھیں بند کی جا سکتی تھیں یا اسے ذہن سے خارج کیا جا سکتا تھا ۔ لیکن اتنی واضح شہادت ہر قسم کے دفاع کو شکستہ کر دیتی تھی ۔ مثال کے طور پر آپ کسی دن اس شخص کی تدفین میں شرکت سے انکار کر سکتے ہیں جن سے آپ محبت کرتے تھے ۔

در حقیقت شروع میں تدفین کی رسم کو بڑی سرعت سے سر انجام دیا جاتا ۔ تمام انتظامات میں بڑی سادگی سے کام لیا جاتا بلکہ ایک اعتبار سے تدفین کی تمام نمائشی لوازمات کو ممنوع قرار دیا گیا تھا ۔ بیمار اپنے خاندانوں سے دور وفات پاتے تھے ۔ اور مرنے والے کی مراقبت کی پرانی رسم کی ممانعت ہو چکی تھی ، اس حد تک کہ جو شام کو فوت ہوتے وہ رات تنہا بسر کرتے اور جو دن کے وقت فوت ہوتے انہیں کسی تاخیر کے بغیر دفن کر دیا جاتا ۔ جس خاندان میں وفات ہوتی وہ نشان زد ہو جاتا لیکن اکثر حالتوں میں متوفی ان کے ساتھ رہا ہوتا اس لئے خاندان کے افراد کو دفع امراض کے مرکز میں محصور کر دیا جاتا ۔ لیکن اس صورت میں جب متوفی اپنے اہل خاندان کے ساتھ نہ رہا ہوتا تو انہیں مقررہ وقت پر تدفین میں شرکت کی اجازت ہوتی جب غسل دینے کے بعد میت کو تابوت میں رکھ کر قبرستان کی طرف سفر شروع ہوتا ۔

مثال کے طور پر یہ انتظامات اس اضافی ہسپتال میں کئے جاتے جس کا انچارج ڈاکٹر ریو تھا ۔ سکول کی مرکزی عمارت کی پچھلی طرف ایک راستہ تھا ۔ ایک بڑا گودام جہاں سے راستہ نکلتا تھا وہ تابوتوں سے بھرا ہوا تھا ۔ وہاں پہنچ کر اس خاندان کو ایک تابوت نظر آتا جس میں میخیں گڑی ہوتیں ۔ اس کے فوراً بعد بہت ضروری کاروائی کا آغاز ہوتا ، بالفاظ دیگر

خاندان کا سربراہ دستاویزات پر دستخط کرتا ۔ اس کے بعد میت کو گاڑی میں رکھ دیا جاتا جسے ایک مردہ گاڑی یا ایمبولنس میں تبدیل کیا گیا تھا ۔ اس کے والدین ٹیکسی میں سوار ہوتے ، جنہیں ابھی تک چلنے کی اجازت تھی اور دوسری موٹریں منظور شدہ راستے سے شہر کی بیرونی گلیوں میں تیزی سے گزرتی ہوئیں قبرستان پہنچتیں ۔ دروازے پر سپاہی اس قافلے کو روکتے اور اجازت نامے پر مہر ثبت کرتے جو ہمارے شہریوں کے لئے اس آخری آرامگاہ میں جانے کے لئے ضروری تھے ۔ یہ کاریں اس پلاٹ کے پاس رکتیں جہاں بہت سی قبریں کھدی ہوتیں ۔ ایک پادری غمگساروں کو ملنے کے لئے آتا کیونکہ گرجا میں تدفین کی رسوم ممنوع ہو چکی تھیں ۔ دعا کے ساتھ ساتھ مردہ گاڑی سے تابوت کو گھسیٹ کر قبر کی ایک طرف رکھا جاتا پھر رسے سے باندھ کر اسے نیچے لٹکایا جاتا یہ آہستہ آہستہ نیچے اتر جاتا ۔ جونہی پادری مقدس پانی چھڑکتا تو تابوت کے ڈھکنے پر مٹی گرنے لگتی ۔ ایمبولنس گاڑی پہلے ہی روانہ ہو جاتی کہ اسے جراثیموں سے فوراً صاف کیا جا سکے ۔ جونہی کناروں سے مٹی تھپ سے نیچے گرتی تو اہل خاندان ٹیکسی میں سوار ہو کر اپنے گھر چلے جاتے ۔

سارے عمل کو بڑی تیزی سے کسی قسم کا خطرہ مول لئے بغیر مکمل کیا جاتا ۔ بہرکیف اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ابتدا میں اس سرعت کی وجہ اہل خانہ کے جذبات مجروح ہوتے ۔ لیکن ظاہر ہے کہ طاعون کے دنوں میں ایسے جذبات کی طرف توجہ دی جانی ممکن نہیں تھی ۔ ہر چیز کو اس متعدی وبا کے لئے قربان کیا جا رہا تھا ۔ ابتدا میں شہریوں کا حوصلہ ان کارروائیوں سے پست ہو گیا تھا کیونکہ مناسب تدفین کی خواہش اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ عام طور پر اس کا احساس نہیں ہوتا ۔ کچھ عرصہ بعد اتفاق سے خوراک کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا اور ہمارے شہریوں کی توجہ زیادہ فوری ضروریات کی طرف لگ گئی ۔ چنانچہ قطاروں میں کھڑے ہونا ، بہت سے فارم پر کرنا ، رسد کی تلاش میں اتنی قوت صرف ہوتی کہ لوگوں کے پاس سوچنے کے لئے فرصت نہ رہی کہ ان کے اردگرد کس طرح اموات واقع ہو رہی تھیں اور انہوں نے بھی کسی دن اسی طرح مرنا تھا ۔ چنانچہ ہماری زندگی میں بڑھتی ہوئی مالی مشکلات ایک اعتبار سے مصیبت بن جاتیں لیکن یہ ایک نعمت ثابت ہوئیں اگر یہ وبا اتنا طول نہ پکڑتی تو ان کا نتیجہ بہتر ہوتا ۔

بتدریج تابوت کمیاب ہو گئے ۔ کفن کی چادریں بھی کمتر ملنے لگیں اور قبرستان میں بھی جگہ تنگ ہو گئی تھی ۔ اس بارے میں کوئی نہ کوئی قدم لینا ضروری تھا ، عملی سہولت

کے پیش بڑے واضح اقدام لئے گئے کہ اجتماعی تدفین کی جائے ہسپتال اور قبرستان کے سفر میں تیزی پیدا کی جائے ۔ ایک وقت وہ آیا ریلو کے ہسپتال میں صرف پانچ تابوت رہ گئے تھے ۔ پانچ مردوں کو اکٹھا لٹا کر انہیں فوراً ایمبولنس میں رکھ دیا گیا ۔ قبرستان میں ان بکسوں کو خالی کر کے سرمئی لاشوں کو سٹریچروں پر ڈال کر ایک شیڈ کے نیچے رکھ دیا جاتا جو اس مقصد کے لئے بنایا گیا تھا ۔ اس دوران تابوتوں کو اینٹی سپٹک سے صاف کر کے جلدی سے واپس ہسپتال بھیج دیا جاتا، اور حسب ضرورت اس عمل کو دوہرایا جاتا ۔ یہ طریق کار بہت کامیاب رہا اور اس سے پریفکٹ مطمئن تھا ۔ اس نے ریلو کو بتایا کہ حبشیوں کی کھینچنے والی مردہ گاڑیوں کی یہ انتظام زیادہ بہتر ثابت ہوا تھا ۔

(جن کا ذکر قدیم طاعون کی وباؤں کی تواریخ میں درج ہے)

"ہاں" ریلو نے کہا" تدفین کی تعداد جوں کی توں ہے ، ہم ان کا حساب رکھ رہے ہیں، جن کی تردید نہیں جا سکتی"۔

انتظامیہ کی اس کامیابی کے باوجود ان آخری رسوم میں بعض عناصر ناخوشگوار تھے جنھوں نے پریفکٹ کو مجبور کیا تھا کہ وہ تدفین کے وقت رشتہ داروں کی موجودگی کو ممنوع قرار دے ۔ انہیں صرف قبرستان کے دروازے تک آنے کی اجازت تھی اور وہ بھی سرکاری طور پر نہیں ۔ تدفین کی رسوم کے آخری مرحلوں میں کچھ تبدیلی آ گئی تھی ۔ ایک کھلے میدان میں جہاں کہیں کہیں لیسٹسک کے درخت قبرستان کے آخر تک اگے تھے، دو گڑھے کھودے گئے تھے جن میں سے ایک عورتوں کے لئے اور دوسرا مردوں کے لئے مخصوص تھا ۔ اس نقطہ نظر سے انتظامیہ نے معقولیت کا ثبوت دیا اور بعد میں حالات کے دباؤ کے تحت یہ آخری تعظیم بھی معدوم ہو گئی تھی، عورتوں اور آدمیوں کو کسی تمیز کے بغیر ان گڑھوں میں ڈالا جا رہا تھا ۔ سوئے اتفاق یہ انتشار طاعون کی آخری یورش سے ہم آہنگ تھا ۔ ہم جس عہد کا ذکر کر رہے ہیں اس وقت علیحدہ علیحدہ گڑھے بنائے گئے تھے اور پریفکٹور کی انتظامیہ اس کی پابندی کر رہی تھی ۔ ہر گڑھے کی تہہ میں چونا ڈالا گیا تھا جس کی سرسراتی بھاپ اوپر اٹھتی رہتی ۔ گڑھوں کے منہ پر سفید چونے کی تہہ بچھائی گئی تھی جس کے بلبلے ہوا میں اٹھ کر پھٹ جاتے ۔ ۔ جب ایمبولنس گاڑیوں کا سفر ختم ہو جاتا تو برہنہ اور خمیدہ میتوں کو ریڑھیوں پر رکھ کر پہلو بہ پہلو الٹ دیا جاتا، ان پر چونے کی ایک تہہ جما کر مٹی کی ایک خاص اونچائی تک تہہ لگائی جاتی کہ اس پر اور میتوں کو رکھا جا سکے ۔ اگلے دن والدین

کو بلایا جاتا کہ وہ ایک رجسٹر پر دستخط کریں تاکہ انسانوں اور مثال کے طور پر کتوں میں فرق قائم کیا جا سکے۔ انسانوں کی موت کا اندراج کیا جاتا تھا۔

ان تمام کاروائیوں کے لئے عملے کی ضرورت تھی جس کی ہمیشہ کمی محسوس کی جاتی۔۔ بہت سے کارکن، سٹریچر اٹھانے والے، سرکاری ملازم اور بعد میں رضا کار طاعون سے مر چکے تھے۔ اگرچہ حفاظتی تدابیر اختیار کی جاتی تھیں لیکن چھوت پھیلتی جا رہی تھی۔ لیکن حیرانی کن بات یہ ہے کہ وبا کے دوران اس کام کے لئے لوگوں کی کمی نہیں تھی۔ وبا کے پھیلنے اور اس کے عروج کو چھونے سے ذرا پہلے وہ نازک لمحہ آیا جب رَیو کی تشویش بے وجہ نہیں تھی۔۔ اس وقت اعلیٰ آسامیوں اور چھوٹے کاموں کے لئے واقعی عملے کی کمی تھی۔ لیکن جب سے طاعون نے شہر کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا اتفاق سے بہت سے کام سہل ہو گئے تھے کیونکہ شہر کی اقتصادی زندگی درہم برہم ہو گئی تھی اور بہت سے لوگ بے روزگار ہو گئے تھے۔ انتظامی آسامیوں کے لئے تربیت یافتہ لوگوں کی کمی تھی جبکہ چھوٹے کاموں کے لئے عملے کی بھرتی میں کوئی مشکل درپیش نہیں تھی۔ اس لمحے کے بعد غربت نے خوف پر غلبہ پا لیا تھا اور کام کا معاوضہ خطرے کے تناسب سے دیا جانے لگا تھا۔ حفظان صحت کے حکام کے پاس ہمیشہ امیدواروں کی فہرست موجود ہوتی۔ جب کوئی آسامی خالی ہوتی تو وہ نام جو سرفہرست ہوتے انہیں ملازمت پر بلا لیا جاتا اور وہ کسی تاخیر کے بغیر رپورٹ حاضری دیتے۔ وہ جو عارضی یا عمر قید کی سزا بھگت رہے تھے پریفکٹ کافی دیر سے انہیں اس ناخوشگوار کام پر لگانے میں متامل تھے، وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ اس کی رائے میں جب تک بے روزگاری تھی انتظار کیا جانا مناسب تھا۔

چنانچہ اگست کے مہینے کے اختتام تک لوگوں کو ان کی آخری آرام گاہ تک اس مناسب طریقہ سے پہنچایا جاتا کہ انتظامیہ کے خیال میں وہ اپنے فرائض منصبی ادا کر رہی تھی۔ تاہم یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کچھ پیش گوئی کی جائے تاکہ بعد میں جو واقعات پیش آنے والے ہیں ان کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا جا سکے۔ اگست کے مہینے کے بعد طاعون کی وجہ سے شرح موت میں جو اضافہ ہوا اس اعتبار سے ہمارا قبرستان تنگ تھا۔۔ چنانچہ دیواریں گرا کر متصل زمین پر مردوں کے لئے گڑھے کھودنے کا عمل زیادہ کارآمد ثابت نہ ہوا۔ جلدی میں ایک اور راستہ تلاش کیا گیا کہ مردوں کو رات کے وقت دفن کیا جائے اور یہ کام کافی سرعت سے سرانجام دیا جا سکتا تھا۔ اب کافی تعداد میں لاشوں کو ایمبولینسوں میں لادا جا رہا

تھا۔ اور کچھ لوگ جو رات کو قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھومتے پھرتے شہر کے مضافاتی علاقے میں کرفیو کے اوقات کے بعد موجود ہوتے یا جن کی ڈیوٹی انہیں وہاں رہنے پر مجبور کرتی وہ سفید ایمبولنس گاڑیوں کو قطاروں میں گزرتے ہوئے دیکھتے اور ملحقہ گلیوں میں ان کی گھنٹی ہوئی گھنٹیوں کی بازگشت رات کی خالی گلیوں میں سنائی دیتی ۔۔ لاشوں کو افراتفری میں گڑھوں میں پھینکا جاتا، ابھی وہ اپنی جگہ پر نہ پہنچی ہوتیں تو کدالوں سے ان کے چہروں پر چونا گرایا جاتا اور مٹی انہیں کسی تمیز کے بغیر گمنامی کے گڑھوں میں ڈھانپ دیتی جنہیں اب زیادہ گہرا کھودا جاتا تھا۔

جلد ہی مختصر وقفے کے بعد نئی جگہیں تلاش کر کے نئے گڑھے کھودے جاتے۔ پریفکٹ کے حکم کے تحت ازل کے ان باسیوں کو باہر نکالا جاتا اور ان کے جسموں کے باقیات کو نذر آتش کر دیا جاتا۔ طاعون سے ہلاک ہونے والوں کو جلانا ضروری تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شہر کے دروازوں کے باہر مشرقی جانب میں واقعہ مردے جلانے کی بھٹی کو دوبارہ زیر استعمال لایا جانا تھا۔ چنانچہ یہ ضروری تھا کہ مشرقی پہرہ چوکی کو اور دور لے جایا جائے ۔۔ میونسپلٹی کے ایک ملازم نے یہ مشورہ دیا کہ ساحل سمندر کے ساتھ ٹرام کی پٹریاں جو زیر استعمال نہیں تھیں انہیں استعمال میں لایا جائے، اس سے میونسپلٹی کا کام سہل ہو گیا۔ چنانچہ ٹرامیں اور ٹریلر اس لائین پر چلنے لگے اور مردوں کو جلانے کی بھٹی تک برانچ لائین قائم کی گئی اور اندر سے گاڑیاں لانے کے لئے راستے کو اونچا کیا گیا۔

موسم گرما کے اختتام اور موسم خزاں کی بارشوں کے دوران آدھی رات کو ساحلی سڑک پر مسافروں کے بغیر ٹراموں کا ایک قافلہ سمندر کے اوپر سے جھولتا ہوا دکھائی دیتا۔۔ اس علاقے کے لوگ جلد ہی اس ماجرے کو سمجھ گئے تھے۔ اگرچہ صبح و شام ان چوٹیوں پر گشت کی جاتی لیکن اس کے باوجود لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں کی صورت میں نظروں سے اوجھل چٹانوں میں راستہ بنا کر ٹراموں کے راستے پر ٹریلروں میں ہار پھینکتے۔ گرمیوں کی رات کو لوگ ان گاڑیوں کی آپس میں ٹکرانے کا شور سنتے جو لاشوں اور پھولوں سے لدی ہوتیں۔

ابتدائی دنوں میں صبح کے وقت شہر کے مشرقی علاقے میں آسمان پر دل متلانے والے بخارات کی دبیز چادر نظر آتی۔ تمام ڈاکٹروں کی رائے میں اگرچہ یہ ناشگوار تھی لیکن کسی کے لئے نقصان دہ نہیں تھی۔ اس علاقے کے لوگوں نے وہاں سے نقل مکانی کی دھمکی دی

کیونکہ انہیں یقین تھا کہ آسمان سے جراثیم گر رہے تھے۔ بچے کے طور پر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے وہاں دھوئیں کو منتشر کرنے کی ایک بہت بڑی مشین نصب کی گئی۔ کچھ دنوں کے بعد تیز آندھی چلنے لگی اور مشرق سے ایک مبہم سی بو نے ان کی یاد دہانی کی کہ وہ ایک نئے نظام میں زندگی بسر کر رہے تھے اور ہر شام طاعون کے شعلے انہیں لقمہ بنا رہے تھے۔

یہ وبا کے انتہائی نتائج تھے۔ خوش قسمتی سے انہوں نے ابھی وہ صورت اختیار نہیں کی تھی کہ جس سے یہ تصور کیا جاتا کہ ہماری انتظامیہ کے وسائل، ہمارے اہلکاروں کی صلاحیت بلکہ مردے جلانے کی بھٹی کی صلاحیت اس صورتحال کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ ریو جانتا تھا کہ مردوں کو سمندر میں پھینکنے ایسے مایوسانہ اقدام پر بحث ہو چکی تھی اور ریو ان کی خوفناک جھاگ کو نیلے پانی پر تیرتا ہوا تصور کر چکا تھا۔ تاہم وہ یہ جانتا تھا کہ اگر اعداد و شمار میں اسی طرح اضافہ ہوتا رہا تو کوئی تنظیم، خواہ وہ کتنی ہی موثر کیوں نہ ہو، مدافعت نہیں کر سکے گی اور لوگ ڈھیروں کی صورت میں مریں گے اور لاشیں گلی کوچوں میں گلی سڑیں گی، حکام خواہ کچھ بھی کریں عمومی گزرگاہوں پر مردہ زندوں کے ساتھ ایک احمقانہ امید اور حق بجانب نفرت کے ساتھ معانقہ کریں گے۔

ان شہادتوں اور خدشات نے ہمارے شہریوں میں جلا وطنی اور علیحدگی کے جذبات کو جنم دیا۔ اس داستان گو کو احساس ہے کہ اس موقعہ پر وہ کسی غیر معمولی واقعہ کو قلمبند نہیں کر سکا: بہادری کا کوئی کارنامہ یا ماضی کی تاریخ کی طرح کوئی غیر معمولی واقعہ۔ دراصل طاعون سے زیادہ کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں تھا۔ اور جب ایسی مصیبتیں طول پکڑ جائیں تو ان میں ایک طرح کی یکسانیت آجاتی ہے۔ ان لوگوں کی یادیں جو ان عذاب ناک دنوں میں زندہ رہے تھے ان کے لئے طاعون کے خوفناک شعلے ہر ایک چیز کو راکھ کر دیتے تھے۔

طاعون کے ابتدائی دنوں میں ریو کے ذہن میں جو بڑی تمثال مرتب ہوئی اس کا طاعون کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔۔۔یہ ایک بے داغ اور دانشمند انتظامیہ کے بارے میں تھی جس کی کارکردگی اچھی تھی۔ یہ برسبیل تذکرہ اور حقائق سے انحراف نہ کرنے اور اپنے آپ کو دھوکہ نہ دینے کی غرض سے اس قصہ گو نے یہ معروضیت اختیار کی ہے۔ وہ فنی تقاضوں کے پیش نظر بھی اس میں کوئی تغیر نہیں کرنا چاہتا۔ ماسوائے بعض جزئیات کے

قصے میں ربط قائم ہو سکے ۔ یہ معروضیت اسے یہ کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ اس وقت سب سے بڑی اور ہمہ گیر مصیبت علیحدگی کا احساس تھا۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ وبا کے اس مرحلے پر اس کی نئی تفصیل بیان کی جائے ۔ اس سے مفر نہیں کہ اس تکلیف کا دردناک پہلو بھی معدوم ہوتا جا رہا تھا۔ ہمارے شہری یا وہ جنہوں نے جدائی کا دکھ اٹھایا تھا وہ اس کے عادی ہو چکے تھے؟۔ لیکن اس کی فوری تصدیق کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی ۔ زیادہ بہتر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ نہ صرف جذباتی طور پر بلکہ جسمانی طور پر بھی گھل رہے تھے ۔ وبا کے ابتدائی دنوں میں ان کے دلوں میں ان کی یاد روشن تھی جو جدا ہو چکے تھے اور انہیں اس زیاں کا احساس تھا۔۔ ان کے محبت بھرے چہرے' اور ان کی ہنسی اور وہ دن انہیں یاد تھے جب وہ اس واقعہ سے پہلے بیحد مسرور تھے ۔۔ وہ قدرے دقت سے یہ تصوریں لا سکتے تھے کہ بچھڑے ہوئے اس لمحے کیا کر رہے ہونگے ۔ اب ان کے پاس یادیں تھیں لیکن تخیل کا فقدان تھا ۔۔ طاعون کے دوسرے مرحلے میں ان کی یاداشت بھی محو ہونے لگی تھی ۔ یہ نہیں کہ وہ اپنا محبوب چہرہ بھول گئے تھے ۔۔۔ بلکہ اس کے گوشت پوست کے خد و خال محو ہوتے جا رہے تھے اور وہ انہیں یادوں میں بھی نہیں جگا سکتے تھے ۔

چنانچہ ابتدائی دنوں میں وہ یہ شکایت کرنے لگے کہ وہ جن سے محبت کرتے تھے ان کے اب سائے باقی رہ گئے تھے اور اب یہ سائے بھی پیچھے ہٹنے لگے تھے، نتیجہ کے طور پر ان کے ہیولے بھی معدوم ہو چکے تھے جن کی یادیں زندگی کا لمس دے سکتی تھیں ۔ جدائی کی اس طویل مدت کی بدولت وہ اس مانوسیت سے بھی محروم ہو گئے تھے جو ان کی ذاتی تھی ۔ اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ رہنا کس معنی کا حامل تھا جو ان کی زندگی میں شامل تھے ۔

اس اعتبار سے انہوں نے طاعون سے مطابقت پیدا کر لی تھی جو اتنی عمومی ہوتے ہوئے بھی بیحد مضبوط تھی ۔ اب ہم میں سے کوئی بھی اعلیٰ جذبات کا حامل نہیں تھا۔ لیکن تمام لوگوں میں ایک ہی طرح کے جذبات موجزن تھے ۔ اب ہمارے شہری کہنے لگے تھے " اسے ختم ہو جانا چاہیئے " ۔ وبا کے دنوں میں اجتماعی دکھ کے خاتمے کی خواہش حقیقی ہوتی ہے ۔ وہ واقعی اس کے خاتمے کے خواہش مند تھے ۔ لیکن ان کلمات میں وہ جذباتی حدت یا ناراضگی نہیں تھی جو ابتدائی دنوں میں موجود تھی ۔ یہ ان وجوہات کا نتیجہ تھا جو ہمارے ذہنوں میں واضح تھیں ۔۔ ابتدائی دنوں میں جو باغیانہ ردعمل تھا اس کی جگہ مایوسی نے لے لی تھی جسے غلط طور پر دستبرداری سے تعبیر کیا گیا تھا لیکن جو ایک لحاظ سے عارضی رضامندی کے مترادف تھی ۔

ہمارے شہریوں نے ہار مان کر حالات سے مطابقت پیدا کر لی تھی۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔۔ ظاہر ہے کہ ان کے رویے میں افسردگی اور دکھ کا احساس غالب تھا لیکن اس میں برش نہیں تھی۔۔ ان لوگوں میں بد قسمتی سے ڈاکٹر ریو بھی اس خیال کا حامل تھا کہ مایوسی کی عادت بذات خود مایوسی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ پہلے وہ جو جدائی کا شکار تھے اور اتنے زیادہ رنجیدہ نہیں تھے کہ ان کے دکھ میں امید کی کرن باقی تھی۔ اب وہ گلی کے کسی کونے میں، کسی قہوہ خانے میں یا دوستوں کے درمیان لاتعلق اور کچھ کھوئے ہوئے دکھائی دیتے اور وہ اتنے اکتائے ہوئے ہوتے کہ شہر ان کی وجہ سے ایک انتظار گاہ لگتا تھا۔۔ جو ملازم پیشہ تھے وہ کسی جذباتی اظہار کے بغیر طاعون کا ساتھ دے رہے تھے۔۔ ہر کوئی منکسر المزاج تھا۔ پہلے جلاوطن محبوبوں کے بارے میں برملا گفتگو میں کوئی حجاب مانع نہیں تھا، سب ایک ہی زبان میں گفتگو کرتے اور ایک ہی انداز میں جدائی کا تجزیہ اس طرح کرتے جیسے وہ وبا کے تازہ اعداد و شمار کا حساب کرتے ہوں۔ اب تک بڑی شدت سے ذاتی دکھ کو اجتماعی دکھ سے علیحدہ رکھا جاتا۔ لیکن اب وہ انتشار کا شکار تھے۔۔ کسی یاد اور امید کے بغیر وہ حال میں رہنے لگے تھے۔ حقیقت میں ان کی ساری زندگی حال کے کوزے میں بند تھی۔۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ طاعون نے محبت اور روشنی کے جذبات کو ختم کر دیا تھا۔۔ کیونکہ محبت مستقبل کا تقاضا کرتی تھی۔ اور ہمارے پاس ان لمحات کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔۔

بہر کیف جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حتمی نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جو جدائی کا شکار تھے وہ تمام ایک ہی حالت میں مبتلا تھے۔۔ یہاں البتہ یہ اضافہ کیا جا سکتا ہے تمام بیک وقت اس حالت کو نہیں پہنچے تھے۔ ان نئے حالات کی گرفت میں آنے کے باوجود ابھی تک وضاحت اور شکستہ یادوں کی چمک سے ان صابر لوگوں میں ایک نئی جوانی کا احساس جنم لینے لگا تھا۔ پھر گریز کے ایسے لمحات بھی آئے جب وہ منصوبے بنانے لگے جیسے وبا ختم ہو چکی تھی۔۔ یا پھر غیر متوقع یا معجزاتی طور پر بغیر کسی وجہ کے وہ حسد کی خلش محسوس کرنے لگے تھے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنے اندر فوری توانائی کو محسوس کرتے ہوئے ہفتے کے بعض دنوں میں اپنی سستی کو جھٹک کر باہر نکل آئے تھے۔ ظاہر ہے یہ اتوار اور ہفتے کی شامیں تھیں جو جدا ہونے والوں کے ساتھ خصوصی رسوم کی ادائیگی کے لئے مختص تھیں۔۔ بعض اوقات یک لخت افسردگی ان میں بسیرا کر لیتی اور ایک طرح کا انتباہ بھی کرتی جس کی ہر وقت تصدیق کی جانی ممکن نہیں تھی کیونکہ پرانی یادیں پھر تازہ ہو رہی تھیں۔۔ وہ جو صاحب

یقین تھے ان کے مطابق یہ اپنے شعور کے مشاہدے کا لمحہ تھا جو قیدیوں اور جلاوطنوں دونوں کے لئے بیحد تکلیف دہ تھا کیونکہ اس خلا کے سوا کچھ اور دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جو انہیں کچھ دیر کے لئے معطل کر دیتا اور وہ کسالت میں ڈوب جاتے۔ انہوں نے اپنے آپ کو طاعون میں بند کر لیا تھا۔

ظاہرا طور پر اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کا جو کچھ ذاتی تھا اس سے وہ دستبردار ہو گئے تھے۔۔ طاعون کے ابتدائی دنوں میں وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر بیحد توجہ دیتے جو ان کے لئے بیحد اہم ہوتیں لیکن دوسروں کے لئے وہ غیر اہم تھیں۔ یہ ان میں اپنی شخصی زندگی کا احساس تھا۔ اب اس کے برعکس انہوں نے ان چیزوں میں دلچسپی لینی شروع کی جس میں دوسرے بھی دلچسپی لیتے تھے۔ ان کے خیالات میں ایک طرح کی عمومیت آچکی تھی اور ان کی محبت خود ان کے لئے ایک تجرید تھی۔ وہ طاعون سے اتنے مغلوب ہو چکے تھے کہ بعض اوقات نیند کی خواہش کرتے یا اپنے خیالات میں کھو جاتے "طاعون کے آبلوں سے مرجانا بہتر ہے"۔ حقیقت میں وہ تمام وقت سوئے رہتے اور یہ سارا عرصہ ان کے لئے ایک لمبی نیند کی مانند تھا۔۔ سارا شہر نیند میں چلنے والوں سے بھرا ہوا تھا اور ان کی نیند اس وقت مخل ہوتی جب ان کے زخم، جو بظاہر مندمل تھے، ایک دم کھل جاتے۔ وہ چھلانگ لگا کر بیدار ہوتے، بے خیالی میں اپنی انگلیاں زخموں پر پھیرتے اور چشم زدن میں ان کا غم تازہ ہو جاتا اور ان کے سامنے ان کے محبوب کا پریشان چہرہ نمودار ہوتا۔ صبح کے وقت وہ اپنی معمولات یعنی طاعون کی طرف رجوع کرتے۔

لیکن ان جلا وطنوں کو دیکھ کر کس قسم کے تاثرات پیدا ہوتے تھے، اس کا جواب آسان تھا، وہ کوئی تاثر پیدا نہیں کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے وہ عام لوگوں کی طرح تھے اور کسی خصوصیت کے حامل نہیں تھے۔ وہ شہر کے بیگانہ سکون اور اضطراب میں برابر کے شریک تھے۔ ان کی تنقیدی حس ختم ہو چکی تھی اور وہ سرد مہر ہو چکے تھے۔ مثال کے طور پر ان میں خواندہ لوگ عام لوگوں کی طرح اخباروں میں اور ریڈیو کی نشریات میں طاعون کے جلد خاتمے کی خبر تلاش کرتے۔۔ وہ کسی اخبار نویس کے بے دھیانی میں لکھے ہوئے کالم میں سے امید کا قرینہ اخذ کرتے یا بے بنیاد خدشات قائم کر لیتے اور اپنے باقی وقت وہ بیئر پیتے، بیماروں کی عیادت کرتے، بیکار رہتے یا دفتروں میں فائلوں پر کام کرتے یا گھر میں گراموفون سنتے اس طرح وہ اپنے آپ اور دوسروں میں کوئی فرق ظاہر نہ

ہونے دیتے ۔۔ بالفاظ دیگر انہوں نے انتخاب کرنا چھوڑ دیا تھا ۔۔ طاعون نے انہیں اقداری محاکمے سے بھی محروم کر دیا تھا ۔ اور پھر یہ بھی دیکھا گیا کہ خرید و فروخت کے دوران وہ اپنے لباس یا خوراک کے بارے میں تردد نہ کرتے ۔۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ جلاوطن ابتدا میں جن غیر معمولی مراعتوں کے حق دار تھے وہ بھی ختم ہو گئی تھیں ۔ ان میں محبت کی انا اور اس سے حاصل ہونے والے فائدے بھی ختم ہو گئے تھے ۔ اب کم سے کم یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ طاعون ایک مشترکہ صورتحال تھی ۔ شہر کے دروازوں پر گولیوں کا شور، بار بار ربڑ کی مہر ثبت کرنے میں ہماری زندگی یا موت، فائلیں اور آگ، اور قواعد کی پابندی، کا خوف رہتا تھا ۔ ایک اسفل درجہ کی موت کا وعدہ ''بدبو دار دھواں اور ایمبولینس کی گھنٹیوں کے درمیان ہم جلاوطنی کی روٹی پر پلتے ہوئے اسے جانے بغیر، مکرر ملاقات اور پریشان کن سکون کے منتظر تھے ۔ ہماری محبت جوں کی توں قائم تھی لیکن یہ بے مقصد تھی ۔، جسے سنبھالنا مشکل تھا، ہمارے اندر یہ بے حس و حرکت تھی اور جرم یا سزا کی مانند بنجر تھی ۔۔ یہ ایک ایسا صبر تھا جو مستقبل سے محروم تھا، جس کا کوئی انجام نہیں تھا ۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہمارے بعض شہریوں کا رویہ اور شہر کے چاروں کھونٹ کھانے پینے کی دکانوں کے سامنے قطاریں سوچ کو دعوت دیتی تھیں ۔۔ یہ وہی دستبرداری تھی، وہی نہ ختم ہونے والا دکھ، لامحدود بے ثمر سراب اس احساس کو جدائی کے مقابلے میں ہزار گنا ترفع دینے کی ضرورت تھی کیونکہ یہ ایک اور طرح کی بھوک تھی جو سب کو نگل رہی تھی ۔

بہر کیف ان جلاوطنوں کی صحیح حالت کا جائزہ لینے کے لئے ایک مرتبہ پھر ان ازلی چمکیلی اور دھول بھری شاموں کو تصور میں لانا ضروری تھا جن کا بے شجر شہر پر نزول تھا جب گلیاں عورتوں اور آدمیوں سے بھر جاتیں ۔ کیونکہ وہ شور ان روشیوں کی طرف بلند ہوتا جو سورج کی آخری کرنوں سے دمک رہی تھیں ۔ اب موٹروں کا اور شہر کا معمول کا شور تھم چکا تھا لیکن دھیمی آوازوں اور قدموں کے مدھم شور کی لہر، ہزاروں تلوں کی آوازں کی تال، گدلے آسمان پر طاعون کی سیٹیوں کے ساتھ ہم آہنگ تھی ۔ ایک دم گھٹنے اور نہ ختم ہونے والا انتظار دھیرے دھیرے، سارے شہر میں پھیلتا جا رہا تھا، اور شام بعد شام جس کی سچی آواز اس نابینا صبر کا اظہار کر رہی تھیں جس نے ہمارے دلوں میں سے محبت کو جدا کیا تھا ۔

۱

ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں شہر طاعون کی وجہ سے دو زانوں ہو چکا تھا۔ انتظار کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ اور نہ ختم ہونے والے ہفتوں میں ہزاروں لوگ وقت کاٹ رہے تھے۔ آسمان پر گرمی' دھند' اور بادل یکے بہ دیگرے نمودار ہو چکے تھے جنوب کی طرف سے شارکوں اور چڑیوں کے خاموش قافلے بہت اونچی پرواز کر رہے تھے جیسے پانیلو کا چوبی ڈنڈا مکانوں کے اوپر سنسناتا ہوا پرندوں کو دور کی پرواز پر مجبور کر رہا تھا۔ اکتوبر کے آغاز میں گلیوں میں موسلا دھار بارش کا پانی چڑھنے لگا۔ اور اس دوران سوائے انتظار کرنے کے کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔

ریو اور اس کے ساتھیوں نے محسوس کیا کہ وہ کتنے تھک چکے تھے۔ درحقیقت حفظان صحت کا عملہ یہ تھکن برداشت کرنے کے قابل نہیں تھا۔ ڈاکٹر ریو نے اپنے دوستوں کا اور اپنے آپ کا مشاہدہ کیا کہ ان میں ایک طرح کی لاتعلقی جنم لے چکی تھی۔ مثال کے طور پر یہ لوگ جو ابھی تک طاعون کے بارے میں ہر طرح کی اطلاع میں بیحد دلچسپی لیتے تھے اب اس کے بارے میں زیادہ تردد نہیں کرتے تھے۔ رامبیر کو' جو عارضی طور پر ایک اضافی ہسپتال کا انچارج تھا جسے ایک ہوٹل میں قائم کیا گیا تھا' اچھی طرح مریضوں کی تعداد معلوم تھی جنہیں زیر نگرانی رکھا گیا تھا۔ اسے فوری انخلا کی چھوٹی چھوٹی تفاصیل یاد تھیں جس کا انتظام اس نے ان کے لئے کیا تھا جن میں بیماری کے آثار فوری طور پر نمایاں ہوتے تھے۔ عارضی ہسپتال میں سیرم کے استعمال کے اعداد اس کے ذہن میں نقش تھے۔ لیکن وہ طاعون کے مریضوں کے ہفتہ وار اعداد و شمار نہیں بتا سکتا تھا' اسے اس سے تعلق نہیں تھا کہ ان اعداد و شمار میں کمی ہو رہی تھی۔ یا اضافہ اور وہ تمام باتوں کے باوجود پر امید تھا کہ یہ حملہ جلد تھم جائے گا۔

جہاں تک دوسروں کا تعلق تھا وہ صبح و شام اپنے کام میں مصروف تھے' وہ اخبار پڑھتے تھے اور نہ ریڈیو سنتے تھے۔ لیکن جب انہیں کسی نتیجے سے آگاہ کیا جاتا تو وہ دلچسپی کا اظہار کرتے وگرنہ لاتعلق رہتے' وہ جنگ عظیم کے سپاہیوں کی مانند تھے جن کا تھکن سے عضو

شل ہوتا لیکن کسی حتمی جنگ یا صلح کی امید کے بغیر اپنا فرض ادا کرتے۔

گراند جو بڑے سلیقے سے طاعون کے اعداد و شمار جمع کر رہا تھا وہ بھی حتمی طور پر نہیں بتا سکتا تھا کہ ان کا رخ کس طرف تھا۔ تارو 'رامبیر' اور ریو کے برعکس 'وہ ظاہری طور پر تھکا ہوتا کیونکہ اس کی صحت کبھی بھی اتنی اچھی نہیں رہی تھی۔ اب میونسپلٹی کے دفتر میں اپنی ڈیوٹی کے علاوہ وہ رات کو ریو کے یہاں کام کرتا۔ وہ ہمیشہ کام کے بوجھ تلے دبا ہوا نظر آتا۔ وہ اپنے دو یا تین تصورات کی وجہ سے کام میں لگا رہتا کہ وہ طاعون ختم ہونے پر کم سے کم ایک ہفتہ آرام کرے گا اور اپنے کام کو اچھی طرح شروع کرے گا۔ وہ دن بدن جذبات سے مغلوب ہوتا جا رہا تھا اور بعض موقعوں پر از خود ریو سے ژینی کے بارے میں گفتگو کرتا اور اس سے پوچھتا کہ وہ اس لمحے کہاں ہو گی اور اگر وہ اخبار پڑھ رہی ہو گی تو اس کے بارے میں سوچ رہی ہو گی۔ ایک دن ریو حیران ہوا کہ اپنی بیوی کے بارے میں وہ اس سے عمومی سے لہجے میں باتیں کرنے لگا جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں کی تھیں۔

ریو اپنی بیوی کی ٹیلیگراموں کو شبہ کی نگاہ سے دیکھتا تھا جن میں ہمیشہ اس کی بیوی تسلی دیتی تھی' چنانچہ اس نے سینیٹوریم کے چیف میڈیکل آفیسر کو ٹیلیگرام دینے کا فیصلہ کیا جہاں وہ صحت یابی کے لئے داخل ہوئی تھی۔ جواباً اسے اطلاع ملی کہ مریض کی حالت مزید بگڑ گئی تھی اور بیماری کی پیش رفت روکنے کے لئے تمام اقدام کئے جا رہے تھے۔ ریو نے اس خبر کو اپنے تک ہی محدود رکھا تھا اور اپنے اعصابی بوجھ کو کم کرنے کے لئے اس نے گراند کو اس بارے میں بتایا تھا۔ گراند نے ژینی کے بارے میں گفتگو کرنے کے بعد اس کی بیوی کے بارے میں استفسار کیا' ریو نے اس کا جواب دیا

"تم جانتے ہو" گراند نے کہا "اب اچھا علاج بہت جلدی ممکن ہے" ریو نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ جدائی کا عرصہ بہت طویل ہو چکا تھا' وہ اپنی بیوی کی مدد کرنا چاہتا تھا تاکہ بیماری کا مقابلہ کر سکے' اور آج کل وہ بالکل تنہا محسوس کر رہی ہو گی"۔ اس کے بعد وہ خاموش ہو گیا اور گراند کے سوالوں کے جواب سے گریز کرنے لگا۔

دوسرے لوگ بھی اس صورتحال کا شکار تھے۔ البتہ تارو بہتر طریقے سے مدافعت کر رہا تھا لیکن اس کی ڈائریوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کے تجسّر میں کوئی کمی واقعہ نہیں ہوئی تھی تاہم اس میں تنوع کا فقدان تھا۔ اس عرصہ کے دوران اسے کوتار کے علاوہ کسی اور میں دلچسپی نہیں تھی۔ شام کے وقت ریو کے مکان پر' جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا کیونکہ اس کے

ہوٹل میں عارضی ہسپتال قائم کر دیا گیا تھا' وہ ڈاکٹر اور گراند کے مابین اعداد و شمار کے بارے میں گفتگو کی طرف دھیان نہ دیتا۔ وہ ان کی زندگی کے بارے میں چھوٹی چھوٹی تفصیلات پر گفتگو کرتا۔

سب سے زیادہ ڈاکٹر کاسل پر تھکن کا اثر ہوا۔ جس دن اس نے اعلان کیا کہ سیرم تیار ہو چکا تھا اور انہوں نے اس کو پہلی بار اوتھان کے بیٹے پر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا جسے ہسپتال لایا گیا اور جس کا کیس ریو کے نزدیک خطرناک تھا۔ ریو جب اپنے بوڑھے دوست کو تازہ اعداد و شمار سنا رہا تھا تو اس نے کاسل کو دیکھا جو کرسی میں دھنسا ہوا سو رہا تھا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ وہ چہرہ جس پر معمول کے مطابق نیم نرمی اور بے ضرر سی طنز ہوتی تھی' اب اس کے کھلے ہونٹوں میں سے لعاب کی ایک لکیر ٹپک رہی تھی جو اپنے آپ کو زیادہ استعمال کرنے کا نتیجہ تھی۔ یہ دیکھ کر ریو کا گلہ رندھ گیا

اس قسم کی نقاہتوں سے ریو اس کی تھکن کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ اس کی ذہنی حالت بے قابو ہوتی جا رہی تھی۔ جو نیم درشتی سے طراوت سے محروم دور ہی دور جا کر اپنے آپ کو ایسے جذبات کے سپرد کرنا چاہتی تھی جن پر اسے اختیار نہیں تھا۔ اس کے پاس اب اپنے دفاع کا یہی ذریعہ تھا' وہ اس سختی میں پناہ لینا چاہتا تھا جو اس کے اندر پیدا ہو چکی تھی۔۔ وہ جانتا تھا کہ ان حالات میں رہنے کے لئے یہی بہتر راستہ تھا۔ بہر کیف ابھی اس کے کچھ سراب باقی تھے اور اس کی تھکن ان باقی ماندہ سے بھی اسے محروم کر رہی تھی۔ کیونکہ وہ اس امر سے بھی آگاہ تھا کہ اس دورانیہ میں' جس کی کوئی میعاد نہیں تھی' اس کا کام علاج کرنا تھا۔ اس کا منصب تشخیص کرنا' دیکھنا' رجسٹر کرنا اور پھر اسے رد کرنا تھا۔ کبھی کوئی عورت اس کی آستین پکڑ کر چیختی "ڈاکٹر اس زندہ کر دو"۔ لیکن اس کے پاس زندگی دینے کی طاقت نہیں تھی۔ وہ البتہ مریضوں کے انخلا کے لئے وہاں آیا تھا۔ اس نے ان چہروں پر جو نفرت دیکھی وہ کتنی بے معنی تھی "کیا تمہارے پاس دل نہیں ہے؟" ایک موقعہ پر کسی عورت نے اس سے پوچھا۔ ہاں اس کے پاس ایک دل تھا۔ جو دن بیس گھنٹے ان لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھتا جو زندہ رہنے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ یہ اس کی مدد کرتا کہ وہ ہر صبح دوبارہ اپنا کام شروع کرے۔ اس کے پاس ایسا ہی دل تھا۔ لیکن یہ دل کس طرح زندگی دے سکتا تھا۔؟

یہ طبی مدد نہیں تھی جو دن بھر وہ لوگوں کو دیتا کیونکہ وہ صرف انہیں اطلاعات فراہم کر رہا تھا۔ بیشک اسے کسی شخص کے پیشے سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بہر کیف

اس خوفزدہ اور مرتے ہوئے ہجوم میں کیا کوئی شخص اپنا پیشہ وارانہ منصب سر انجام دے سکتا ہے ۔ یہ تھکن اس کے لئے نعت غیر مترقبہ تھی ۔ اگر ریو تروتازہ ہوتا تو موت کی یہ پھیلتی ہوئی بو اسے زیادہ جذباتی بنا دیتی ۔ لیکن جب کوئی شخص چار گھنٹے سے زیادہ نہ سویا ہو تو پھر وہ جذباتی نہیں ہو سکتا ۔ وہ چیزوں کو اسی طرح دیکھتا جس طرح وہ ہیں ۔ بالفاظ دیگر وہ انہیں انصاف' ہیبت ناک اور احمقانہ انصاف کی روشنی میں دیکھتا ۔ اور دوسرے جنہیں موت کی سزا تھی وہ بھی اس کی طرح بہتر محسوس کرتے ۔ طاعون سے پہلے اسے ایک نجات دہندہ تصور کیا جاتا وہ اپنا کام تین گولیوں اور ایک سرنج سے کرتا تھا اور لوگ اسے بیماروں کے کمرے میں بازو سے پکڑ کر لے جاتے تھے ۔ اس کے برعکس اب وہ سپاہیوں کے ساتھ آتا جو دروازے پر بندوقوں کے کندے مار کر اہل خاندان کو باہر بلاتے ۔ وہ اسے گھسیٹ کر لے جاتے' وہ ساری انسانیت کو گھسیٹ کر لے جاتے ۔ ہاں یہ درست ہے کہ انسان انسان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ۔ لیکن وہ اتنا ہی بے بس تھا جتنے یہ لوگ تھے ۔ اسے بھی رحم کی ضرورت تھی جب سے اس نے ان کا ساتھ چھوڑا تھا۔

بہر کیف یہ خیالات اور اپنی بیوی سے جدائی کا احساس ہفتوں تک ڈاکٹر کے ذہن میں منڈلاتا رہا ۔ اور اسکے دوستوں کے بھی اسی قسم کے خیالات تھے جن کا اندازہ وہ ان کے چہروں سے لگا سکتا تھا ۔ لیکن وہ تمام جو طاعون کے خلاف جدوجہد میں مصروف تھے ان پر تھکن کا سب سے واضح اثر یہ تھا کہ وہ خارجی واقعات اور لوگوں کے احساسات سے لاتعلق ہوتے جا رہے تھے اس کا اثر ان کی ذاتی زندگی میں بھی سرایت کر رہا تھا ۔ وہ لمحات جو انتہائی اہم نہ ہوتے یا وہ جو انتہائی مساعی کا تقاضا کرتے وہ ان سے گریز کر جاتے ۔ چنانچہ یہ لوگ حفظان صحت کے ان ضوابط کی بتدریج خلاف ورزی کرنے لگے جنہیں انہوں نے خود بنایا تھا۔
وہ حفظان صحت کے بہت سے قواعد کو نظر انداز کر دیتے' مثال کے طور پر وہ لوگ جو پھیپھڑوں کے طاعون میں مبتلا ہوتے وہ ان کے یہاں کوئی حفاظتی اقدام لئے بغیر جاتے کیونکہ ان کا اعلان آخری لمحے کیا گیا ہوتا اور وہ حفظان صحت کے مراکز تک جانے کی زحمت نہ کرتے ۔ کیونکہ بعض اوقات وہ کافی دور واقع ہوتے اور وہ وہاں سے مطلوبہ ٹیکا نہ لگوا سکتے ۔ یہ لوگ خطرے کا کھلا ہدف تھے اور وہ طاقت جو یہ لوگ طاعون کے خلاف صرف کر رہے تھے اس نے انہیں ایک آسان ہدف بنا دیا تھا ۔ مختصر یہ کہ وہ قسمت کو داؤ پر لگا رہے تھے اور اس میں قسمت کا کوئی قصور نہیں تھا۔

شہر میں ایک ایسا شخص تھا جو تھکا تھا اور نہ اس نے ہمت ہاری تھی۔ وہ اطمینان کی مجسم تمثال تھا۔ وہ کوتار تھا جو دوسروں کے ساتھ رابطہ رکھنے کے باوجود سب سے الگ تھلگ رہ رہا تھا۔ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی سے تجاوز کر کے بھی تارو سے اکثر ملاقات کرتا کیونکہ تارو کو اپنے کیس کے بارے میں پوری معلومات تھیں۔ دوسرے یہ کہ وہ ہمیشہ اسے خندہ پیشانی سے ملتا جس سے وہ بہتر محسوس کرتا۔ تارو کے بارے میں ایک غیر معمولی بات یہ تھی کہ خواہ اسے کتنا ہی کام کیونکہ نہ کرنا پڑتا وہ بڑا صابر سامع تھا۔ اگر کسی شام وہ بیحد تھکا ہوتا تو اگلی صبح تروتازہ ہوتا "بوڑھا تارو ایک ایسا شخص ہے جس سے بات چیت کی جا سکتی ہے"۔ ایک دفعہ کوتار نے رامبیر سے کہا تھا۔ "کیونکہ وہ واقعی انسان دوست ہے۔ میرا مطلب سمجھتے ہو، میں کیا کہہ رہا ہوں۔ وہ ہمیشہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے"۔

اسی باعث اس دور میں لکھی جانے والی تارو کی ڈائری میں واقعات کا رخ اس کی ذات پر مرکز ہے۔ تارو نے کوتار کے ردعمل اور اس کی سوچ کی تفصیل کی تصویر مرتب کی ہے۔ "کوتار اور طاعون سے اس کے تعلقات" کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے یہ قصہ گو مناسب سمجھتا ہے کہ یہاں اس کا خلاصہ درج کیا جائے۔ تارو کی کوتار کے بارے میں رائے ہے کہ "یہ شخص پھل پھول رہا ہے، ظاہری طور پر یہ شخص مجسم خوش مزاجی ہے۔ واقعات میں جو فوری تبدیلی پیدا ہوئی وہ اس سے ناخوش نہیں تھا۔ کبھی کبھار وہ تارو کے سامنے اپنے خیالات کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے اس طرح کے جملے استعمال کرتا"

"بیشک یہ معاملہ ٹھیک نہیں چل رہا۔ لیکن ساری دنیا ان حالات میں ایک ہی کشتی میں سوار ہے"

"بیشک" تارو نے جواب دیا "ہر ایک کی طرح اس کی جان بھی خطرے میں ہے، نتیجے کے طور پر وہ سنجیدگی سے غور نہیں کرتا "سو مجھے یقین ہے کہ وہ طاعون کا شکار ہو جائے گا۔ اس کے ذہن میں ایک ہی بات چڑھی ہوئی ہے جو اتنی احمقانہ بھی نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑی تکلیف میں مبتلا ہو تو وہ دوسری بیماریوں اور دکھوں کو بھول جاتا ہے۔"

"کیا تم نے دیکھا ہے" اس نے مجھ سے کہا "کہ کوئی شخص بیک وقت دو بیماریوں کو نہیں پاتا؟ مثال کے طور پر تم تشویشناک یا ناقابل علاج بیماری میں مبتلا ہو، تشویشناک کینسر، یا یک لخت پھیلنے والی تپ دق، تم کبھی ٹائیفائڈ یا طاعون کا شکار نہیں ہو

سکتے' یہ جسمانی طور پر ناممکن ہے۔ اگر بات اور آگے بڑھائیں تو کیا تم نے کبھی سنا ہے کہ کوئی کینسر کا مریض کسی کار ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گیا"

یہ تصور خواہ جس قسم کا بھی تھا کوتار کی خوش مزاجی کو برقرار رکھتا۔ اسے صرف ایک بات ناپسند تھی وہ اس کی دوسروں سے علحدگی تھی۔ وہ تنہائی کا قیدی بننے کی بجائے محصور لوگوں میں شامل ہونے کو ترجیح دیتا۔ طاعون کی وجہ سے پولیس کی تفتیش خفیہ انکوائریوں' ذاتی فائلوں' پر اسرار فوری گرفتاریوں وغیرہ کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ یہ کہنا زیادہ موزوں ہے کہ پولیس کا وجود نہیں رہا تھا اور نہ ہی پرانے اور نئے جرائم کا سلسلہ جاری تھا۔ کوئی مجرم بھی نہیں رہا تھا۔ صرف موت کی سزا یافتہ باقی رہ گئے تھے۔ اور ان میں پولیس والے بھی شامل تھے جو معافی کے طلبگار تھے۔ چنانچہ کوتار نے (تارو کے مطابق) پریشانی او رہمارے شہریوں میں اضطراب کی نشانیاں جس جامعیت کے ساتھ بیان کی تھیں وہ ایک جملے میں پوری طرح ظاہر ہوتی تھیں "ہمیشہ یہی کہو کہ تم سے پہلے میں اس کا شکار بنا ہوں"۔

"میں نے اسے کہا کہ دوسروں سے جدا نہ ہونے کا واحد طریقہ ایک صاف ستھرا ضمیر ہے" اس نے میکانکی طریقے سے میری طرف دیکھا اور کہا۔

"بے شک' اس اعتبار سے کوئی آدمی کبھی کسی کے ساتھ نہیں ہوتا۔" پھر ایک لمحے کے بعد اس نے کہا۔

"تارو تم جو کچھ چاہو کہو لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ لوگوں کو اگر متحد کرنا ہے تو وہاں طاعون بھیج دو"

" حقیقت میں مجھے معلوم تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا تھا اور موجودہ زندگی اس کے لئے کتنی آرام دہ تھی۔ وہ ہر موڑ پر اپنے ردعمل کو کسی طرح مخفی رکھ سکتا تھا "ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ تمام لوگ اس کے ہمراہ ہوں' کبھی راستہ کھوئے ہوؤں کو صحیح اطلاع دینے کا فرض اور کبھی بدمزاجی کا مظاہرہ یا پر تعیش ریستورانوں کی طرف لوگوں کے جانے کا جذبہ' وہاں دیر تک رہنے کی خواہش' روزانہ لوگوں کا سینما گھروں کے باہر قطار باندھنا' تھیٹروں' موزیکل ہال میں ان کا جمع ہونا اور پھر تمام عمومی جگہوں پر بے مہار طریقے سے ہنستے باتیں کرتے ہوئے پھیل جانا' پھر ہر ایک رابطے سے پیچھے ہٹ جانا' انسانی جذبات کی گرمی جو تمام انسانوں کو ایک دوسرے سے متصل کرتی ہے' جسموں کی جسم اور جنس کی جنس کے لئے خواہش ___ کوتار ان تمام سے آشنا تھا' لیکن اس میں عورت ذات کو استثنا

حاصل تھا کیونکہ اپنے سر کے ساتھ ـــــ اور میرا خیال ہے کہ جب اس میں عورتوں کے یہاں جانے کی خواہش پیدا ہوتی تو وہ انکار کر دیتا کیونکہ وہ ایسا طرز زندگی اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا جو بعد میں اس کے لئے زحمت کا باعث بنتا۔

"مختصر یہ کہ طاعون نے اسے مفرور بنا دیا تھا۔ وہ آدمی جو تنہائی نہیں چاہتا تھا اس نے ایک شریک جرم بنا لیا تھا۔ کیونکہ شریک مجرم ایک مناسب لفظ ہے جو اپنے آپ میں لذت محسوس کرتا ہے۔ وہ جو کچھ دیکھتا اس میں شریک ہو جاتا ہے مثلاً تواہمات، بے وجہ خلفشار اور لوگوں کے اعصاب جو ہمیشہ بوجھ تلے ہوتے ہیں اور طاعون کے بارے میں کم سے کم گفتگو کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہر وقت اس کے بارے میں بات کرتے رہتے ہیں جو پہلے سر کے درد کے بارے پر توجہ نہیں دیتے تھے اب اسے وبا کی ابتدائی علامت تصور کرتے تھے۔ اور آخر میں یہ کہ وہ اتنے حساس ہو چکے تھے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا برا منا لیتے مثال کے طور پر پتلون کے ایک بٹن کا غائب ہو جانا انہیں مغموم کر دیتا تھا۔

شام کے وقت تارو اکثر کوتار کے ساتھ باہر سیر کرنے نکل جاتا۔ وہ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے کہ وہ دونوں کس طرح تاریکی میں ہجوم میں کھو جاتے تھے جب شام کے وقت گلیاں لوگوں سے بھری ہوتیں اور کس طرح ان کا شانہ سے شانہ چھوتا۔ اور وہ تیرگی اور روشنی میں انسانی بھیڑ کے ساتھ بہتے ہوئے پرجوش مسرتوں کی طرف نکل جاتے جو طاعون کی خنکی کے خلاف واحد دفاع تھا۔ کچھ مہینے پہلے عمومی جگہوں پر کوتار جس چیز کا متلاشی تھا وہ تعیش اور بھرپور زندگی تھی جس کے حاصل کرنے کا اس نے خواب دیکھا تھا۔

اب یہ ساری آبادی اس مسرت کی تلاش میں تھی۔ اس دوران تمام اشیاء کی قیمت بے تحاشا بڑھ چکی تھی اور غیر ضروری چیزوں پر اتنا پیسہ خرچ کیا جا چکا تھا۔ اگرچہ اس وقت بے روزگاری تھی اس کے باوجود فارغ وقت کی تفریحوں میں بہت اضافہ ہوا تھا۔ بعض اوقات تارو اور کوتار ان جوڑوں کا تعاقب کرتے جو اپنے جذبات کو چھپاتے جو انہیں ایک دوسرے کے قریب لاتے تھے۔ لیکن اب وہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہٹ دھرمی سے اپنی نمائش کرتے ہوئے اپنے اردگرد ہجوم کو نظر انداز کر کے جذبات میں ڈوبے ہوئے شہر کی طرف آتے۔ کوتار انہیں دیکھ کر کہتا "پیارو اچھا کام کر رہے ہو" اس کی آواز بدل جاتی اور وہ اونچے لحن میں بات کرنے لگتا۔ تارو لکھتا ہے اس اجتماعی موافق ماحول میں وہ پھول

کی طرح کھلتا جا رہا تھا ' قہوہ خانوں کی میزوں پر بخشش کی رقم گرنے کی جھنکار ' اور نظروں کے سامنے محبت کی پینگیں۔

بہر کیف تارو نے یہ محسوس کیا کہ کاسل کے مزاج میں کچھ تلخی آچکی تھی ۔ اس کا یہ جملہ "میں یہ سب کچھ سب سے پہلے جانتا ہوں" اس کی فتح کی بجائے اس کی بد قسمتی کی ترجمان تھا۔

"میرا خیال ہے" تارو نے کہا کہ وہ اس آسماں اور اس شہر کی دیواروں کے درمیاں مقید لوگوں سے محبت کرنے لگا تھا' مثال کے طور پر وہ انہیں بتاتا کہ اگر اسے موقعہ مل جائے تو یہ معاملہ اتنا برا نہیں ہے۔ "تمہیں انہیں یہ کہتا سنو گے" اس نے مجھ سے کہا تھا۔

"میں طاعون کے بعد یہ کروں گا ' وہ کروں گا ......' وہ پرسکون رہنے کی بجائے زندگی میں زہر گھول رہے ہیں ۔ انہیں اپنے ترجیحی حقوق کا بھی احساس نہیں ہے ۔ میرا ہی معاملہ لو میں اپنی گرفتاری کے بعد یہ کہہ سکتا تھا کہ میں یہ کروں گا ۔ گرفتاری ایک ابتدا ہے انتہا نہیں ۔ جب کبھی طاعون --- تمہیں پتہ ہے 'میں کیا سوچ رہا ہوں" --- وہ رنجیدہ ہیں کیوں وہ خود کو یہاں سے نکالنا نہیں چاہتے ۔ مجھے معلوم ہے کہ میں کیا بات کر رہا ہوں۔"

"جو کچھ اس نے کہا ہے وہ اس بارے میں جانتا ہے" تارو نے اضافہ کیا وہ اور اس کے مکینوں کے تضادات کی قدرو قیمت سے آشنا ہے ' جو بیک وقت انسانی تعلقات کے خواہشمند ہیں لیکن وہ انہیں قبول کرنے پر مائل نہیں کیونکہ اعتماد کی کمی انہیں ایک دوسرے سے دور رکھتی ہے ۔ یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ اپنے پڑوسی پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ آپ کے علم کے بغیر آپ کو طاعون کی بیماری دے سکتا ہے ۔ اور آپ کی بے دھیانی سے فائدہ اٹھا کر آپ کو انفیکشن دے سکتا ہے ۔ جب کوئی تارو کی طرح اپنی زندگی بسر کر چکا ہو تو اسے اپنے اردگرد میں ہر شخص کو پولیس کا مخبر سمجھتا ہے 'اس ردعمل کی منطق سمجھ آتی ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ ہمدردی کی جا سکتی ہے جو اس خیال کے حامل ہوتے ہیں کہ آج یا کل طاعون ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر شاید کچھ کرنے والی ہو جب ہم اپنے آپ کو مبارک باد دے رہے ہوں کہ ہم اس سے بالکل محفوظ ہیں۔ ۔ وہ ممکن حد تک خوف کی فرمانبرداری میں سہولت محسوس کرتے ہیں ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ چونکہ اسے پہلے ہی اس کا تجربہ ہے اس لئے وہ ظلم اور عدم یقین میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ہماری طرح جو ابھی تک طاعون سے ہلاک نہیں ہوئے ہیں اسے اچھی طرح احساس ہے کہ آزادی اور

زندگی اس سے چھینی نہیں گئی ہے لیکن وہ بذات خود خوف میں زندہ رہا ہے۔ اس لئے اس کے لئے یہ ایک نارمل بات ہے کہ دوسرے بھی اس میں سے گزریں۔ زیادہ قطعیت سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خوف اس کے لئے ان دنوں کی نسبت زیادہ بوجھل نہیں تھا جب وہ اکیلا تھا۔ اس اعتبار سے وہ غلطی پر تھا اور اسی لئے اسے دوسروں کی نسبت سمجھنا مشکل تھا۔ بہرکیف اسی لئے وہ اس قابل تھا کہ اس کو سمجھنے کے لئے زیادہ کوشش کی جائے۔"

تارو کی ڈائری کے اوراق ایک کہانی پر ختم ہوتے ہیں جو کوتار اور طاعون کے مریضوں کی غیر معمولی ذہنی حالت کو بیک وقت پیش کرتی ہے۔ اس کہانی میں کم و بیش اسی عہد کے مشکل حالات کی باز آفرینی کی گئی ہے اس لئے یہ قصہ گو اس کہانی کو اہمیت دیتا ہے۔

ایک شام کوتار اور تارو میونسپلٹی کے اوپرا میں اورفیس اور یوریڈس دیکھنے گئے تھے۔ کوتار نے تارو کو دعوت دی تھی۔ اوپرا کی ایک ٹیم وباء کے موسم بہار میں ہمارے شہر میں اوپرا دکھانے آئی تھی۔ وباء کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہوئی تھی اور اس کمپنی نے ہمارے اوپرا کی انتظامیہ سے یہ طے کر لیا تھا کہ ہفتے میں ایک مرتبہ وہ اوپرا دکھائے گی۔ چنانچہ مہینوں تک ہر جمعہ کو ہمارے میونسپل اوپرا میں اورفیس کی مترنم آہ و بکا اور یوریڈس کی بے اثر التجائیں گونجتی تھیں۔ بہر کیف یہ تماشہ ہمارے لوگوں میں کافی مقبول ہوا اور کمپنی نے خوب پیسے کمائے کوتار اور تارو نے مہنگی جگہ کا ٹکٹ لیا تھا جہاں سے وہ سٹال میں نیچے فیشن ایبل لوگوں کو دیکھ سکتے تھے۔ یہ مشاہدہ کرنا بڑا دلچسپ تھا کہ اندر آتے ہوئے لوگ اپنی موجودگی کا احساس دلاتے تھے۔ پردے کے سامنے روشنیوں میں 'جب سازندے موسیقی بجا رہے ہوتے تو لوگوں کے سلہوٹ ایک قطار سے دوسری قطار میں بڑے شان و شوکت سے جاتے۔ ہلکی سرگوشیوں میں یہ لوگ اس تیقن کا اظہار کرتے جو کچھ گھنٹے پہلے شہر کی سیاہ گلیوں میں وہ کھو چکے تھے۔ شام کا سیاہ لباس طاعون کے خلاف ایک دفاع تھا۔

پہلے ایکٹ کے دوران اورفیس اپنی گم شدہ یوریڈس کے لئے بڑی فصاحت سے آہ زاری کر رہا تھا جب یونانی ملبوس میں عورتیں اس کی شومئی قسمت پر تبصرہ کر رہی تھیں۔ اور محبت کی مناجات بھی گائی جا رہی تھی ہال میں حاضرین بڑے سلیقے سے گرمجوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسرے ایکٹ میں اورفیس نے کچھ ایسے ارتعاش کا اضافہ کیا جو اصل دھن کا حصہ نہیں تھا' اور اس اضافے کا بہت کم حاضرین نے نوٹس لیا تھا' وہ جذباتی گداختگی کے

ساتھ تاریکی کے آقا کو اپنے آنسوؤں سے متاثر کرنا چاہتا تھا۔ اس کی بعض حرکات ' جو اس فن کے ماہرین کے لئے ایک طرح کا خصوصی اسلوب تھیں ' گانے میں جذباتی گداختگی پیدا کر رہی تھیں۔

تیسرے ایکٹ میں اورفیس اور ایورڈیس کے دو گانے کے درمیان اس خاص لمحے جب ایورڈیس کو اس کے عاشق سے جدا کیا جانا تھا ' ایک عجیب و غریب سی حیرت ہال میں پھیل گئی ۔ جیسے گیت گانے والا اس اشارے کا منتظر تھا ۔ ممکن ہے وہ مدہم آوازیں جو سٹال یا نیچے ہال میں سے سنائی دے رہی تھیں وہ اس کے جذبات کے تصدیق کر رہی تھیں۔ اس لمحے وہ روشنیوں کے سٹینڈ کی طرف عجیب و غریب طریقے سے آگے بڑھا ' اس کے بازو قدیمی چوغے کے نیچے پھیلے ہوئے تھے اور وہ سجاوٹ کے سامان ' جو ہمیشہ کی طرح فرسودہ ہوتا ' کے درمیان لڑکھڑاتا پہلی مرتبہ تماشیوں کی نگاہوں کے سامنے نیچے گر گیا ۔ عین اس وقت آرکسٹرا بجنا بند ہو گیا ' تماشائی اپنی جگہوں سے اٹھے اور آڈیٹوریم سے باہر نکلنے لگے ۔ پہلے خاموشی سے جیسے نماز ختم ہونے کے بعد گرجا میں سے یا پھر کسی مرتی ہوئی عورت کو الوداع کہہ کر موت کے کمرے سے سر جھکائے اپنے سکرٹ اٹھائے ہوئے باہر نکل رہے تھے ۔ مرد اپنے ساتھیوں کو کہنیوں کی مدد سے آگے لے جا رہے تھے کہ وہ کرسیوں کی قطار سے رگڑ کر نہ گزریں ۔ دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کی حرکت میں بتدریج اضافہ ہوا ' سرگوشیاں اونچی آوازوں میں بدل گئی اور بالآخر باہر نکلنے کے لئے ہجوم میں بھگدڑ مچ گئی اور ایک دوسرے کو پہلو مارتے اور چیختے ہوئے وہ باہر نکل رہے تھے ۔ تارو اور کوتار اپنی نشستوں سے یہ دیکھنے کے لئے اٹھے کہ ان دنوں ان کی زندگی کا منظر کیا تھا ۔ طاعون سٹیج پر بکھری ہوئی سرگوشی کے لباس میں ' اور سٹالوں میں بھولے ہوئے پنکھوں اور کرسیوں پر گھسٹتی ہوئی سرخ مخمل کے نیچے موجود تھی۔

۲

رامبیر ستمبر کے ابتدائی دنوں میں ریمبو کے پہلو بہ پہلو سنجیدگی سے کام کرتا رہا، اس نے صرف اس دن کی رخصت مانگی تھی جب اس نے گونزل اور اس کے دو ساتھیوں کو لڑکوں کے سکول کے سامنے ملنا تھا۔

مقررہ دن گونزل اور اخبار نویس وقت پر پہنچے تو انہوں نے دو لڑکوں کو ہنستے ہوئے اپنی طرف آتے دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں ابھی موقعہ نہیں ملا، ابھی انتظار کرنا چاہیے۔ بہرکیف اس ہفتے ان کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ انہیں اگلے ہفتے تک صبر سے انتظار کرنا چاہیے، مکرر کوشش کی جانی چاہیے۔ رامبیر نے کہا یہ مناسب ہو گا۔ گونزل نے تجویز دی کہ اگلے پیر انہیں پھر ملنا چاہیے۔ لیکن اس مرتبہ رامبیر کو مارسل اور لوئی کے گھر قیام کرنا چاہیے

"ہم دوبارہ ملاقات کریں گے تم اور میں۔ اگر میں وقت پر نہ پہنچوں تو تم سیدھے ان کے گھر چلے جانا، میں تمہیں ان کا پتہ بتاتا ہوں"۔ لیکن اس لمحے مارسل اور لوئی نے کہا کہ بہتر ہو گا کہ انہیں براہ راست وہاں پہنچا دیا جائے۔ ایسا کرنا مشکل نہیں تھا۔ وہاں ان چاروں کو کھانے پینے کے لئے بھی کچھ مل جائے گا۔ اس نے اس طرح یہ معاملہ طے کیا۔ گونزل نے کہا یہ معاملہ خوب رہے گا اور وہ بندرگاہ کی طرف جانے لگے۔

مارس اور لوئی بندرگاہ کی بیرونی طرف کے دروازوں کے پاس رہتے تھے جو چٹان کی طرف کھلتے تھے۔ یہ ایک چھوٹا سا ہسپانوی گھر تھا جس کی موٹی موٹی دیواریں تھیں، اور دریچوں کی جھلملیوں پر رنگ کئے ہوئے تھے، اس کے کمرے تاریک اور فرنیچر سے عاری تھے۔ ان لڑکوں کی ماں ایک پر شکن مسکراتے ہوئے چہرے کی بوڑھی ہسپانوی عورت تھی؟ اس نے کھانے کے لئے چاولوں کی رکابی آگے رکھی۔ گونزل چاولوں کو دیکھ کر حیران ہوا کیونکہ شہر میں چاول نایاب تھے۔ "یہ بندرگاہ سے مل جاتے ہیں" مارسل نے کہا۔ رامبیر خوب کھا پی رہا تھا اور گونزل کہہ رہا تھا کہ وہ اس کا گہرا دوست تھا جبکہ اخبار نویس آنے والے ہفتے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

درحقیقت اسے دو ہفتے انتظار کرنا پڑا کیونکہ شفٹوں کی تعداد کم کرنے کے لئے

گارڈ کی ڈیوٹی دو ہفتوں تک بڑھا دی گئی تھی ۔ اور ان پندرہ دنوں کے دوران رامبیر شب و روز آنکھیں بند کر کے کسی خلل کے بغیر کام کرتا رہا ۔ وہ رات کو دیر تک سوتا اور صبح تک ایک شہتیر کی طرح بے سدھ سوئے رہتا ۔ کاہلی سے ایک دم بے حد مصروف زندگی کی بدولت اس کی توانائی میں کمی آ گئی تھی اور اس کے خواب بھی اڑ گئے تھے ۔ وہ اپنے مجوزہ فرار کے بارے میں بہت کم بات کرتا ۔ صرف ایک قابل ذکر واقعہ تھا ۔ ایک ہفتہ بعد اس نے ڈاکٹر سے اعتراف کیا کہ اس کے جانگھ میں سوجھن تھی اور جب وہ اپنے بازووں کو ہلاتا تو اس کی بغلوں میں درد ہوتی تھی ۔ اس کا خیال تھا کہ وہ طاعون میں مبتلا تھا ۔ اس کا واحد ردعمل ؛ جو احمقانہ تھا اور جس کا اس نے ریو سے اعتراف کیا تھا، وہ شہر کی بلندی کی طرف بھاگتا ہوا جاتا اور وہاں ایک چھوٹی سی جگہ سے جہاں سے سمندر نظروں سے اوجھل تھا لیکن قدرے آسمان دکھائی دیتا تھا اس نے چیخ کر شہر کی دیواروں پر سے اپنی بیوی کو بلایا ۔ اپنے گھر پہنچ کر اس نے محسوس کیا کہ اس کے بدن میں کوئی چھوت نہیں تھی ۔ وہ اس فوری بحران کی بدولت کوئی فخر محسوس نہیں کر رہا تھا ۔ ریو نے کہا کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ انسان پر ایسی حالت بھی طاری ہو جاتی ہے ۔ بہر کیف "اس نے کہا "بعض دفعہ خیالوں میں اس طرح بھی ممکن ہوتا ہے"

"صبح اوتھان تمہارے بارے میں مجھ سے بات کر رہا تھا" ریو نے ایک دم کہا جب رامبیر وہاں سے چلا گیا تھا ۔ اس نے مجھے کہا کہ میں اسے مشورہ دوں کہ وہ سمگلروں کے ساتھ میل جول نہ کرے، وہ نگرانی میں آ جائے گا ۔"

"وہ تم سے کیا کہنا چاہتا تھا؟ ۔

"اس کا مطلب تھا کہ تم جلدی کرو ۔"

"شکریہ" رامبیر نے ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا ۔

دروازے پر پہنچ کر وہ ایک دم مڑا ریو نے دیکھا کہ طاعون کی وبا پھیلنے کے بعد وہ پہلی مرتبہ مسکرایا تھا ۔

"لیکن وہ مجھے یہاں جانے سے روکتے کیوں نہیں، تمہارے پاس ایسا کرنے کے لئے وسائل ہیں ۔"

ریو نے حسب عادت اپنا سر ہلایا اور کہا یہ رامبیر کا معاملہ تھا ۔ اس نے خوش قسمتی کا انتخاب کیا تھا، ریو کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا ۔ اس نے یہ محسوس کیا کہ ان حالات

میں جو کچھ اچھا تھا یا برا وہ اس کا فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

"ان حالات میں مجھے جلدی کرنے کے لئے کیوں کہا گیا ہے"

ریو جواباً مسکرایا

"اس لئے کہ خود میری خواہش ہے کہ میں بھی مسرت کے لئے کچھ کروں"

اگلے دن انہوں نے کوئی بات نہ کی اور اکٹھے کام کرتے رہے۔ اگلی اتوار رابیر چھوٹے سے ہسپانوی گھر میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس نے گول کمرے میں اپنا بستر ڈال دیا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں نوجوان دوپہر کو کھانا کھانے گھر نہیں آتے تھے اور اسے کم سے کم باہر نکلنے کی ہدایت تھی' اس لئے وہ بیشتر وقت تنہا ہوتا یا ان کی بوڑھی ماں سے باتیں کرتا۔ وہ دبلی پتلی عورت تھی جو سیاہ لباس پہنتی اس کا چہرہ بھورا تھا جس پر جھریاں تھیں جو اس کے سر کے سفید بالوں کے نیچے دھلا دھلایا لگتا تھا۔ وہ بالکل خاموش رہتی اور جب رابیر کی طرف دیکھتی تو مسکراتی۔

ایک مرتبہ اس نے رابیر سے پوچھا کہ اسے خوف نہیں آتا کہ وہ اپنی بیوی کو بھی طاعون کے جراثیم منتقل کر سکتا ہے۔ اس نے جواب دیا تھا کہ اس بات کا خطرہ ہو سکتا تھا لیکن اتنا زیادہ نہیں۔ اگر وہ شہر میں رہتا تو پھر وہ اپنی بیوی سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائے گا۔

"کیا وہ اچھی ہے؟

"بہت اچھی ہے"

"خوبصورت؟"

"میرا خیال ہے"

"آہ" اس نے سر ہلا کر کہا"

وہ ہر صبح گرجا میں عبادت کرنے جاتی تھی۔ ایک دن کلیسا سے واپس آ کر اس نے پوچھا "تم خدا میں یقین رکھتے ہو؟"

اگر رابیر نفی میں جواب دیتا تو بڑھیا پھر کہے گی "یہ سب کچھ اسی باعث ہے"

"ضروری بات یہ ہے کہ تم واپس چلے جاؤ، تم صحیح کہتے ہو۔ تم یہاں کس بات کا انتظار کر رہے ہو۔"

راہبیر بیشتر وقت کمرے میں ٹہلتا ہوا گزارتا، سفیدی کی ہوئی دیواروں کو دیکھتا اور باقی ماندہ وقت، کھردری دیواروں کو کھودتا رہا، کبھی وہ انگلیوں سے پنکھے کو چھیڑتا یا میز پوش پر پڑے ہوئے اون کے گولوں کو گنتا رہتا۔ شام کو دونوں نوجوان واپس آتے۔ انہوں نے زیادہ بات چیت نہیں کی جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی مناسب وقت نہیں آیا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد مارسل نے گٹار بجائی اور انہوں نے بیجوں سے بنی شراب پی۔ راہبیر اپنے خیالوں میں کھویا ہوا تھا۔ بدھ کے دن "مارسل نے اندر داخل ہوتے کہا" کل شام آدھی رات کو تیار رہنا۔ "دو آدمی جوان کے ساتھ چوکی پر پہرہ دیتے تھے ان میں سے ایک طاعون میں مبتلا تھا۔ جو پہلے کے ساتھ کمرے میں رہتا تھا اس کی ہسپتال میں نگرانی کی جارہی تھی۔ چنانچہ دو یا تین دنوں کے بعد مارسل اور لوئی پہرہ چوکی پر موجود ہوں گے۔ باقی رات وہ آخری تفصیلات طے کرتے رہے۔ اگلے دن یہ ممکن ہو گا۔"

راہبیر نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

"تم خوش ہو" بوڑھی عورت نے پوچھا۔

اس نے کہا کہ وہ خوش تھا لیکن وہ کسی اور بات کے بارے میں سوچ رہا تھا طاعون کے بارے میں خبر اچھی نہیں تھی۔ بوڑھی ہسپانوی کے اعصاب ابھی تک قائم تھے۔

"اس دنیا میں گناہ بہت ہے" اس نے کہا" کسی سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

مارسل اور لوئی کی طرح راہبیر بھی کمر تک برہنہ تھا۔ اس کے باوجود اس کی پشت اور چھاتی پسینے سے بھرے ہوئے تھے۔ نیم تاریک کمرے کی جھلمیاں بند تھیں ان کے بدن چمکیلے اور بھورے لگ رہے تھے۔ راہبیر بات کرنے کے لئے مڑا۔ چار بجے سہ پہر اس نے لخت اعلان کیا کہ وہ باہر جارہا تھا۔

"خبردار" مارسل نے کہا آدھی رات کو سب کچھ تیار ہو گا"

راہبیر ڈاکٹر کے گھر گیا۔ ریو کی ماں نے راہبیر کو بتایا کہ وہ اسے اونچائی میں واقع شہر کے ہسپتال میں ملے گا۔ پہرہ چوکی کے سامنے لوگوں کا ہجوم گردش کر رہا تھا "چلتے رہو ابلی ہوئی آنکھوں والے سارجنٹ نے کہا۔ لوگ وہیں چکر لگانے لگے تھے "یہاں انتظار کرنے سے فائدہ؟ سارجنٹ نے کہا جس کی وردی پسینے میں تر تھی۔ دوسرے لوگوں کی بھی یہی رائے تھی اور مار دینے والی گرمی کے باوجود وہ وہیں موجود رہے۔ راہبیر نے سارجنٹ کو اپنا پاس دکھایا جس نے اسے تارو کے دفتر کا راستہ دکھایا۔ دروازہ صحن کی طرف کھلتا تھا۔

اسے راستے میں پادری پانیلو ملا جو دفتر سے باہر آرہا تھا۔

یہ دفتر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں دوائیوں اور گیلے کپڑے کی بو آرہی تھی۔ تارو کالی لکڑی کی میز پر بیٹھا کام کر رہا تھا اس نے اپنی آستینیں چڑھائی ہوئی تھیں اور اس کی کہنیوں پر پسینہ اتر رہا تھا اسے بار بار رومال سے صاف کر رہا تھا

"ابھی تک کام کر رہے ہو" اس نے کہا"

"ہاں میں ریو سے بات کرنا چاہتا ہوں"

وہ اپنے کمرے میں ہے۔ بہتر ہے کہ یہ معاملہ اس کے بغیر ہی طے کیا جائے

"کیوں"

"وہ بات کو زیادہ بڑھا رہا ہے اور میں اس سے گریز کرنا چاہتا ہوں"

رابیر نے تارو کو دیکھا جو کمزور ہو چکا تھا۔ تھکن نے اس کی آنکھوں اور خدوخال کو دھندلا دیا تھا۔ اس کے مضبوط کندھے اب لٹکے ہوئے تھے۔ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک ڈسپنسر اندر داخل ہوا جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ اس نے تارو کی میز پر کارڈوں کا ایک پیکٹ رکھ دیا اور اس نے گھٹی ہوئی آواز میں صرف اتنا کہا "چھ" اور باہر نکل گیا۔ تارو نے صحافی کی طرف دیکھا اور وہ کارڈ دکھائے جو اس نے ایک پنکھے کی صورت میں اپنے سامنے پھیلائے ہوئے تھے۔

"کافی خوبصورت کارڈ ہیں؟ ہاں لیکن یہ موت کے پروانے ہیں یہ ان کا ریکارڈ ہے جو رات فوت ہو گئے تھے"۔ اس نے پھیلے ہوئے کارڈوں کو اکٹھا کر لیا۔

"اب ہمارے لئے صرف اعداد و شمار اکٹھا کرنا رہ گیا ہے"

تارو میز پر رکھے ہوئے کارڈ اکٹھے کر کے کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم یہاں سے جانے والے ہو؟"

"آج رات آدھی رات کو"

"تارو نے کہا مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی تھی اور رابیر کو اپنے بارے میں احتیاط بھی کرنی چاہیے"

"کیا تم یہ بات خلوص سے کہہ رہے ہو"؟

تارو نے اپنے کندھے سیکڑ لئے

"میری عمر میں انسان مجبوری کے طور پر پرخلوص ہو جاتا ہے اس وقت جھوٹ

بولنا بہت تھکا دیتا ہے"

"تارو نے صحافی سے کہا۔"

"میں ڈاکٹر سے ملنا چاہتا ہوں معاف کرنا۔"

"میں جانتا ہوں وہ مجھ سے زیادہ انسان دوست ہے" "آؤ چلیں"۔

وہ رک گیا

وہ دونوں ایک چھوٹی سے گیلری میں سے گزرتے ہوئے جا رہے تھے جس کی دیواریں ہلکے سبز رنگ سے پینٹ کی گئیں تھیں اور جس میں ایک مچھلی گھر ایسی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ شیشے کے ایک دوہرے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر انہوں نے اس کے عقب میں چند سایوں کی عجیب و غریب حرکات کو دیکھا۔ تارو نے راہبیر کو ایک بیحد چھوٹے کمرے میں داخل ہونے کو کہا جس کی دیواروں پر چاروں طرف الماریاں لگی ہوئیں تھیں۔ ان میں سے ایک کو کھول کر اس نے سوتی کپڑے کے دو جراثیم سے پاک ماسک باہر نکالے اور ان میں سے ایک تارو کو دیا کہ وہ پہن لے۔ صحافی نے کہا کہ اس سے کچھ فائدہ ہو گا، تارو نے نفی میں جواب دیا "لیکن اس سے دوسرے میں اعتبار پیدا ہوتا ہے۔"

اس نے شیشے کا دروازہ اندر دھکیلا یہ بہت بڑا کمرہ تھا جس کی کھڑکیاں گرمی کے باوجود بند تھیں۔ دیواروں پر چھت کے نزدیک بجلی کے دو پنکھے گرم ہوا کو ہلا جھلا رہے تھے جو سرمئی بستروں کی دو قطاروں کے اوپر جمع ہو رہی تھی۔ ہر طرف ایک افسردہ سی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ سفید کپڑوں میں ملبوس کچھ آدمی دھیرے دھیرے ادھر ادھر اس درشت روشنی میں پھر رہے تھے جو اوپر سے سلاخوں سے بند کھڑکیوں میں سے آرہی تھی۔ اس کمرے کی گرمی راہبیر کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی اور اسے ریو کو پہچاننے میں دقت ہوئی جو ایک کراہتی ہوئی شبیہ پر جھکا ہوا تھا۔ ڈاکٹر ایک مریض کے جھانگھ میں موجود آبلے پر نشتر لگا رہا تھا جب کہ دونوں طرف نرسوں نے اس کی ٹانگیں پکڑیں ہوئی تھیں۔

ریو سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ایک ملازم جو پاس ایک ٹرے لے کر کھڑا تھا اس میں اپنے اوزار رکھ دیئے اور کچھ دیر وہیں کھڑا رہ کر اس آدمی کو دیکھنے لگا جس کے زخم پر مرہم پٹی کی جا رہی تھی۔

"کوئی نئی بات؟" اس نے تارو کو کہا جو اس کے نزدیک آرہا تھا۔

"اضافی ہسپتال میں پانیلو نے راہبیر کی جگہ کام کرنا قبول کر لیا ہے۔ پہلے ہی

بہت کام کر چکا ہے ۔حفظان صحت کے تیسرے دستے کو راہبیر کے بغیر ہی منظم کرنا پڑے گا"۔

ریو نے اثبات سے سر ہلایا ۔

"کاسل نے اپنی ابتدائی تیاریاں کر لی ہیں اور اب اسے آزمانا چاہتا ہے"۔

"آہ یہ اچھی بات ہے" ریو نے کہا۔

"اور راہبیز بھی اب آ گیا ہے"۔

ریو نے اپنا سر موڑ کر دیکھا اور ماسک کے اوپر سے اس کی آنکھیں سکڑ کر صحافی کو دیکھنے لگیں ۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" تمہیں کسی اور جگہ ہونا چاہیے" اس نے کہا۔

"تارو نے کہا کہ یہ معاملہ آدھی رات کو طے ہونا ہے" اور راہبیر نے اس میں اضافہ کیا "اصولی طور پر"۔

ہر مرتبہ جب ان میں سے کوئی بات کرتا تو ان کے چہرے کے ماسک کا کپڑا کھڑا ہو جاتا اور سانس انہیں نم دار بنا دیتا ۔ اس سے یوں لگتا جیسے بت آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

"میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں" راہبیر نے کہا ۔

"ہم اکٹھے باہر چلیں گے اگر تم چاہتے ہو تو تارو کے دفتر میں میرا انتظار کرو"

ایک لمحے بعد راہبیر اور ریو ڈاکٹر کی کار کے آگے بیٹھ گئے تارو اسے چلا رہا تھا ۔

"پٹرول کم ہو رہا ہے" اس نے کار کو سٹارٹ کرتے ہوئے کہا ۔ "کل ہمیں پیدل چلنا پڑے گا"

"ڈاکٹر" راہبیر نے کہا "میں اب جانا نہیں چاہتا اور تم لوگوں کے ساتھ رہوں گا"

تارو نے کوئی ہل جھل نہ کی اور گاڑی چلاتا رہا، یوں لگتا تھا کہ وہ اپنی تھکن سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

"اور وہ؟" اس نے بھاری آواز میں کہا ۔

راہبیر نے کہا کہ وہ ابھی اور سوچنا چاہتا تھا کہ جس بات پر اسے یقین رکھنا تھا اس پر یقین رکھنا چاہیے لیکن وہ اگر چلا جاتا ہے تو وہ شرم سار ہو گا ۔ اور وہ جس عورت سے محبت کرتا ہے اس سے تعلقات بگڑ جائیں گے ۔

ریو نے بڑی جاندار آواز میں کہا کہ یہ ایک حماقت ہو گی کیونکہ مسرت کو ترجیح دینے میں کوئی شرم کی بات نہیں۔

"بے شک" راہبیر نے جواب دیا "لیکن تن تنہا خوشی منانا شرمناک بات ہے"

تارو ابھی تک خاموش تھا، ان کی طرف اپنا سر موڑے بغیر اس نے کہا کہ اگر راہبیر انسانوں کی بدقسمتی میں شریک ہونا چاہتا تھا تو پھر مسرت کے لئے کوئی وقت نہیں بچتا۔ اس لئے انتخاب کرنا ضروری ہے

"یہ بات اس طرح نہیں ہے" راہبیر نے کہا "میں نے ہمیشہ یہ سوچا ہے کہ میں اس شہر میں اجنبی ہوں اور میرا تم لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہے۔ لیکن اب میں نے یہ دیکھا ہے کہ میں چاہوں یا نہ چاہوں میرا تعلق اس جگہ سے ہے۔ یہ ہم سب کا مشترکہ قصہ ہے۔"

کسی شخص نے جواب نہ دیا اور راہبیر مضطرب دکھائی دے رہا تھا۔

"تم لوگ اس بات کو جانتے ہو ——————— تم اپنے اس ہسپتال میں کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نے اپنا حتمی انتخاب کر لیا ہے اور خوشی سے انکار کر دیا ہے؟"

ریو اور تارو نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا اور ڈاکٹر کے گھر تک پہنچنے تک خاموشی چھائی رہی۔ پھر راہبیر نے اپنا آخری سوال بڑے جوش و خروش سے کیا۔ ریو نے صرف اس کی طرف مڑ کر دیکھا وہ قدرے کوشش کے ساتھ اونچا ہوا۔

"معاف کرنا راہبیر مجھے اس کا علم نہیں تھا تم جب تک چاہو ہمارے ساتھ رہ سکتے ہو" اس نے کہا۔

کار نے راستہ کاٹا اور کچھ دیر کے لئے وہ خاموش ہو گیا اور پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کی خاطر اس سے منہ موڑ لیا جائے جس سے انسان محبت کرتا ہے۔ اور اس کے باوجود میں نے اپنا منہ موڑے رکھا اور میں اس کی وجہ نہیں جانتا"۔

وہ دوبارہ اپنی نشست میں دھنس گیا۔

"یہ ایک حقیقت ہے اور چونکہ انسان اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تو اس کا اعتراف کر کے اس سے نتائج اخذ کر لینے چاہئیں"

"کون سے نتائج" راہبیر نے پوچھا

" آہ "ریو نے کہا کہ انسان یہ جانتا ہے کہ وہ علاج نہیں کرسکتا ۔اس لئے ہمیں چاہیے کہ جلد از جلد اس کا علاج کریں کیونکہ یہ زیادہ اہم مسئلہ ہے "

آدھی رات کو تارو اور ریو راہبیر کو شہر کا ایک نقشہ دے رہے تھے جس کی اس نے نگرانی کرنی تھی ۔ تارو نے اپنی گھڑی دیکھی ۔اس نے اپنا سر اٹھایا تو اس کی آنکھیں راہبیر سے چار ہوئیں

" کیا انہیں ہمارے بارے میں پتہ ہے "اس نے کہا

صحافی دوسری طرف دیکھنے لگا

"میں نے تمہیں ملنے سے پہلے انہیں پیغام بھجوایا تھا"اس نے قدرے دقت سے کہا"۔

۳

اکتوبر کے آخری ایام میں کاسل کے بنائے گئے سیرم کو آزمایا گیا۔ عملی طور پر یہ ریو کی آخری امید تھی ۔ ڈاکٹر کو یقین تھا کہ اگر یہ کارگر نہ ہوئی تو شہر طاعون کے رحم و کرم پر ہو گا اور اس کی تباہ کاریاں مہینوں تک جاری رہیں گی یا پھر یہ خود بخود ختم ہو جائے گی۔

بوڑھا کاسل ایک دن پہلے ریو کو ملنے آیا تھا۔ اوتھان کا بیٹا بیمار ہو گیا تھا اور سارے خاندان کو اضافی ہسپتال میں داخل ہونا پڑا تھا۔ اس کی ماں جو کچھ دن پہلے ہسپتال سے فارغ ہو کر آئی تھی اسے ایک مرتبہ پھر علیحدگی میں رکھا گیا۔ مجسٹریٹ نے سرکاری ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے ریو کو بلایا تھا کہ وہ لڑکے کے بدن پر بیماری کے آثار کی شناخت کرے ۔جب ریو پہنچا تو لڑکے کے والدین بستر کی پائنتی کی طرف کھڑے تھے ۔چھوٹی لڑکی کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔۔

لڑکا گہری غنودگی میں تھا اور ڈاکٹر کے معائنے کے دوران وہ کوئی شکایت نہیں کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں ڈاکٹر کی نگاہوں سے دوچار ہوئیں۔ اس لڑکے کی ماں کا چہرہ زرد تھا جس نے منہ پر رومال رکھا ہوا تھا اور پھٹی ہوئی آنکھوں سے ڈاکٹر کی حرکات کا تعاقب کر رہی تھی۔

" کیا یہ وہی ہے " مجسٹریٹ نے خنک آواز میں پوچھا۔

"ہاں" ریو نے لڑکے کو دوبارہ دیکھتے ہوئے کہا۔

لڑکے کی ماں کی آنکھیں اور زیادہ پھٹ گئیں لیکن اس نے کوئی بات نہ کی۔ مجسٹریٹ بھی خاموش تھا۔ پھر اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"آہ، ڈاکٹر ہمیں وہی کچھ کرنا ہے جس کی ہدایت کی گئی"۔ ریو نے لڑکے کی ماں کی نگاہوں سے گریز کیا جس نے اپنے چہرے پر بدستور رومال رکھا ہوا تھا

"زیادہ دیر نہیں لگے گی، میں ٹیلیفون کر سکتا ہوں؟" اوتھان نے کہا وہ اسے ٹیلیفون کرانے کے لئے اس کے ساتھ چلتا ہے ۔ڈاکٹر اس کی بیوی کی طرف مڑا۔

"مجھے افسوس ہے، تمہیں کچھ تیاری کرنا ہو گی، تمہیں علم ہے کہ یہ کیا ہے۔"

اوتھان کی بیوی بہت پریشان تھی۔ وہ فرش کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ہاں میں تیاری کرنے والی ہوں"۔

وہاں سے جانے سے پہلے ریو نے پوچھا کہ وہ ان کی کیا مدد کر سکتا تھا۔ اس کی بیوی بدستور ریو کو خاموشی سے دیکھ رہی تھی لیکن اس مرتبہ مجسٹریٹ نے اپنی نگاہیں دوسری طرف کی ہوئی تھیں۔

"نہیں" اس نے تھوک نگلی "میرے بیٹے کو بچاؤ"۔

اضافی ہسپتال کو شروع میں ایک ضرورت کے تحت قائم کیا گیا تھا، اسے ریو اور راہبیر نے بڑی سختی سے منظم کیا تھا۔ خاص طور پر انہوں نے یہ لازم قرار دیا تھا کہ بیمار کے خاندان کے تمام افراد کو علیحدہ رکھنا ضروری تھا۔ کیونکہ کسی خاندان کے فرد کو علم نہیں کہ وہ بیمار تھا اور اس سے وبا کے پھیلنے کا امکان تھا۔ ریو نے مجسٹریٹ کو یہ دلائل دیئے جو اس کے نزدیک مناسب تھیں۔ بہر کیف اس کی بیوی نے اس طرح دیکھا جس سے ریو سمجھ گیا کہ پہلی علیحدگی ان کے لئے کتنی تکلیف دہ تھی۔ اوتھان کی بیوی اور اس کی چھوٹی لڑکی کو ہوٹل میں قائم کردہ عارضی ہسپتال میں علیحدہ رکھا جا سکتا تھا جس کا انچارج راہبیر تھا لیکن مجسٹریٹ کے لئے اس میں جگہ نہیں تھی سوائے علیحدگی کے اس کیمپ میں جو حکام نے میونسپلٹی کی کھیلوں کی گراؤنڈ میں ہائی وے ڈیپارٹمنٹ سے خیمے لے کر منظم قائم کیا تھا۔ ریو نے اس غیر مناسب جگہ کے لئے اوتھان سے معذرت کی لیکن اسنے کہا کہ ضابطے کی پابندی سب پر لازم ہے۔

جہاں تک لڑکے کا تعلق تھا اسے اضافی ہسپتال میں منتقل کیا جانا تھا جہاں ایک کلاس روم میں دس بستر لگائے گئے تھے۔ ۲۰ گھنٹوں کے بعد ریو نے محسوس کیا کہ لڑکے کی حالت تشویشناک تھی۔ اس کے چھوٹے سے بدن کو بیماری نگل رہی تھی اور لڑکے کا جسم کسی قسم کی مدافعت نہیں کر رہا تھا۔ چھوٹے چھوٹے تکلیف دہ آبلے بچے کے دبلے پتلے اعضاء میں اینٹھن پیدا کر رہے تھے۔ یہ ہارتی ہوئی جنگ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ریو نے کاسل کے تیار کردہ سیرم کو آزمانے کا فیصلہ کیا تھا۔ رات کو کھانے کے بعد اس نے طویل عمل کے بعد ٹیکہ تیار کر کے لڑکے کو لگایا لیکن اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ اگلے دن صبح

لڑکے کے بستر کے گرد سیریم کا ردعمل دیکھنے کے لئے سب جمع ہو گئے' یہ تجربہ بڑا فیصلہ کن تھا۔

لڑکا اپنی غنودگی سے باہر نکلا اور چادر میں لوٹنیاں لینے لگا۔ ڈاکٹر، کاسل، اور تارو صبح چار بجے بستر کے قریب اس انتظار میں کھڑے تھے کہ کیا بیماری کا زور ٹوٹا تھا۔ تارو کا بھاری بھرکم بدن پلنگ کے سرہانے پر قدرے جھکا ہوا تھا اور پائنتی کی طرف ریو کھڑا تھا۔ کاسل کرسی پر بیٹھا اطمینان کے ساتھ کوئی پرانی کتاب پڑھ رہا تھا۔ جوں جوں اس کلاس روم میں دن روشن ہونے لگتا لوگوں کی آمد میں اضافہ ہونے لگا۔ سب سے پہلے پانیلو آیا جو بستر کی دوسری طرف دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف تارو کھڑا تھا اُس کا چہرہ غم آلود تھا اور گذشتہ تمام ہفتوں کی تھکن اس کے شکن آلود ماتھے سے نمایاں تھی۔ اس دوران جوزف گراند بھی آپہنچا۔ سات بج چکے تھے اور اس نے معافی مانگی کہ اسے سانس چڑھا ہوا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بھی آرام نہیں کیا تھا کیونکہ اسے علم تھا کہ قطعی نتائج کیا تھے۔ ریو نے اسے لڑکا دکھایا جس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ اور پوری طاقت کے ساتھ اس کے دانت بھینچے ہوئے تھے۔ اس کا بدن بے حس و حرکت تھا وہ بغیر چادر سٹریچر پر دائیں بائیں اپنا سر پٹخ رہا تھا۔ انہوں نے بچوں کو مرتے ہوئے دیکھا تھا۔ چونکہ مہینوں سے طاعون کی حکمرانی تھی، موت کسی کے ساتھ ترجیحی سلوک نہیں کر رہی تھی۔ لیکن انہوں نے کسی بچے کی لمحہ لمحہ تکلیف نہیں دیکھی تھی جس کا وہ صبح سے مشاہدہ کر رہے تھے۔ یہ معصوم جس تکلیف میں سے گزر رہا تھا وہ ہی اس کی اصل حقیقت جانتے تھے۔ یہ نہایت قابل نفرت چیز ہے۔ لیکن ابھی تک انہوں نے اس قابل نفرت چیز کو تجریدی طور پر دیکھا تھا لیکن اپنے سامنے اتنی دیر تک کسی معصوم کے دکھ کا مشاہدہ نہیں کیا تھا۔

عین اس وقت لڑکے کے پیٹ میں تشنج اٹھا اور اس نے ایک لمبی چیخ ماری۔ وہ کافی دیر تک اکڑوں لیٹا رہا' اس کا بدن تشنج سے جھٹکے لے رہا تھا اس کا کمزور بدن تیز آندھی کے سامنے جھک ہوا تھا اور وہ تھوڑی دیر کے لئے پرسکون تھا۔ بخار اسے ساحل پر چھوڑ گیا تھا جہاں وہ یوں استراحت کر رہا تھا جیسے مر گیا ہو۔ لیکن جب بخار نے تیسری مرتبہ یورش کی تو لڑکا تشنج سے اکڑوں ہو کر بستر کی ایک کنارے طرف کھسک گیا جیسے خوفناک شعلے اسے چاٹنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ایک دو لمحے بعد وہ اپنا سر ادھر ادھر پٹخنے لگا اور اپنے اوپر سے کمبل اتار کر پھینک دیا۔ اس کی جلتی ہوئی پلکوں میں سے آنسو نکل کر اس کے

پچکے ہوئے رخساروں پر لڑک رہے تھے۔جب تشنج کا دورہ ختم ہو گیا تو وہ بہت تھک چکا تھا اوراسکے مرتعش اعضا ڈھیلے پڑ گئے تھے جو اڑتالیس گھنٹوں میں ہڈیوں کا پنجر بن چکے تھے۔ لڑکا اجڑے ہوئے بستر میں چت عجیب وغریب قسم کی صلیب بنائے ہوئے لیٹا تھا۔

تارو نیچے جھکا اور اس نے بھاری بھرکم ہاتھ سے بچے کے آنسو صاف کئے۔اس دوران کاسل نے اپنی کتاب بند کی اور بیمار کی طرف دیکھا۔وہ بات کرنے ہی لگا تھا کہ اسے کھانسی شروع ہو گئی کیونکہ اس کی آواز میں بہت خراش تھی۔

"کیا صبح کے وقت بیماری کا زور کچھ کم ہوا تھا؟"۔

ریو نے نفی میں جواب دیا"لیکن لڑکا کافی دیر تک مقابلہ کرتا رہا' اس لئے وہ نارمل تھا۔پانیلو دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا اس نے بھاری بھرکم آواز میں کہا

"اگر اس نے مرنا ہے تو اسے کافی تکلیف اٹھانی پڑے گی"

ریو تیزی سے اس کی طرف متوجہ ہوا اور بات کرنے کے لئے منہ کھولا لیکن خاموش ہو گیا اور اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔اس نے لڑکے کی طرف دیکھا

کمرہ زیادہ روشن ہو چکا تھا۔اس میں پانچ بستر تھے جن پر مریض لوٹنیاں لے رہے تھے اور ایک ہی وقفے کے بعد اکٹھے چیخیں مار رہے تھے۔کمرے کی ایک جانب سے ایک مریض وقفوں کے بعد غل پکار کر رہا تھا۔اس کی چیخ وپکاریں درد کی بجائے ایک طرح کا تحیر نمایاں تھا۔یوں لگتا تھا کہ مریضوں کے لئے وہ خوف بھی ختم ہو گیا تھا جو شروع میں موجود تھا اور انہوں نے ایک حد تک بیماری سے مطابقت پیدا کر لی تھی۔صرف لڑکا اپنی پوری قوت کے ساتھ جد وجہد کر رہا تھا۔ریو بار بار اس کی نبض دیکھتا' اس کا مقصد ایک بےحد مایوس صورتحال سے صرف باہر نکلنا تھا۔اس نے جب آنکھیں بند کیں تو اس کا اپنا اضطراب اس کے لہو میں کھول رہا تھا۔وہ اپنے جسم کی باقی ماندہ قوت کے ساتھ لڑکے کو سہارا دے رہا تھا۔ایک لمحے کے لئے دونوں کے دلوں میں ہم آہنگی پیدا ہوئی جو جلد ہی ختم ہو گئی----اور اسے اپنی بے بسی کا احساس ہوا۔اس نے لڑکے کی کمزور سی کلائی چھوڑ دی اور واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

سفیدی کی ہوئی دیواروں پر روشنی کا رنگ گلابی ہوتا جا رہا تھا۔دریچوں کے شیشوں کے پیچھے ایک گرم دن دستک دے رہا تھا۔گراند جو وہاں سے جا رہا تھا اس کو کسی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ وہ جلد ہی واپس آجائے گا۔تمام انتظار کر رہے تھے۔لڑکے

جب پانیلو کے پاس سے گزرا تو اس نے بازو آگے کر اسے روکنے کی کوشش کی۔

"آؤ ڈاکٹر" اس نے کہا ریو نے اسے قوت کے ساتھ پیچھے ہٹایا"

"آہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کم سے کم وہ لڑکا معصوم ضرور تھا" ریو چلتا گیا" اس نے پانیلو کو ایک طرف کیا اور سکول کی گراؤنڈ میں سے گزرتا گیا وہ دھول سے بھرے چھوٹے چھوٹے درختوں کے نیچے ایک بنچ پر بیٹھ گیا اور اپنے چہرے سے پلسینہ صاف کرنے لگا جو اس کی آنکھوں میں اتر رہا تھا۔ وہ چیخنا چاہتا تھا وُہ اس گرہ کو کھولنا چاہتا تھا جو اس کے دل میں تھی۔ انجیر کے درختوں میں سے گرمی نیچے اتر رہی تھی۔ صبح کا آسمان پر روشنی پھیلی ہوئی تھی اور گرمی کا دباؤ بڑھ رہا تھا۔ ریو بنچ پر بدستور بیٹھا رہا۔ اس نے شاخوں کی طرف اور سنساتے آسمان کی طرف دیکھا۔ بتدریج اس کا سانس بحال ہوا اور تھکن میں کچھ کمی ہوئی۔

"تم نے میرے ساتھ غصے میں کیوں بات کی تھی" اس کے پیچھے سے ایک آواز نے کہا "میرے لئے بھی یہ منظر ناقابل برداشت تھا"

ریو نے پانیلو کی طرف مڑ کر دیکھا

"یہ درست ہے" اس نے کہا "مجھے معاف کرنا یہ تھکن کی بدولت تھا اس شہر میں ایسے لمحات آتے ہیں جن میں میرا جی بغاوت کرنے کو چاہتا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں" پانیلو نے سرگوشی میں کہا "یہ واقعی بغاوت پر آمادہ کرتا ہے کیونکہ یہ ہماری ہمت سے باہر ہے۔ لیکن ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیے جسے ہم نہیں سمجھ سکتے۔" ریو ایک ہی جھٹکے سے کھڑا ہو گیا پانیلو کی طرف اپنے پورے جذبے کے ساتھ دیکھا جو ابھی تک اس میں موجود تھا۔ اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔

"نہیں نہیں پادری" اس نے کہا "میں محبت کے دوسرے تصور کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اور میں موت تک اس نظام سے محبت کرنے سے انکار کر دونگا جہاں بچوں کو ایذا پہنچائی جاتی ہے۔"

پانیلو کے چہرے پر ایک پریشان سا سایہ گزرتا ہوا دکھائی دیا۔

"آہ ڈاکٹر" اس نے غم آلود آواز میں کہا" جسے "الطاف کہتے ہیں" "میں اس کے معانی سمجھنے لگا ہوں"

ریو دوبارہ بنچ پر بیٹھ گیا اسے تھکن نے پھر مغلوب کر دیا تھا اور وہ اس کی گہرائی سے زیادہ نرمی سے گفتگو کرنے لگا تھا۔

"درحقیقت یہ چیز میرے پاس نہیں ہے ۔میں اس سے آگاہ ہوں لیکن میں تمہارے ساتھ اس بارے میں بحث نہیں کرنا چاہتا ۔ہم ایک دوسرے کے ساتھ کام کرتے ہیں جو ہمیں ایک دوسرے سے متصل کرتی ہے جو کفر اور نمازوں سے ماورا ہے ۔ اور یہی چیز اہم ہے"

پانیلو ریو کے پاس بیٹھ گیا وہ جذباتی طور پر مرتعش تھا

"ہاں" اس نے کہا "ہاں ہم انسان کو تکریم پہنچانے کے لئے کام کرتے ہیں "۔

ریو نے مسکرانے کی کوشش کی

"میرے لئے نجات ایک بہت بڑا لفظ ہے میرا آدرش اتنا بلند نہیں ہے مجھے اس کی صحت سے دلچسپی ہے سب سے پہلے اس کی صحت"

پانیلو نے ہچکچا کر کہا "ڈاکٹر"

لیکن وہ رک گیا اس کے چہرے پر بھی پسینہ بہہ رہا تھا اس نے سرگوشی میں کہا" خدا حافظ "اس کی آنکھیں نم تھیں ۔جب وہ جانے کے لئے مڑا، ریو جو اپنے خیالوں میں گم تھا، ایک دم اٹھا اور اس کے پیچھے ایک دو قدم چلا "معاف کرنا اس نے کہا "میرا نہیں خیال کہ دوبارہ میں اس قسم کا جذباتی اظہار کروں گا"۔

پانیلو نے کس قدر افسوس سے اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

"بہر کیف میں تمہیں قائل نہیں کر سکا ہوں"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" ریو نے کہا "مجھے جس چیز سے نفرت ہے وہ بیماری اور موت ہے تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے ۔تم اسے پسند کرو یا نہ کرو کہ ہم ان کے خلاف جنگ کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں "ریو ابھی تک پانیلو کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

"تم دیکھتے ہو" اس نے پانیلو کی نگاہوں سے گریز کرتے ہوئے کہا "اب خدا بھی ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتا"

۴

جب سے پادری پانیلو نے حفظان صحت کی تنظیم کے ساتھ کام کرنا شروع کیا تھا وہ ہسپتالوں اور ان مقامات پر رہا جہاں طاعون کا دور دورہ تھا۔ وہ عام کار کنوں کے ساتھ پہلی صف میں کام کرتا تھا جسے وہ اپنا فرض تصور کرتا تھا۔ اس وقت سے اس۔ نے موت کے بہت سے مناظر دیکھے تھے۔ اگرچہ خود اس نے حفاظتی ٹیکے لگوائے ہوئے تھے تاہم اسے احساس تھا کہ وہ کسی وقت بھی وبا کی گرفت میں آسکتا تھا۔ ظاہری طور پر وہ پر سکون تھا۔ لیکن اس دن کے بعد جب اس نے کافی دیر تک ایک بچے کو مرتے دیکھا اس میں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک تناؤ دیکھا جاسکتا تھا۔ ایک دن اس نے مسکراتے ہوئے ریو کو کہا تھا کہ وہ اس موضوع پر " کیا ایک پادری کو ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہیے "ایک کتاب لکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر کا خیال تھا کہ پانیلو جو کچھ کہہ رہا تھا اس کے پیچھے کوئی اور سنجیدہ بات تھی۔ جب ڈاکٹر نے اس کی تحریر پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو پانیلو نے اسے بتایا کہ وہ عنقریب ایک وعظ کرنے والا تھا جس میں وہ اپنے کچھ نظریات کا اظہار کرے گا۔

"میری خواہش ہے کہ ڈاکٹر تم اسے سننے آؤ یہ موضوع تمہاری دلچسپی کا حامل ہو گا۔"

پادری نے اپنا دوسرا وعظ اس وقت شروع کیا جب آندھی چڑھی ہوئی تھی۔ سننے والوں کی حاضری پہلے وعظ کی نسبت کم تھی۔ کیونکہ اب اس قسم کی تقریبات میں ہمارے شہریوں کے لئے جدت ختم ہو گئی تھی۔ ان مشکل حالات میں جن میں سے ہمارا شہر گزر رہا تھا لفظ "جدت" اپنے معنی کھو چکا تھا۔ جہاں تک لوگوں کا تعلق تھا انھوں نے اپنے مذہبی فرائض کو بالکل نظر انداز نہیں کر دیا تھا اور انہیں اپنی شخصی غیر اخلاقی زندگی سے ہم آہنگ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے روزہ مرہ کی زندگی میں مذہبی عبادات کی جگہ غیر عقلی توہمات کا سہارا لے لیا تھا۔ چنانچہ وہ وعظ پر جانے کی بجائے سینٹ روش کے تعویذ اور ٹوٹکے پہننے کو ترجیح دیتے تھے۔

مثال کے طور پر وہ ہر طرح کی پیش گوئیوں میں دلچسپی لینے لگے تھے۔

کچھ پیش گوئیاں اخبار میں قسط وار بھی شائع ہوئی تھیں لیکن انہیں اس اشتیاق سے نہیں پڑھا گیا تھا جیسے صحت کے دنوں میں محبت کے قصوں کو پڑھا جاتا تھا۔ بعض پیش گوئیوں میں حساب کے عجیب و غریب اعداد کو بنیاد بنایا گیا تھا جن میں دنوں، مرنے والوں کی تعداد اور مہینے جو طاعون میں بسر ہوئے تھے انہیں شامل کیا گیا تھا۔ دوسری طرف ان کا مقابلہ تاریخ میں طاعون کی دوسری وباؤں کے ساتھ کیا گیا تھا۔ ان میں مماثلتیں ثابت کرنے کے لئے (جنہیں پیش گوئیاں کرنے والے ثابتہ کہتے تھے) موجودہ آفت کے بارے میں نتائج اخذ کرتے۔ لیکن ہماری سب سے مقبول پیش گوئیاں وہ تھیں جن کا پیغمبرانہ لب و لہجہ واقعات کو اس تسلسل کے ساتھ بیان کرتا جن میں سے کسی ایک کا موجودہ حالات پر اطلاق ہونے کا امکان ہوتا۔ تاہم یہ اتنی پیچیدہ تھیں کہ ان کی تشریح ممکن نہیں تھی۔ روزانہ نوسترداماس اور سین آڈیل سے مشاورت کی جاتی اور ہمیشہ اچھے نتائج نکالے جاتے۔ جہاں تک دوسری پیش گوئیوں کا تعلق تھا وہ انجام کار ہر طرح کی یقین دہانیاں کراتیں لیکن یہ طاعون کے بارے میں نہیں تھیں۔

چنانچہ اس طرح ہمارے شہریوں میں مذہب کی جگہ توہمات نے لے لی تھی اور اس لئے پانیلو کے وعظ میں حاضری پوری نہیں تھی۔ وعظ کی شام جب ریو پہنچا تو ہوا سے کھلتے اور بند ہوتے دروازوں میں سے گزرتی ہوئی ہوا سامعین کے درمیان آزادی سے گھوم رہی تھی۔ اس خاموش اور خنک گرجا میں صرف مردوں کے اجتماع میں ریو نے پادری کو منبر پر چڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس مرتبہ پہلے کی نسبت پادری کا لب و لہجہ بڑا شیریں تھا۔ اور حاضرین نے اس مرتبہ نوٹس لیا کہ وعظ کے درمیان کئی مرتبہ پادری ہچکچا رہا تھا۔ عجیب و غریب بات یہ تھی کہ وہ "تم" کی بجائے "ہم" کا لفظ استعمال کر رہا تھا۔

بہر کیف بتدریج پادری کی آواز میں تیقن پیدا ہوتا گیا۔۔۔ اس نے اپنی بات کا آغاز اس یاد دہانی سے کرایا کہ طاعون کافی مہینوں سے ہمارے درمیان تھی اور ہم اب اس سے بہتر طور پر آشنا تھے اور ہم نے کئی مرتبہ اسے اپنی میز پر بیٹھے ہوئے یا ان لوگوں کے بستروں کے پاس دیکھا تھا جن سے ہم محبت کرتے تھے۔ وہ ہمارے ساتھ چلتی رہی تھی اور جہاں ہم نے کام پر جانا ہوتا وہ راستوں میں ہمارا انتظار کرتی۔ اب ہم بہتر طور پر یہ سمجھ سکتے تھے کہ وہ ہم سے کیا کہنا چاہتی تھی جسے ہم پہلے توجہ کے ساتھ سننا نہیں چاہتے تھے۔ پادری پانیلو

نے اپنے پہلے وعظ میں جو کچھ کہا تھا وہ اب بھی درست تھا۔۔۔۔ بہر کیف یہ اس کا ایمان تھا۔ اور شاید یہ ہم سے کسی ایک کے ساتھ بھی پیش آسکتا تھا۔ (یہاں وہ اپنے سینے پر ہاتھ مارتا ہے)۔ اس کے خیالات اور الفاظ میں وضاحت کا فقدان تھا۔ بہر کیف سچی بات یہ ہے کہ ہر قسم کے حالات میں انکار نہیں کرنا چاہئے۔ وہ ثبوت جو سب سے زیادہ سنگدل ہے وہ عیسائیوں کے لئے سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔ اور ایک عیسائی کو ان حالات میں اچھائی کو تلاش کرنا ہے جو کسی چیز سے بنی ہوئی ہے جسے تلاش کیا جاتا ہے۔

اس دوران ریو کے ارد گرد لوگ ممکن حد تک آرام دہ طریقے سے کرسیوں کے بازوؤں پر بیٹھ گئے۔ بڑے دروازے کے پٹ دھیرے دھیرے کھلتے اور بند ہو رہے تھے، حاضرین میں سے کوئی ایک اسے بند کرنے کے لئے اٹھا ریو اس خلل کی وجہ سے پانیلو کے وعظ کو پوری طرح نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ کچھ اس قسم کی بات کر رہا تھا کہ ہمیں طاعون کے منظر کو بیان کرنا چاہیئے لیکن ہمیں جو کچھ اس سے سیکھنا ہے اسے سیکھنا چاہیئے۔ ریو اس پریشانی میں یہ سمجھا کہ پادری کے مطابق کسی چیز کی وضاحت نہیں کرنی چاہیئے۔

ریو نے ایک دم اس وقت دلچسپی لینی شروع کی جب پادری نے یہ کہا کہ کچھ چیزیں ایسی تھیں جو خدا کی وضاحت کر سکتی تھیں۔ نیکی اور بدی یقینی طور پر موجود ہیں اور جو خدا سے انہیں جدا کر سکتی ہے، اسے واضح طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بدی کے اندر سے برائی شروع ہوتی ہے۔ مثلاً ظاہری طور پر بدی کی ضرورت کو محسوس کیا جاتا ہے۔ اسی طرح بدی ظاہری طور پر غیر ضروری ہے۔ ہمارے پاس ایک ڈان جان تھا جسے جہنم میں ڈال دیا گیا تھا۔ اسی طرح ایک بچے کی موت تھی۔ چنانچہ ایک عیاش کو کوڑوں سے سزا دینا جائز ہے لیکن ایک بچے کے دکھ کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ اور حقیقت میں اس دنیا میں بچے کے دکھ سے زیادہ کوئی اور اہم چیز نہیں ہے اور جو خوف اس کے ساتھ گھسٹتا آتا ہے اس کا حساب چکانے کے لئے ہمیں استدلال کی ضرورت ہے۔ خدا نے زندگی کے دوسرے معاملات ہمارے لئے آسان بنائے ہیں۔ اس لئے ہمارا مذہب خوبیوں سے تہی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے اس نے ہماری پشت دیوار کی طرف کر دی ہے۔ بیشک ہم اس دیوار سے روبرو ہیں جو طاعون نے ہمارے ارد گرد تعمیر کی ہے اور اس کے فانی سایوں میں ہمیں اپنی نجات تلاش کرنی ہے۔ پادری پانیلو ان سہل ذرائع کو استعمال میں لانے سے انکاری تھا جن سے اس دیوار کی پیمائش کی جا سکتی تھی۔ اس کے لئے یہ کہنا آسان تھا کہ لطافتوں کی ازلی زندگی اس بچے کے

دکھوں کا کفارہ ادا کر سکتی تھی۔ لیکن وہ اس کی کس طرح یقین دہانی کر سکتا تھا جبکہ وہ خود اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ کون اس کی تصدیق کر سکتا تھا کہ مسرت کا ازل کس طرح انسانی دکھ کے ایک لمحے کا کفارہ ادا کر سکتا تھا۔ یقینی طور پر وہ عیسائی نہیں ہو گا۔ مالک کا یہ مرید اپنے بدن اور روح کی تمام تکالیف سے آگاہ ہے۔ نہیں ـــــ پادری پانیلو دیوار کی طرف پشت کئے ہوئے صلیب کے نشان پر ایمان رکھتے ہوئے بچے کے دکھ سے روبرو ہو گا۔ اور وہ بڑی جرات سے لوگوں کو کہے گا جو اس کی بات سن رہے تھے۔۔

"میرے بھائیو وہ لمحہ آ گیا ہے جب بالکل انکار کریں یا اقرار کریں۔ اور تم میں سے کون ہے جو انکار کی جرات رکھتا ہے؟"۔

ریو کو یہ معلوم ہوا کہ پانیلو کفر کی باتیں کر رہا تھا لیکن اس بارے میں سوچ بچار کے لئے اس کے پاس وقت نہیں تھا۔ پادری بڑے جوش و خروش سے یہ کہہ رہا تھا "یہ حکم، یہ فرض ایک عیسائی کے فائدے میں ہے، یہ اس کی ایک اخلاقی خوبی ہے۔" پادری یہ جانتا تھا کہ کچھ ذہن ایسے بھی تھے جو نیکی کے بارے میں غیر معتدل رویہ رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں بات کرنے سے بہت سے لوگوں کو جذباتی صدمہ پہنچ سکتا تھا۔ لیکن طاعون کے دنوں میں جو مذہب کارفرما تھا وہ عام دنوں سے مختلف تھا۔ خدا اگر یہ تسلیم کرلے اور یہ اس کی رضا ہو کے روح کو آرام ملے اور اچھے وقتوں میں خوشیاں منائے تو اس سے در حقیقیت برے دنوں میں روح سے بہت سے تقاضے کئے جا سکتے ہیں۔ خدا کی یہ عنایت ہے کہ اس نے آج اپنی مخلوق کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے کہ وہ ایک بہت بڑی نیکی کو تلاش کرے اور اس پر کاربند رہے۔ سب کچھ ہے یا کچھ بھی نہیں ہے۔

گزشتہ صدی کے ایک ملحد ادیب نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس نے کلیسا کے ایک راز کو منکشف کیا ہے کہ کوئی مقام کفارہ نہیں تھا۔ وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان کوئی درمیانہ راستہ نہیں تھا، انسان جس چیز کا انتخاب کرتا ہے اس کے مطابق جنت میں جاتا ہے یا جہنم میں۔ پانیلو کے مطابق یہ کفر تھا جو ایک روح کے قلب سے جنم لیتا ہے۔ کیونکہ "مقام کفارہ" کی خواہش نہیں کی جاتی تھی۔ اور ایسے ادوار بھی آئے ہیں جب گناہ کبیر کا ذکر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ تمام گناہ انسانی تھے اور ان سے لاتعلقی ایک جرم تھا۔ یہ سب کچھ تھا یہ کچھ بھی نہیں تھا۔

پانیلو رک گیا، اور اس لمحے ریو کو دروازوں کے نیچے سے ہوا کی آہ و زاریاں زیادہ

وضاحت سے سنائی دینے لگیں جو باہر شدت سے چل رہی تھی۔

اسی لمحے پادری یہ کہہ رہا تھا کہ اس نے مکمل ایجابیت کی نیکی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کے لفظی معانی نہیں لینے چاہیں وہ محض اخلاص کے بارے میں بات نہیں کر رہا تھا۔ یہ مسئلہ انکساری کا ہے۔ انکساری اہانت سے وابستہ ہے اور اہانت بھی وہ جسے قبول کر لیا گیا بیشک ایک بچے کی تکلیف دل اور روح کے لئے اہانت کا باعث تھی۔ لیکن یہی وجہ ہے کہ ہمیں اس سے مصالحت کرنی پڑتی ہے۔ پانیلو نے اپنے سامعین کو بتایا کہ وہ جو کچھ کہنے والا تھا وہ کہنا اتنا آسان نہیں تھا۔ چونکہ یہ خدا کی رضا ہے اس لئے ہمیں اسے قبول کرنا چاہیے عیسائی کچھ پس انداز نہیں کرتا، وہ کوئی بحث نہیں کرتا، وہ ناگزیر انتخاب کی تہہ تک جاتا ہے۔ اور اس کا انتخاب یہ ہو گا کہ وہ ہر بات کو تسلیم کرے تاکہ وہ انکار نہ کر سکے۔ کلیسا میں موجود ان بہادر عورتوں کی طرح جو یہ تسلیم کرتی ہیں کہ آبلے بدن کی کدورت کو باہر نکالنے کا ایک ذریعہ ہیں، یہ کہتی ہیں "میرے خدا نہیں اور زیادہ آبلے دے"، چنانچہ ایک عیسائی کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کی رضا کے سامنے سر جھکا دے خواہ وہ اس کا مطلب نہ بھی جانتا ہو۔ ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیے "کہ میں اسے سمجھتا ہوں اس لئے یہ قابل قبول ہے، لیکن یہ مجھے ناقابل قبول ہے" ہمیں ناقابل قبول کے قلب تک جانا چاہیے کیونکہ اس طرح ہم اپنا انتخاب کر سکتے ہیں، بچوں کی تکلیف ہمارے لئے دکھ کی روٹی تھی۔ لیکن اس روٹی کے بغیر ہماری روحیں بھوکی مر جائیں گی۔

پادری پانیلو بات کرتے رک جاتا تو سرسراہٹ کا شور بڑھنے لگتا بند دروازوں کے عقب ہوا کا شور بلند ہو رہا تھا پادری نے ایک دم بلند آواز میں اپنی بات کا آغاز کیا جیسے وہ اپنے سامعین کی جگہ لینا چاہتا ہو جو یہ پوچھ رہے تھے کہ کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے وہ بیشک "مقدر" کا مکروہ لفظ استعمال کرنا چاہتا تھا۔ وہ اس لفظ کے روبرو نہیں لڑکھڑائے گا اگر اسے اس کا ساتھ صفت "متحرک" استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم ایبے سینا کے عیسائیوں کی تقلید کریں۔ نہ ہی ہمیں ان ایرانیوں کے بارے میں سوچنا چاہیئے جو طاعون کے دنوں میں عیسائی حفظان صحت کے کارکنوں پہ اپنے جراثیم زدہ کپڑے پھینکتے تھے اور بلند آواز میں مخاطب کرتے ہوئے دعا مانگتے کہ خدا ان کافروں کو طاعون سے بیمار کرے جو خدا کی طرف سے بھیجی گئی بدی کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ اسی طرح دوسری طرف ہمیں قاہرہ کے راہبوں کی پیروی نہیں کرنی چاہیے جو عبادت کے دوران

چمٹوں سے قربانی کا گوشت تقسیم کرتے کہ وہ مرطوب اور گرم دہانوں کے لمس سے دور رہیں کہ کہیں ان میں چھوت مخفی نہ ہو۔ایرانی طاعون زدہ اور قاہرہ کے راہب دونوں غلطی پر تھے۔ اولذ کر کے لئے بچے کا دکھ کسی اہمیت کا حامل نہیں تھا۔اس کے برعکس موخر الذ کر کے لئے دکھ کا فطری خوف مغلوب کرنے والا تھا۔ دونوں نے اصل موضوع سے گریز کیا تھا۔انہوں نے خدا کی آواز کو نہیں سنا تھا۔اس کے علاوہ اور مثالیں بھی تھیں جو پانیلو دینا چاہتا تھا۔اگر مارسئیز میں طاعون کی بہت بڑی وبا کی تاریخ پر یقین کیا تو "لامرسی" کی خانقاہ کے ۸۰ راہبوں میں سے صرف ۴ بچے تھے اور ان میں سے تین فرار ہو گئے تھے۔ جہاں تک مورخوں کا تعلق ہے ان کا منصب صرف واقعات بیان کرنا ہے۔ لیکن پادری پانیلو کے خیالات اور ان تین پادریوں کے بارے میں سننے کے بعد اس کا ذہن اس چوتھے راہب پر مرکوز تھا جو وہیں رہ گیا تھا۔پادری منبر پر ہاتھ مار کہہ رہا تھا "بھائیو، ہم میں سے ہر ایک وہی ہے جسے پیچھے رہنا ہے۔"۔

وہ احکام جو معاشرے نے دانشمندی سے حفاظتی تدابیر اختیار پر کاربند رہنے کے لئے جاری کئے تھے انہیں قبول نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔اور ان مبلغین اخلاق کی بات کو نظر انداز کرنا ضروری تھا جو ہر بات کو نظر انداز کر کے سربسجود ہونے کو کہتے تھے کہ ہمیں تیرگی میں نیکی کی تلاش کے لئے قدرے نابیناپن کے ساتھ پیش قدمی کی ضرورت تھی۔جہاں تک باقی باتوں کا تعلق تھا ہمیں خدا کی عنایت پر اعتماد کرنا چاہیئے خواہ یہ بچوں کی موت یا شخصی سکون کے بارے میں ہو۔

اس مرحلے پر پادری پانیلو نے مارسئیز کے پادری بیلزونگ کی ارفع شخصیت کا ذکر کیا کہ یہ جانتے ہوئے کہ کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا سب کچھ کیا جا سکتا تھا۔اس نے اپنے پاس کھانے پینے کا ذخیرہ جمع کر کے خود کو محل کی چاردیواری میں محصور کر لیا تھا۔ اور شہر کے لوگ جو اس کی پوجا کرتے تھے ان کے ذہن دکھ کی شدت میں گھوم گئے اور وہ اس کے خلاف ہو گئے اور اس کے گھر کے گرد لاشوں کے ڈھیر لگا دئیے کہ اسے چھوت لگ جائے اور اس کی موت کو یقینی بنانے کے لئے انہوں نے باہر سے اندر لاشیں بھی پھینکیں۔اس طرح پادری نے اپنے ضعف کے لمحات میں اپنے آپ کو دنیا سے علیحدہ کر لیا تھا اور آسمان سے اس کے سر پر لاشیں گرنے لگی تھیں۔ یہ ہم سب کے لئے سبق تھا کہ طاعون کے دوران فرار کے لئے کوئی جزیرہ نہیں تھا نہ ہی کوئی درمیانی راستہ۔ ہمیں اس مخمصے کو قبول کرنا

چاہیے۔ اور خدا سے محبت یا اس سے نفرت میں انتخاب کرنا چاہیے۔ اور خدا سے نفرت کرنے کا انتخاب کرنے کا کس کو حوصلہ ہے؟ "میرے بھائیو" بلآخر پانیلو نے اعلان کیا کہ خدا سے محبت ایک مشکل کام ہے اس کے نتیجے کے طور پر اپنے آپ سے مکمل طور پر دستبردار ہونا پڑتا ہے، انسانی شخصیت سے نفرت کرنی پڑتی ہے۔ لیکن صرف وہی اس دکھ کا دو بچوں کی موت کا مداوا کر سکتا ہے، چونکہ ہم اس کا افہام نہیں کر سکتے اس لئے خدا کی رضا ہماری رضا ہے۔ یہ وہ سبق ہے جس میں آپ کو شریک کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ہے وہ اعتقاد جو لوگوں کی نگاہ میں ظالمانہ ہے اور خدا کی نگاہ میں فیصلہ کن، ہمیں اس تک رسائی حاصل کرنی چاہیئے۔ اس بلندی پر سب کچھ منتشر ہو جائے گا، سب کچھ برابر ہو جائے گا، اور ظاہری نا انصافی سے سچائی نمودار ہو گی۔ اسی لئے جنوبی فرانس میں بہت سے ایسے کلیسا ہیں جہاں طاعون سے ہلاک ہونے والے صدیوں سے کلیسا کے جھنڈے کے نیچے محوِ خواب ہیں اور اب پادری ان کے مزاروں کے اوپر سے خطاب کرتے ہیں۔ وہ جس راکھ سے پیغام دیتے ہیں جہاں بچوں نے اپنا ہدیہ پیش کیا ہے۔"

جب ریو باہر نکلا تو کلیسا کے نیم وا دروازوں سے تیز ہوا کے جھونکے ان عبادت گزاروں کے چہروں سے ٹکرا رہے تھے۔ ان کے ساتھ کلیسا میں بارش کی مہک اور نم آلود فٹ پاتھوں کی بو اندر آ رہی تھی جو باہر کے موسم کا اعلان تھی۔ ڈاکٹر کے آگے ایک بوڑھے پادری اور چھوٹے پادری کو اپنی ٹوپیاں سنبھالنے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ بوڑھا پادری وعظ پر گفتگو کر رہا تھا۔ وہ پادری پانیلو کے ی فصاحت کی تعریف کر رہا تھا لیکن وہ اس کے خیالات میں درشتی پر معترض تھا۔ اس کے خیال میں وعظ قوت کی بجائے اضطراب کا مظہر تھا اور پانیلو کو اس عمر میں یہ لب و لہجہ اختیار نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ چھوٹے پادری نے ہوا سے بچنے کے لئے سر جھکایا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ وہ پادری پانیلو سے ملتا رہا ہے اور وہ اس کے تصور کے ارتقا سے آشنا تھا اور اس کا شائع ہونے والا کتابچہ مزید درشتی کا حامل ہو گا۔ یقیناً کلیسا اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دے گا۔

"اس کے نظریات کیا ہیں،" بوڑھے پادری نے پوچھا۔

اب وہ کلیسا کے چوک میں پہنچ گئے تھے اور ہوا کی تندی چھوٹے پادری کی گفتگو میں مانع تھی۔ وہ بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا۔۔۔

"اگر ایک پادری ڈاکٹر سے مشورہ کرے تو اس میں کوئی تضاد ہے؟

ریو نے جب تارو کو پانیلو کے بارے میں بتایا تو اس نے کہا کہ وہ ایک ایسے پادری کو جانتا ہے کہ جنگ کے دوران جب اس نے ایک نوجوان کی دونوں آنکھیں ضائع ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ اپنے عقیدے سے منحرف ہو گیا تھا۔

"پانیلو ٹھیک کہتا ہے" تارو نے کہا" جب ایک نوجون کی آنکھیں ضائع کر دی جائیں تو ایک پادری کو اپنے عقیدے سے منحرف ہوجانا چاہیئے، یا پھر اپنی آنکھیں ضائع کروانے میں رضامندی کا اظہار کرنا چاہیئے، دراصل وہ یہ بات کہنا چاہتا تھا۔"

تارو کے ان مشاہدات سے بعدمیں پیش آنے والے قابل افسوس واقعات پر کچھ روشنی پڑتی ہے اور جن کے حوالے سے پانیلو کے دوستوں کے لئے اس کا رویہ ناقابل فہم تھا اور اس کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وعظ کے کچھ دنوں بعد تارو کو اپنے کمرے سے باہر نکلنا پڑا۔ ان دنوں طاعون کی وجہ سے لوگ شہر میں اپنی رہائش بدل رہے تھے۔ جب تارو کے ہوٹل کے کمرے کو حاصل کرلیا گیا تو وہ ریو کے یہاں منتقل ہو گیا۔ اسی طرح پانیلو کو اپنی وہ رہایش چھوڑنی پڑی جو کلیسا کی انظامیہ نے اسے دی ہوئی تھی۔ وہ ایک بوڑھی عورت کے گھر منتقل ہوگیا جو ابھی تک طاعون سے محفوظ تھی۔ تبدیلی رہائش کے دوران پانیلو نے اپنی تکلیف اور دکھ کو زیادہ محسوس کیا۔ اس لئے اپنی میزبان کی نگاہ میں اس کی وقعت کم ہوگئی تھی۔

ایک دن جب بڑھیا سینٹ آڈیل کی پیش گوئیوں کی تعریف کر رہی تھی کہ پادری نے قدرے اضطراب کا اظہار کیا جو یقیناً اس کی ذہنی تھکن کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ اس نے بعدمیں کوشش کی کہ بڑھیا میں ایک طرح کی مشفقانہ غیر جانبداری پیدا کی جا سکے لیکن اسے اس میں کامیابی نہ ہوسکی۔ وہ اپنے بارے میں اچھا تاثر نہ دے سکا۔ ہر شام اپنے کمرے میں جانے سے پہلے جس میں فرنیچر پر کروشیا کی بنی ہوئی جھالریں پھیلی ہوئی ہوتیں وہ اپنی میزبان کی پشت دیکھ کرسوچ میں پڑ جاتا جو ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہوئی ہوتی اور اس کے ذہن میں "شام کا سلام میرے پادری" گونجنے لگتا۔ اسی طرح کی ایک شام جب وہ سونے لگا تو اس کا ذہن بجنے لگا اور اس نے اپنی کنپٹیوں اور کلائیوں میں ایک طرح کا دباؤ محسوس کیا۔

جو واقعات بعدمیں پیش آئے ان کی راوی یہ بوڑھی عورت ہے۔ اگلی صبح وہ معمول کے مطابق جلدی بیدار ہوئی۔ کچھ عرصہ انتظار کے بعد اسے حیرت ہوئی کہ پادری اپنے کمرے میں سے باہر نہیں نکلا تھا۔ کافی تامل کے بعد اس نے دستک دی۔ وہ بے خواب رات

گزارنے کے بعد ابھی تک سویا ہوا تھا۔ اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی اور معمول کے خلاف اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ اس نے ڈاکٹر کو بلانے کا فیصلہ کیا لیکن پادری نے سختی سے اسے منع کر دیا۔ چارو ناچار وہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ بعد میں شام کو اس نے ملازمہ کو بلا کر بڑھیا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا اور اپنے درشت رویے کی معافی مانگی اور یہ وضاحت بھی کی کہ وہ طاعون میں مبتلا نہیں تھا۔ یہ سب کچھ تھکن کے باعث تھا۔ اس بڑھیا نے پر وقار طریقے سے کہا کہ اس کے مشورے میں طاعون کا خوف شامل نہیں تھا۔ اور وہ اپنی حفاظت کے بارے میں متفکر نہیں تھی کیونکہ یہ معاملہ خدا کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ درحقیقت پادری کی صحت کے بارے میں متفکر تھی کہ وہ اس کی چھت کے نیچے رہ رہا تھا۔ جب پادری نے کوئی جواب نہ دیا تو اس کی میزبان نے (اپنے بیان کے مطابق) اپنا فرض ادا کیا تھا اور ڈاکٹر کو بلانے کی پیشکش کی تھی۔ انکار کے بعد پادری نے کچھ وضاحتیں پیش کیں جو بڑھیا کی نظر میں احمقانہ ہونے کی بجائے معصومانہ تھیں۔ وہ سب کچھ سمجھتی تھی لیکن جو بات اس کے لئے ناقابل فہم تھی کہ پادری نے ڈاکٹر کی ضرورت سے انکار کیا تھا کیونکہ یہ اس کے اصولوں کے خلاف تھا۔ اس عورت کا خیال تھا کہ بخار کی وجہ سے اس کے مہمان کا دماغ متاثر ہوا تھا۔ وہ پادری کے لئے چائے لانے چلی گئی۔

اس صورتحال نے اس پر جو فرائض عاید کئے تھے ان کا اسے بخوبی احساس تھا۔ وہ ہر دو گھنٹوں کے بعد اس معذور کے پاس جاتی۔ اس کے لئے حیرت انگیز بات دن بھر پادری کا اضطراب تھا۔ وہ اپنے اوپر سے کمبل نوچ کر پھینک دیتا اور بار بار اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرتا جو پسینے سے شرابور تھا۔ وہ کچھ کچھ دیر کے بعد اٹھ کر بیٹھ جاتا اور کھانستا ہوا اپنا گلہ صاف کرتا جیسے اس کے گلے میں کوئی لعاب دار مواد پھنسا ہوا تھا جو باہر نہیں نکل رہا تھا۔ وہ ہر مرتبہ یہ کوشش کرتا اور پیچھے تکیے پر گر جاتا۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ جاتا اور کچھ دیر کے لئے سامنے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا جو اس کے کھانسی کے دوروں کی نسبت زیادہ پریشان کن تھا۔ بڑھیا ڈاکٹر بلانے میں متامل تھی کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔ اس کی بیماری کے آثار سے یہ لگتا تھا کہ بخار تیز تھا۔

سہ پہر اس نے پادری سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی گفتگو بے ربط تھی۔ اس نے ڈاکٹر کو بلانے کی تجویز پر مکرر غور کیا۔ پادری پھر اٹھا اور اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا کہ اسے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں تھی۔ میزبان نے یہ فیصلہ کیا کہ اسے اگلی صبح

تک انتظار کرنا چاہئے۔ اور اگر پادری کی حالت بہتر نہیں ہوتی تو وہ ریڈوک ایجنسی کو ٹیلیفون کرے گی جس کے ٹیلیفون نمبر کا دن میں بارہ مرتبہ اعلان کیا جاتا تھا۔ اسے اپنے فرض کا مکمل احساس تھا۔ وہ اپنے مہمان کی نگہداشت کرنے کے لئے کچھ کچھ وقفوں کے بعد اس کے پاس جاتی۔ شام کو اسے جڑی بوٹیوں کی چائے پلانے کے بعد اس نے تھکن محسوس کی اور صوفے پر لیٹ گئی۔ وہ اگلی صبح بیدار ہوئی اور علی الصبح اس کے کمرے میں گئی۔ پادری بے حس و حرکت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر سرخی کی جگہ پیلاہٹ نے لے لی تھی جو زیادہ متاثر کن تھی کیونکہ اس کے رخسار اسی طرح بھرے بھرے ہوئے تھے۔۔ وہ اپنے بستر پر رکھے ہوئے لیمپ کے ساتھ آویزاں موتیوں کی جھالر کو دیکھ رہا تھا۔ بڑھیا کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے اپنا سر اس کی طرف موڑا۔ اس کی میزبان کے مطابق یوں لگتا تھا کہ رات بھر اسے کوئی زدوکوب کرتا رہا تھا اور اس کی ساری قوت ختم ہوگئی تھی اور وہ ملنے جلنے کے قابل نہیں تھا۔ اس نے پادری سے اس کا حال چال پوچھا۔ اس نے لاتعلقی سے عجیب و غریب آواز میں کہا کہ اس کی طبیعت اچھی نہیں تھی اور اسے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ اسے ہسپتال میں منتقل کر دیا جائے کہ وہ قواعد کی پابندی کر سکے۔ بڑھیا ٹیلیفون کرنے بھاگی۔

ریو دوپہر کے وقت پہنچا۔ وہ بڑھیا سے ساری کہانی سننے کے بعد یہ کہنے لگا کہ پانیلو ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ پادری نے معمول کی لاتعلقی سے اس کا خیر مقدم کیا۔ ریو نے اس کا معائنہ کیا، اور اسے حیرت ہوئی کہ اس میں آبلوں یا پھیپھڑوں کی طاعون کے کوئی آثار نہیں تھے۔ لیکن اس کی نبض بہت سست رفتار تھی اور اس کی حالت بہی خطرناک تھی۔ اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔

"تم پر وبا کا کوئی اثر نظر نہیں آتا" اس نے پانیلو سے کہا "لیکن مجھے شک ہے اس لئے تمہیں علیحدہ رکھنا ضروری ہے"۔

پادری عجیب و غریب طریقے سے مسکرایا جیسے وہ شائستگی کا اظہار کر رہا ہو لیکن ایک لفظ نہ بولا۔ ریو باہر گیا اور ٹیلیفون کرکے آگیا۔ اس نے پادری کی طرف دیکھا۔

"میں تمہارے پاس رہوں گا" ریو نے نرمی سے کہا

پادری میں زندگی کے کچھ آثار پیدا ہوئے اس نے ڈاکٹر کی طرف منہ کیا اور اس کی آنکھوں میں جذبات امڈ آئے تھے، وہ اتنی دقت سے بولا کہ یہ جاننا مشکل تھا کہ اس کی آواز

میں افسردگی تھی۔ اس نے کہا____

"شکریہ۔ لیکن پادری کسی کا دوست نہیں ہوتا اس کا سب کچھ خدا کی تحویل میں ہوتا ہے۔"

اس نے صلیب مانگی جو اس کے سرہانے لٹک رہی تھی' جب یہ اسے دی گئی تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

ہسپتال میں پانیلو ایک لفظ بھی نہ بولا اور خاموشی سے اپنا علاج کراتا رہا لیکن اس نے صلیب کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس کی حالت بدستور مشکوک تھی اور ریو کو اس کی تشخیص پر اعتماد نہیں تھا۔ اسے شک تھا کہ یہ طاعون تھی یا نہیں۔ کئی ہفتوں تک اس کی تشخیص غیر واضح تھی۔ لیکن ریو کے معاملے میں جو کچھ بعد میں پیش آیا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ یہ غیر یقینی صورتحال کسی نتیجے کے بغیر تھی۔

پانیلو کے بخار میں پھر تیزی آ گئی تھی۔ دن بھر اسے شدید کھانسی ہوتی رہی جس سے مریض کی تکلیف بیحد بڑھ گئی تھی۔ آخر کار رات کو پانیلو نے وہ لوتھڑا اگل دیا جو اس کے سانس میں رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔ وہ سرخ تھا۔ بخار کی شدت میں بھی پانیلو کی نگاہوں سے لاتعلقی جھلک رہی تھی۔ اگلی صبح وہ اپنے بستر سے آدھا نیچے گرا ہوا تھا اور اس کی نگاہوں سے کچھ نہیں جھلک رہا تھا۔ اس کے بیماری کے کارڈ پر لکھا گیا تھا "مشکوک مریض"۔

۵

اس سال "ولیوں کادن" کا جشن گزشتہ سالوں سے مختلف تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ موسم بیحد غیر یقینی تھا۔ اس میں یک لخت تبدیلی آئی تھی۔ شدید گرمی کی جگہ ہلکی خنکی نے لے لی تھی، گزشتہ کی طرح خنک ہوا مسلسل چلتی رہتی۔ بادل کے بڑے بڑے ٹکڑے آسمان کی ایک سمت سے دوسری سمت تیرتے رہتے اور جن مکانوں پر سے گزرتے ان پر اپنا سایہ ڈالتے جاتے۔ ان کے گزر جانے کے بعد نومبر کی سنہری دھوپ پھیل جاتی۔

موسم کی تبدیلی کے ساتھ واٹر پروف کپڑے نمودار ہونے لگے۔ ربڑ کے بنے ہوئے چمکیلے لباسوں کی تعداد دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ درحقیقت اخبار میں چھپا تھا کہ دو سال پہلے مغربی یورپ میں طاعون کی بڑی وباؤں کے دوران ڈاکٹروں نے اس وبا سے بچنے کے لئے تیل میں بھیگے ہوئے کپڑے پہنے تھے۔ چنانچہ دکانداروں نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پرانے واٹر پروف کپڑے باہر نکال لئے تھے۔ گاہکوں کو امید تھی کہ وہ چھوت سے محفوظ رہیں گے۔

موسموں کے ان آثار کے باوجود ہم یہ نہیں بھولے تھے کہ قبرستان ویران تھے۔ پچھلے سال ٹرامیں گیندے کے پھولوں کی بیمار سی مہک سے بھری ہوتیں اور دوسری طرف عورتوں کی قطاریں دکھائی دیتیں جو اپنے عزیزوں کی قبروں پر پھول چڑھانے گئی ہوتیں۔ یہ وہ دن ہوتا جب رفتگاں سے اپنی لاتعلقی اور فراموشی کا کفارہ ادا کیا جاتا لیکن اس سال ان رفتگاں کے بارے میں کوئی سوچنے کے لئے آمادہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ ان کے بارے میں پہلے ہی بہت کچھ سوچ چکے تھے اور یہ ضروری نہیں سمجھا گیا تھا کہ بیحد ملال کے ساتھ ان سے ملاقات کی جائے۔ وہ ان کے بارے میں اتنے پریشان نہیں تھے کہ سال میں ایک مرتبہ ان کے لئے اپنا جواز فراہم کر سکیں۔ جنہیں فراموش کیا جانا تھا وہ اپنی یاد دہانی کرا رہے تھے۔ شاید اسی لئے رفتگان کی یاد منانے کے لئے اس سال گریز سے کام لیا گا۔ کوتار کے مطابق،

تارو کے لب و لہجہ میں دن بدن طنز و تشنیع کا اضافہ ہو رہا تھا' اب ہر دن رنگال کے لئے وقف تھا۔

حقیقت میں بدن سوزی کی چار بھٹیوں میں طاعون کی آگ بڑے پھیلاؤ اور خوشی سے بھڑک رہی تھیں۔ اگرچہ مرنے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہوا تھا تاہم طاعون نے اچھی طرح قدم جما لئے تھے اور وہ ایک مستعد ملازم پیشہ کی طرح روزانہ اپنا ہدف پورا کرلیتی۔ اصولی طور پر حکام کی رائے میں طاعون کے گراف کا نیچے گرنا ایک اچھی علامت تھی۔ ڈاکٹر رچرڈ کی رائے میں "یہ بہت اچھا ہے"" یہ بہت اچھا گراف ہے"۔ اس کی رائے میں یہ گراف اتنا اونچا جا چکا تھا کہ اس کی واپسی ممکن نہیں تھی۔ یہ کامیابی ڈاکٹر کاسل کے سیرم کی بدولت تھی جس کی وجہ سے ایسی صحت یا بیاں ہوئی تھیں جن کا نوٹس نہیں لیا گیا تھا۔ بوڑھے ڈاکٹر نے اس کی تردید نہیں کی تھی لیکن وباؤں کی تاریخ کے مطابق یہ غیر متوقع طور پر لوٹ آئی تھیں۔

انتظامیہ نے' جو ابھی تک لوگوں کی اخلاقی حالت کو برقرار رکھنا چاہتی تھی اور جس میں طاعون بذات خود اک رکاوٹ تھی' طاعون کے موضوع پر ایک مجلس کا انتظام کیا۔ بد قسمتی سے اس مجلس کے انعقاد سے پہلے ہی ڈاکٹر رچرڈ طاعون سے وفات پا گیا' یہ ثبوت تھا کہ طاعون زوروں پر تھی۔

اس افسوس ناک واقعہ سے جو سنسنی پیدا ہوئی اس سے کچھ ثابت نہ ہو سکا بلکہ انتظامیہ پر اسی طرح قنوطیت چھا گئی جس طرح شروع میں اس پر رجائیت طاری ہو گئی تھی۔ کاسل نے اپنے آپ کو نہایت احتیاط سے سیرم بنانے تک محدود رکھا تھا۔ اس دوران کوئی ایسی سرکاری عمارت نہیں تھی جسے ہسپتال یا اضافی ہسپتال میں منتقل نہ کیا گیا ہو۔ پریفکٹ کا دفتر رہ گیا تھا جو انتظامی معاملات اور عمومی اجلاس کے لئے وقف تھا۔ اس دوران وبا کی یورش کسی قدر تھم گئی تھی اس لئے ریو اور اس کی تنظیم صورتحال کو نپٹنے کے لئے کافی تھی۔ اگرچہ ریو اور اس کے معاون بڑی تندہی سے کام کر رہے تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ اور زیادہ مساعی کی ضرورت تھی۔ یہ ایک طرح کا فوق الانسانی کام تھا جسے مسلسل کیا جانا تھا۔ پھیپھڑوں کی چھوت کئی مقامات پر اپنا مظاہرہ کر چکی تھی اور اب شہر میں چاروں طرف پھیل رہی تھی جیسے تیز ہوا سینوں میں آگ کا الاؤ روشن کر رہی تھی۔ خون کی قے کے دوران بہت سے مریض

بہت جلدی جاں بحق ہو جاتے۔ وبا کی یہ قسم زیادہ متعدی اور مہلک ثابت ہو رہی تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس بارے میں حسب معمول ماہرین کی رائے میں اختلاف تھا۔ زیادہ حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کے لئے حفظان صحت کا عملہ منہ پر وہ ماسک پہن رہا تھا جنہیں جراثیم ادویات سے پاک کیا گیا تھا۔۔ یوں لگتا تھا جیسے وبا پھیل رہی تھی لیکن گلٹی دار طاعون میں کمی کے باعث شرح اموات میں توازن پیدا ہو گیا تھا۔

اس دوران اور طرح کی پریشانیاں ظاہر ہونے لگیں جن میں ایک خوراک کی رسد میں کمی تھی۔ منافع خور اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے منہ مانگے دام وصول کر رہے تھے۔ یہ صورتحال غریب خاندانوں کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی کیونکہ امیروں کے لئے کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ حقیقت میں طاعون کو اپنی حکمرانی میں ہمارے شہریوں کو غیر جانب رہنا چاہئیے تھا۔ لیکن انانیت کی وجہ سے یہ ناانصافی ان کے دلوں میں ۔یک جذباتی خلش بن کر رہ گئی تھی۔۔ تاہم انہیں موت کی ناقابل تردید مساوات کی یاد دہانی کرائی گئی تھی لیکن ان میں سے کوئی بھی اس مساوات کا خواہشمند نہیں تھا۔ غریب لوگ بھوک کا رنج اٹھاتے لیکن ایک طرح کی اداسی کے ساتھ مضافات کی زندگی کے بارے میں سوچتے جہاں ضروریات زندگی گراں نہیں تھیں اور سستے داموں روٹی مل جاتی تھی۔ ان کا یہ خیال کو کسی قدر کم معقولیت کا حامل تھا تاہم یہ فطری تھا کہ انہیں ان علاقوں میں جانے کی اجازت دی جائے۔ اس احساس کی ترجمانی گلیوں میں ان نعروں میں کی جا رہی تھی یا گلیوں کی دیواروں پر یہ لکھا تھا "روٹی یا کھلی فضا"۔ یہ نیم مضحکہ خیز عبارت ایک طرح کی شورش کی علامت تھی جسے بہت جلدی دبا دیا گیا تھا۔ لیکن اس کی اہمیت کا نوٹس لیا گیا تھا۔

ظاہر ہے اخباروں کو ہر قیمت پر رجائیت کے اظہار کے لئے جو ہدایات دی گئی تھیں ان کی پابندی کی جا رہی تھی۔ ان کے مطالعے سے صحیح صورتحال کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ آبادی کس طرح استقامت اور صبر کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ لیکن جو شہر اپنے لئے بھی بند ہو چکا تھا اور جس میں کسی راز کو سر بند نہیں کیا جا سکتا تھا وہاں کسی "مثال" کو لوگوں کے سامنے پیش کرکے لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ جرات اور استقامت کی اصل حقیقت کو جاننے کے لئے انتظامیہ کی طرف سے

قائم کردہ اضافی ہسپتالوں یا علیحدگی کے کیمپوں میں جانا ضروری تھا۔ چونکہ یہ قصہ گو اور جگہ مصروف تھا اس لئے وہ ان مقامات پر نہیں جا سکا۔ اس لئے وہ یہاں تارو کا بیان نقل کرتا ہے۔

تارو اپنی ڈائری میں لکھتا ہے کہ سٹیڈیم کے پاس اس طرح کے قائم کردہ کیمپ میں اسے رامبیر کے ساتھ جانے کا موقع ملا تھا۔ یہ سٹیڈیم شہر کے دروازوں کے بالکل قریب ایک گلی کے منہ پر واقع تھا جہاں سے ٹرام گزرتی تھی۔ اور دوسری طرف ایک کھلا میدان ہے جو تھیٹی کے آخر تک پھیلا ہوا ہے جہاں سے شہر شروع ہوتا ہے۔ اس کی چاروں طرف سیمنٹ کی اونچی دیواریں ہیں اور اس کے چار دروازوں کو سپاہیوں کو تعینات کرنا کافی ہے کہ کوئی وہاں سے فرار نہ ہو سکے۔ اضافی ہسپتالوں میں داخل ہونے والے بدقسمتوں کو یہ دیواریں باہر کے لوگوں کی نگاہوں کے تحیر سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اس کے نتیجے کے طور پر جو لوگ اندر ہیں وہ دن بھر دیکھے بغیر آتی اور جاتی ٹراموں کا شور سنتے ہیں جب لوگ اپنے دفتروں کو جا رہے یا واپس آ رہے ہوتے ہیں تو یہ شور اور اونچا ہو جاتا۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں جس زندگی سے باہر نکالا گیا ہے وہ ان سے کچھ گزوں کے فاصلے پر موجود ہے۔۔ اور سیمنٹ کی یہ دیواریں ان دو کائناتوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں جیسے وہ دو مختلف کروں میں واقع ہوں

تارو اور رامبیر نے اتوار کی سہ پہر کو سٹیڈیم جانے کا فیصلہ کیا۔۔ ان کے ساتھ فٹ بال کا کھلاڑی گونزل بھی تھا جس سے رامبیر کا رابطہ تھا اور جس نے دوسروں کے ساتھ مل کر سٹیڈیم میں نگرانی کرنے کی ذمہ داری لی تھی۔ رامبیر اسے سٹیڈیم کے منتظم کے پاس پیش کرنا چاہتا تھا۔ اس شام جب ان کی ملاقات ہوئی تو گونزل نے ان دونوں کو بتایا کہ وہ اس وقت فٹ بال میچ کھیلا کرتا تھا۔ چونکہ اب سٹیڈیم کو ایک دوسرے کام کے لئے حاصل کر لیا گیا تھا اس لئے وہ بیکار تھا۔ اس باعث گونزل کے نگرانی کرنے کا کام لے لیا تھا۔ وہ بھی اس شرط پر کہ وہ ہفتے کے آخری دن کام کرے گا۔ آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے اور گونزل نے اوپر گردن اٹھا کر کہا کہ ایسا دن جو گرم ہو نہ زیادہ مرطوب میچ کھیلنے کے لئے بڑا موزوں ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کے ذہن میں کھلاڑیوں کے کمرے میں ایمبروکیشن کی مہک

اٹھنے لگی۔ سٹیڈیم کے سٹینڈ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ کھلاڑیوں کی رنگین قمیضیں بھوری زمین کے پس منظر میں دمک رہی تھیں' ہاف ٹائیم کے دوران لیمو یا ان کی سکنجبین سوکھے ہوئے حلقوں کو راحت پہنچاتی۔ تارو لکھتا ہے کہ وہ مضافات کی گلیوں میں سفر کرتے ہوئے راستے میں پڑے چھوٹے چھوٹے کنکروں کو ٹھوکریں مارتا جا رہا تھا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ گٹروں کے منہ میں ٹھوکر مار کر پتھر پھینک دے۔ اور جب وہ اس میں کامیاب ہو جاتا تو کہتا "شاباش"۔جب اس کا سگرٹ ختم ہو جاتا تو وہ اس کا ٹکڑا اپنے بوٹ کی نوک پر دے مارتا۔ سٹیڈیم کے قریب کچھ لڑکے فٹ بال کھیل رہے تھے جو ان لوگوں کی طرف لڑکتا ہوا آرہا تھا' گونزل نے اپنا راستہ چھوڑ کر بڑے سلیقے سے فٹ بال ان کی طرف پھینکا۔

جب وہ سٹیڈیم میں داخل ہوئے تو وہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور اردگرد سرخ رنگ کے بیشمار خیمے لگے ہوئے تھے جن میں بہت سے پیکٹ اورگٹھریاں رکھی ہوئی تھیں۔ وہاں پر سٹینڈ اس لئے نصب کئے گئے تھے کہ بارش یا گرمی میں زیر تربیت کھلاڑی اسے استعمال کر سکیں۔ ماضی میں کھلاڑیوں کے ڈریسنگ روم کو دفتروں اور ڈسپنسریوں میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ ان کیمپوں میں رہنے والے سٹینڈوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ گراونڈ کی لکیروں پر پھر رہے تھے' اور چند ایک خیموں کے آگے آلتی پالتی مارے بیٹھے ہوئے لاتعلقی سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ان سٹینڈوں میں بیشتر استراحت کر رہے تھے اور کسی چیز کے منتظر معلوم ہوتے تھے۔

"وہ دن میں کیا کرتے ہیں" تارو نے رامبیر سے پوچھا

"کچھ بھی نہیں"

" تمام کے ہاتھ خالی اور بازو لٹکے ہوئے ہیں" ان لوگوں کا ہجوم غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔

" پہلے دن جب وہ یہاں آئے تھے تو اتنا شور تھا کہ اپنی بات بھی سنائی نہیں دیتی تھی " رامبیر نے کہا" لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے وہ کم سے کم باتیں کرنے لگے۔"

اگر ہم اس کے اندرجات پر یقین کرلیں تو تارو ان لوگوں کو سمجھتا تھا اور وہ ان ابتدائی دنوں کو تصور میں لا رہا تھا جب خیموں میں ان کا جمگھٹا ہوتا'' وہ مکھیوں

کی بھنبھناہٹ کو سنتے' اپنے آپ کو کھجلی کرتے اور جب انہیں کوئی سامع مل جاتا تو اپنے غصے کا اظہار کرتے۔ ابتدا میں یہ کیمپ لوگوں سے بھرے ہوئے ہوتے جہاں اب بہت کم لوگ ایک دوسرے سے بات کرنا پسند کرتے۔ دراصل وہاں ایک طرح کی بے یقینی تھی۔اور یہ احساس ہوتا تھا کہ سرمئی چمکتے ہوئے آسمان سے شک شبنم کی طرح سرخ اینٹوں کے کیمپ پر گر رہا تھا۔

ہاں وہ بدگمانی کا شکار تھے ۔ کیونکہ ان کی علیحدگی بے وجہ نہیں تھی۔ ان کا چہرہ ان لوگوں جیسا تھا جو اپنے جواز کی تلاش میں تھے اور جو خائف بھی تھے ۔ تارو جس کو بھی دیکھتا اس کی نگاہیں خالی خالی تھیں ۔ تمام کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ ان سے ایک مکمل جدائی کا شکار تھے جو ان کے لئے زندگی کا درجہ رکھتے تھے ۔چونکہ وہ موت کے بارے میں مسلسل سوچ نہیں سکتے تھے' اس لئے وہ کسی کے بارے میں نہیں سوچتے تھے ۔ وہ رخصت پر معلوم ہوتے تھے ۔ تارو لکھتا ہے " کہ سب سے بدترین بات یہ تھی کہ انہیں بھلا دیا گیا تھا' اور وہ اس سے آگاہ تھے۔ ان کے دوست کسی اور چیز کے بارے میں سوچتے تھے' اور یہ بات قابل فہم تھی وہ جن سے محبت کرتے تھے انہیں بھی بھول گئے تھے ۔ ان کی تمامتر قوتیں اس کیمپ سے باہر نکلنے میں صرف ہو رہی ہیں۔ اور وہ ہمیشہ یہاں سے اپنے فرار ہونے کے بار میں سوچتے رہتے ۔ یہ ایک فطری بات تھی ۔ مختصر یہ کہ ان بدترین حالات میں کوئی کسی کے بارے میں نہیں سوچتا تھا ۔ کیونکہ کسی کے بارے میں سوچنے کا مطلب تھا کہ کسی چیز سے مخل ہوئے بغیر گھر بار کی فکر سے بے اعتنا' اڑتی ہوئی مکھی کو نظر انداز کرتے ہوئے اور کسی خلش کے بغیر لمحہ بہ لمحہ اس کے بارے سوچا جائے ۔لیکن ہمیشہ مکھیاں اڑتی رہتی ہیں اور خلش باقی رہتی ہے ۔ اسی لئے زندہ رہنا مشکل ہے اور وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ منتظم ان کی طرف آگے بڑھا اور ان سے کہا اوتھان ان سے ملنا چاہتا تھا۔وہ گونزل کو اپنے دفتر میں لے گیا اور بعد میں اسے سٹینڈ کی طرف لے گیا جہاں اوتھان اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انہیں دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا ۔ اس نے معمول کے مطابق وہی لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے کالر کو کلف لگی ہوئی تھی ۔ تارو لکھتا ہے کہ اس کی کنپٹیوں کے بال بڑے نوکیلے تھے اور اس کے ایک جوتے کا تسمہ کھلا ہوا تھا ۔مجسٹریٹ تھکا ہوا دکھائی دیتا تھا ۔ اور ایک مرتبہ بھی اس نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ان سے مل کر خوش ہوا تھا اور ڈاکٹر ریو نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کا مشکور تھا۔

"میرا خیال ہے" مجسٹریٹ نے کچھ دیر کے بعد کہا " کہ فلیپ نے اتنا دکھ اٹھایا ہے۔ تارو نے پہلی مرتبہ اسے اپنے بیٹے کا نام لیتے ہوئے سنا تھا' وہ جان گیا تھا کہ کوئی تبدیلی پیش آئی تھی ۔ سورج افق پر ڈوب گیا تھا اور بادلوں کے درمیان میں روشنی افقی طریقے سے نکل کر سٹینڈوں کو اور ان تین چہروں کو منور کر رہی تھی۔

"نہیں" تارو نے کہا" اس نے حقیقی طور پر دکھ نہیں اٹھایا"

جب وہ واپس جا رہے تھے تو مجسٹریٹ مسلسل اس سمت دیکھ رہا تھا جہاں سے دھوپ آ رہی تھی۔

وہ گونزل کو خدا حافظ کہنے گئے جو ڈیوٹیوں کے چارٹ کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کھلاڑی مسکراتا ہوا اپنے ہاتھ دبا رہا تھا۔

"میں اپنے پرانے ڈریسنگ روم میں آ گیا ہوں" اس نے کہا" یہ ویسا ہی ہے" بعد میں جب منتظم تارو اور گونزل کو ساتھ لے جا رہا تھا تو ایک سٹینڈ میں دھماکہ ہوا ۔ لاؤڈ سپیکر نے' جو اچھے وقتوں میں میچوں کے فیصلے کا اعلان کیا کرتا تھا یا ٹیموں کے تعارف کراتا تھا' اعلان کیا کہ قیدیوں میں شام کا کھانا تقسیم کیا جا رہا تھا' انہیں اپنے خیموں میں واپس چلے جانا چاہیے ۔ چنانچہ لوگ سٹینڈوں سے اٹھ کر آہستہ آہستہ اپنے پاؤں گھسیٹتے ہوئے خیموں میں جا رہے تھے ۔جب وہ ان جگہوں پر بیٹھ گئے تو بجلی کی دو چھوٹی موٹریں' جو عام طور پر سٹیشنوں پر نظر آتی ہیں' خیموں میں سے گزرنے لگیں تو لوگوں نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور دو بھینگے آدمی ٹین کے بڑے ڈرم میں سے کھانا نکال کر دو ڈبوں میں ڈال رہے تھے ۔موٹر پھر چلنے لگی۔ اس کے اگلے خیمے کے پاس جا کر رک گئی۔

"یہ بڑا سائنٹیفک طریقہ ہے" تارو نے ایڈمنسٹریٹر کو کہا

"ہاں" اس نے بڑے اطمینان سے اپنا ہاتھ دباتے ہوئے کہا" بڑا سائنٹیفک ہے" اندھیرا چھا رہا تھا اور آسمان نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا ۔ مدہم سی روشنی کیمپوں پر پھیلی ہوئی تھی ۔شام کی پرسکون فضا میں چاروں طرف چمچوں اور پلیٹوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ خیموں کے اوپر چمگادڑیں اڑ رہی تھیں جو فوراً غائب ہو گئی تھیں ۔دیواروں کی دوسری طرف ٹرام کے چیخنے کی آواز سنائی دی۔

"بیچارا مجسٹریٹ" تارو نے دروازے میں سے گزرتے ہوئے کہا۔

"اس کے لئے کچھ کرنا چاہیے ۔لیکن ایک مجسٹریٹ کی کس طرح مدد کی جا سکتی ہے۔

٦

شہر میں اس طرح کے دوسرے بہت سے کیمپ بھی تھے لیکن یہ داستان گو براہ راست اطلاعات کے فقدان اور بوجہ احتیاط کچھ کہنا نہیں چاہتا ہے ۔ تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کیمپوں کی موجودگی اور انسانوں کی عود کرتی ہوئی بو اور شام کو لاؤڈسپیکر کی فضا میں گونجتی آواز ' دیواروں کا اسرار اور ان ممنوعہ جگہوں کا خوف ہمارے شہریوں کی اخلاقی ہمت کے لئے بیحد گراں ہو چکا تھا ' اس پر مستزاد ان کی پریشانی اور بیماری کا خوف تھا' بعض مقدمات امن عامہ اور انتظامیہ سے تصادم میں اضافہ ہو رہا تھا۔

نومبر کے اختتام پر صبحیں بہت سرد ہو گئی تھیں ۔ طوفانی بارشوں نے سڑکوں کو دھو دیا تھا۔ اور آسمان کو بادلوں سے صاف کر دیا تھا۔ سارا دن ہلکی ہلکی دھوپ شہر پر پھیلی رہتی ' چمکتی اور خشک روشنی کے برعکس شام کو ہوا پھر لگنی ہو جاتی تھی ۔ یہ وہ لمحہ تھا جب تارو نے ریو سے اپنے بارے میں اظہار کرنا چاہا تھا ۔

ایک دن دس بجے کے قریب ' طویل اور تھکا دینے والے دن کے بعد تارو ریو کے ہمراہ ہو گیا جو دمے کے بوڑھے مریض کے یہاں شام کو جا رہا تھا ۔ شہر کے قدیمی علاقے میں یہ دھوپ چمک رہی تھی ۔ ہلکی ہلکی ہوا شور کئے بغیر سرسراتی ہوئی غیر معلوم چوراہوں کی طرف جا رہی تھی ۔ یہ دونوں شخص پرسکون گلیوں میں سے باہر آ رہے تھے' ریو کو بوڑھے کی باتیں زچ کر رہی تھیں ۔ وہ ہر چیز سے ناخوش تھا کہ لوگوں کو ایک طرح کے مکھن کی پلیٹ اور ایک ہی طرح کا پانی دیا جا رہا تھا یہ معاملہ زیادہ دیر تک اس طرح نہیں چل سکتا تھا " ایک دن " وہ ہاتھ ملتے ہوئے کہنے لگا "سب کچھ کوڑے کا ڈھیر بن جائے گا ۔ وہ واقعات پر اظہار خیال کر رہا تھا جبکہ ڈاکٹر اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ انہوں نے اوپر قدموں کی چاپ سنی بوڑھی عورت نے تارو کی دلچسپی دیکھ کر وضاحت کی کہ ٹیرس پر ہمسایہ کی لڑکیاں چہل قدمی کر رہی تھیں ۔

اس نے بتایا کہ اوپر بہت خوبصورت منظر ہوتا ہے کیونکہ ہمسایوں کے مکانوں کی روشیں آپس میں متصل تھیں ۔ اس لئے عورتیں گھر سے باہر نکلے بغیر ایک دوسرے سے ملاقات کر لیتی تھیں۔

"ہاں ' بوڑھے نے کہا "اوپر چلیں وہاں موسم اچھا ہے" ۔ وہاں پر کوئی موجود نہیں تھا ۔ صرف تین خالی کرسیاں رکھی تھیں ۔ ایک طرف جہاں تک نگاہ جاتی تھی ٹریس ہی نظر آتی تھیں اور آخری ٹریس پتھر کے ایک تاریک دھبے سے متصل ہو جاتی تھی ۔ جہاں ' دوسری طرف کچھ گلیوں کو چھوڑ کر نظر سے اوجھل بندرگاہ سے دور ان کی نگاہ افق سے دو چار ہوتی جہاں سمندر اور آسمان ایک غیر واضح لیکن متحرک سی نیلاہٹ میں گھل جاتے ۔ دور جو چوٹی دکھائی دے رہی تھی اس کے عقب سے روشنی کی چمک وقفے وقفے کے بعد نمودار ہو رہی تھی لیکن جس کا منبع غیر معلوم تھا ۔ سمندری راستے پر روشنی جہازوں کو دوسری بندرگاہوں کی طرف مڑنے کا راستہ دکھا رہی تھی ۔ رات کو ہوا سے آسمان شفاف تھا اور ستارے چمک رہے تھے جو دور سے روشن مینار کی شعاعوں سے سرمئی رنگ اختیار کر لیتے۔ ہوا مصالحوں اور پتھر کی مہک کو پھیلا رہی تھی اور مکمل خاموشی تھی۔ "یہ اچھی جگہ ہے " ریو نے بیٹھے ہوئے کہا " ۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں طاعون کبھی نہیں پہنچی تھی " تارو اس کی طرف پشت کئے سمندر کو دیکھ رہا تھا ۔

"ہاں ' ہاں "اس نے کچھ دیر کے بعد کہا" یہاں لطف آ رہا ہے "

وہ ڈاکٹر کے پاس بیٹھ گیا اور اسے غور سے دیکھنے لگا ۔ تین مرتبہ آسمان پر روشنی چمکتی ' نیچے گلی میں ایک کمرے سے کراکری کے کھنکنے کا مدہم سا شور سنائی دیا ۔ گھر کے دوازے پر دستک ہوئی۔

"ریو" تارو نے بڑے فطری انداز میں کہا

" تم نے کبھی یہ جاننے ' کی کوشش نہیں کی کہ میں کون ہوں اور تمہاری میرے ساتھ دوستی ہے ؟ "

"ہاں ' ڈاکٹر نے جواب دیا " میری تمہارے ساتھ دوستی ہے لیکن ہمیشہ ہمارے درمیان وقت حائل رہا ہے "

"اچھا اس سے میرے اعتماد میں اضافہ ہوا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ لمحہ

ہمارے لئے دوستی کا ہے" ریو جواباً مسکرایا

"خیر ---"

دور گلیوں میں گیلی سڑک پر کسی کار کے گھسیلنے کا شور سنائی دیا - یہ شور ختم ہوگیا اور پھر ایک غیر واضح آوازیں خاموشی کو ریزہ ریزہ کر رہی تھیں - یوں لگا کہ ان دو آدمیوں پر آسمان کا بوجھ اتر آیا تھا - تارو اٹھ کر ٹریس کے تھڑے پر ریو سے روبرو ہو کر بیٹھ گیا جو کرسی میں دھنسا ہوا تھا، چمکتے ہوئے آسمان کے منظر میں وہ ایک بڑا سا سیاہ دھبہ لگ رہا تھا - وہ کافی دیر تک باتیں کرتا رہا اور اس کی گفتگو کا لب لباب یہ تھا -

"سیدھی بات یوں ہے کہ میں اس شہر میں اس وباء سے پہلے طاعون میں مبتلا رہ چکا ہوں - یہ کہا جا سکتا ہے کہ میں عام لوگوں کی طرح ہوں - البتہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں اس کا پتہ نہیں ہوتا، یا ایسی صورتحال سے باہر نکلنا چاہتے ہیں - میں بھی ہمیشہ اس سے باہر نکلنے کا خواہش مند ہوں -

"جب میں جوان تھا تو میں اپنی معصومیت کے تصور سے زندگی بسر کرتا تھا، باالفاظ دیگر کسی تصور کے بغیر زندہ رہتا تھا - میں خود اذیتی کا شکار نہیں تھا، میں نے زندگی کا آغاز مناسب طریقے سے کیا تھا - میں ہر قدم پر کامیاب تھا، میں ذہین تھا اور عورتوں سے میرے تعلقات بڑے اچھے تھے - اگر کبھی میں پریشانی میں مبتلا ہوتا تو وہ اس طرح چلی جاتی جس طرح آئی ہوتی - ایک دن میں سوچنا شروع گیا - اور اب ---------

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں جوانی کے ایام میں اتنا غریب نہیں تھا جتنے تم تھے، میرا باپ ایڈووکیٹ جنرل تھا جو کہ ایک اہم منصب ہے - دیکھنے میں، تم اندازہ نہیں کر سکتے، وہ شریف آدمی لگتا تھا - میری ماں ایک سیدھی سادھی بلکہ شرمیلی سی عورت تھی - میں اس سے محبت کرتا تھا مجھے اس کے بارے میں بات نہیں کرنی چاہیے - میرا باپ مجھ سے محبت کرتا تھا اور میرا خیا ل تھا کہ وہ مجھے سمجھنے کی کوشش بھی کرتا تھا اس کے عورتوں سے تعلقات بھی تھے - مجھے اب اس کا مل یقین ہے اور مجھے اس بات پر غصہ نہیں آتا تھا - وہ اپنے معاملات کو اس خوش اسلوبی سے طے کرتا کہ اس کے بارے میں کوئی سیکنڈل بھی نہ بنتا - مختصر یہ کہ وہ اور جنل شخصیت کا

حامل تھا ۔ آج وہ زندہ نہیں ہے ' اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اس نے ایک ولی کی زندگی بسر کی تھی ۔ تاہم وہ ناپسندیدہ شخص بھی نہیں تھا ۔ اس نے زندگی کا درمیانی راستہ اختیار کیا تھا اور ایسے آدمیوں کے لئے معقول حد تک محبت کی جا سکتی ہے ۔

" میرے باپ میں ایک غیر معمولی بات تھی ۔ ریلوے کا ٹائم ٹیبل اس کی خصوصی کتاب تھی یہ اس لئے نہیں کہ وہ سفر کا رسیا تھا ۔ اس کا واحد سفر برٹینی کا تھا جہاں اس کا مضافاتی مکان تھا ' وہ گرمیوں کے موسم میں جایا کرتا تھا ۔ لیکن وہ ایک چلتا پھرتا ٹائم ٹیبل تھا ۔ وہ آپ کو پیرس سے برلن جانے والی ٹرین کا صحیح وقت بڑی قطعیت سے بتا سکتا تھا ۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ لیوں سے وارسا جانے کیلئے گاڑیوں کے نظام اوقات میں کس طرح مطابقت پیدا کرنی ہے ۔ وہ دو دارالخلافوں کے درمیان کلو میٹرز کا فاصلہ بھی بڑی قطعیت سے بتا سکتا تھا ۔ وہ آپ کو برجستہ بتا سکتا تھا کہ برینکون سے شاموینی کس طرح جانا چاہئے ۔ ایک سٹیشن ماسٹر سوچ میں پڑ سکتا تھا لیکن میرا باپ دھوکہ نہیں کھا سکتا تھا ۔ ہر شام وہ اپنے علم میں اضافہ کرتا اور اسے اس بات پر فخر بھی تھا ۔ میں اس بات سے مسرور ہوتا اور اس سے اکثر سوالات کرتا رہتا اور بعد میں ریلوے کی ڈائریکٹری سے اس کے جوابات کی تصدیق کیا کرتا کہ اس نے کہاں غلطی کی تھی ۔ اس طرح میں اور میرا باپ ایک دوسرے سے اچھی طرح مربوط تھے میں اس کے لئے ایک نیک نیت سامع تھا ۔ ۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس کی ریلوے کی اس مہارت کی تعریف کرتا ہوں

" میں کچھ بے لگام ہو گیا ہوں اور میں اس مرد شریف کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رہا ہوں ' اس نے بلاواسطہ طور پر مجھے متاثر کیا تھا ۔ اس کا ایک واقعہ یوں ہے کہ جب میں سترہ برس کا تھا وہ مجھے اپنے ساتھ عدالت میں سماعت کے لئے لے گیا ۔ یہ بڑا اہم معاملہ تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ اپنی بہترین صلاحیت کا مظاہرہ کرے گا ۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ اس موقعہ پر انحصار کر رہا تھا کہ وہ مجھے متاثر کر کے اس پیشے کو اختیار کرنے پر مائل کر سکے گا جس کو اس نے خود اپنایا تھا ۔ میں نے اس کا انتخاب کیا کیونکہ مجھے اپنے والد کی خوشی مطلوب تھی ۔ چنانچہ مجھے اپنے باپ کی شخصیت کے دوسرے حصے کا ' جو گھر سے بھی مختلف تھی ' دیکھنے کا اشتیاق بھی تھا ۔ اس کے علاوہ میرے ذہن میں اور کوئی وجہ نہیں تھی ۔ جو کچھ ایک مقدمے

کی سماعت کے دوران گزرتا تھا وہ مجھے بالکل حقیقی دکھائی دیتا تھا جو اتنا ہی حقیقی تھا جتنی ۱۴ جولائی کو تقسیم انعامات کے وقت فوج کی پریڈ یا تقسیم انعامات کا موقعہ۔ اس موضوع پر میرے خیالات تجرید کے حامل تھے اس لئے وہ مجھے ستاتے نہیں تھے۔

مجھے اس دن کی کاروائی کا صرف ایک نقش یاد ہے جو ایک مجرم کے بارے میں تھی۔ میرا خیال ہے اس نے جرم کیا تھا' وہ جرم کیا تھا یہ اہم نہیں تھا۔ یہ چھوٹا سا آدمی جس کے بال ہلکے اور سرخ تھے اور جس کی عمر تیس سالوں کے قریب تھی وہ ایک دم اعتراف کرنا چاہتا تھا اس کا جو کچھ اس نے کیا تھا اور جو کچھ اس کے ساتھ بیتنے والا تھا۔۔ کیونکہ کچھ منٹوں کے بعد مجھے صرف وہی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ ایک الو کی طرح تھا جس کی آنکھیں روشنی کی افراط سے چندھیا گئی تھیں ۔ اس کی نائی اس کے کالر کے صحیح زاویے پر نہیں لگی ہوئی تھی۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ کے ناخن کاٹ رہا تھا۔ میں نہیں اصرار کرتا کہ وہ زندہ تھا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں ابھی تک یہی سوچتا رہا تھا کہ وہ محض ایک مسئول علیہ تھا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے باپ کو بھول گیا تھا لیکن کسی چیز نے میرے پیٹ میں شکنجہ ڈالا جس سے میری توجہ کٹہرے میں کھڑے ایک چھوٹے سے آدمی کی طرف مرکوز ہو گئی۔ مجھے کچھ نہ سنائی دیا بلکہ یہ محسوس ہوا کہ وہ اس زندہ آدمی کو قتل کرنا چاہتے تھے اور ایک ناگزیر جذباتی لہر مجھے اس آدمی کے قریب لے گئی اور میں اس وقت بیدار ہوا جب میرا باپ عدالت کو خطاب کر رہا تھا۔ وہ اپنے سرخ گاؤن میں شریف آدمی لگتا تھا اور نہ ہی مہربان' اس کے منہ سے لمبے لمبے جملے سانپوں کی طرح مسلسل باہر نکل رہے تھے ۔میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اس معاشرے کے نام پر اس شخص کی موت چاہتا تھا ۔ "اور اسے سر کو نیچے کرنا چاہیئے " لیکن آخر کار اس سے زیادہ فرق نہیں پڑا تھا ۔ اس نے اس کے سر کا تقاضا کیا تھا جو اسے مل گیا تھا ۔ درحقیقت وہ خود اکیلا ہی یہ کام سرانجام نہیں دے رہا تھا ۔میں آخر تک اس کاروائی کا تعاقب کر رہا تھا ۔ اسی طرح میں نے اس بدنصیب سے ایک طرح کی قربت حاصل کر لی تھی جو کسی حد تک پریشان کن تھی اور جسے میرا باپ کبھی تصور میں بھی نہیں لا سکتا ۔ بہرکیف یہ اس کا فرض منصبی تھا کہ وہ قیدی کے آخری لمحات تک اس کا ساتھ دے جسے ایک طرح کا مکرر قتل کہنا زیادہ مناسب ہے۔

"اس دن کے بعد سے میں ریلوے کی ڈائریکٹری کو نفرت سے دیکھنے لگا تھا اس دن کے بعد سے مجھے انصاف سے موت کی سزا سے اور پھانسی سے جھرجھری آنے لگی تھی ۔ اور میں دور ان سر کے ساتھ یہ بحث کرتا کہ میرے باپ نے کئی مرتبہ قاتلوں کی مدد کی ہو گی۔ وہ ان دنوں بہت دیر سے بیدار ہوتا تھا ۔ ان دنوں وہ اپنی گھڑی کو چابی دیتا ۔ میں اپنی ماں سے اس بارے میں بات کرنے کی جرات نہیں کرتا تھا ۔ لیکن میں اب بہتر طور سمجھتا تھا کہ ان کی زندگی میں کوئی قدر مشترک نہیں تھی اور میری ماں دستبرداری کی زندگی بسر کر رہی تھی ۔ یہ دیکھ کر میں نے اسے معاف کر دیا ' جیسا کہ بعد میں نے اپنے آپ سے کہا۔بعدمیں مجھے پتہ چلا کہ اسے معاف کرنے والی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ جب تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی وہ بڑی غریب تھی اور غربت نے اسے دستبرداری کا درس دیا تھا ۔"

" تم شاید یہ سوچ رہے ہو کہ میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس کے بعد میں نے مجبوراً اپنا گھر چھوڑ دیا ۔ نہیں میں کافی مہینے بلکہ ایک سال وہیں رہا لیکن جذباتی طور پر بیمار تھا ۔ ایک شام میرے باپ نے اپنی آلارم والی گھڑی مانگی کیونکہ اسے جلدی بیدار ہونا تھا ۔ رات بھر مجھے نیند نہ آئی ۔

اگلے دن جب وہ گھر آیا تو میں جا چکا تھا ۔

مختصر یہ مجھے اپنے باپ کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں اس نے مجھے تلاش کرنے کے لئے تفتیش شروع کی تھی ۔ میں اس سے ملنے گیا اور کچھ وجوہات بیان کرتے ہوئے اسے بتایا کہ اگر اس نے میری واپسی پر اصرار کیا تو میں خودکشی کرلوں گا ۔ مختصر یہ کہ اس نے مجھے " خود اپنی زندگی بسر کرنے " کی حماقت کے بارے میں لیکچر دیا اس کی آنکھوں سے اخلاص کی وجہ سے آنسو امڈ آئے جنہیں اس نے ضبط کرنے کی کوشش کی۔ نتیجے کے طور پر اس کے کافی عرصہ بعدمیں اپنی ماں کو باقاعدگی سے ملنے آتا اور میں اس سے بھی ملاقات کرتا۔میرا خیال ہے کہ وہ ان ملاقاتوں سے مطمئن تھا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے مجھے اس سے کوئی دشمنی نہیں تھی صرف میں دل میں رنجیدہ تھا۔جب وہ مرگیا تو میں اپنی ماں کے ساتھ رہنے لگا اور اگر وہ زندہ ہوتی تو آج میرے ساتھ وہ رہ رہی ہوتی ۔

میں نے اپنی ابتدائی زندگی کے بیان پر اصرار کیا ہے کیونکہ یہ حقیقی

معانی میں ابتدائی زندگی تھی ۔ اب میں بہت تیزی سے واقعات بیان کرونگا۔میں نے ۱۸ سال کی عمر میں غربت کا مزہ چکھا۔جونہی میں آرام کی زندگی سے باہرنکلا میں نے ہر قسم کی ملازمت تلاش کی کہ اپنی زندگی بسر کرسکوں اورمیں نے اس میں کچھ کامیابی بھی حاصل کی لیکن میری زندگی میں اصل دلچسپی سزائے موت کے بارے میں تھی ۔میں اس سرخ الو سے اپنا معاملہ طے کرنا چاہتا ہوں جس کے نتیجے کے طور پر مجھے تھوڑی سی سیاست کرنی پڑی ۔ مختصر یہ کہ میں ایک طاعون زدہ نہیں بننا چاہتا تھا ۔میرا خیال تھا کہ میں جس معاشرے میں رہتا تھا اس کی بنیاد سزائے موت پر تھی اور اس معاشرتی نظام کے خلاف جنگ کرتے ہوئے میں قتل کے خلاف جدوجہد کر رہا تھا ۔میں اس خیال کا حامل تھا اور دوسروں نے مجھے بتایا تھا کہ میرا یہ تصور ایک حد تک درست تھا ۔ چنانچہ میں ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے لگا جن کو میں پسند کرتا تھا اور جن کے لئے میری محبت کم نہ ہوئی ۔میں نے زندگی کے بیشتر سال ان کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے بسر کئےاور یورپ میں کوئی ایسا ملک نہیں تھا جس کی جدو جہدمیں میں نے شرکت نہ کی ہو۔لیکن یہ ایک دوسری کہانی ہے۔

"بے شک میں جانتا ہوں کہ بعض موقعوں پر ہم بھی سزائے موت سناتے ہیں۔لیکن مجھے یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک نئی دنیا کو وجود میں لانے کے لئے کچھ اموات ناگزیر ہیں جس میں قتل کی اجازت نہیں ہوگی۔۔ایک اعتبار سے یہ بات درست تھی لیکن میں ایسی حقیقت کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔میں جس چیز کے بارےمیں یقین رکھتا تھا اس کے اظہارمیں متامل تھا۔میں الو کے بارےمیں سوچتا تھا اور بعدمیں بھی اس کے بارےمیں سوچتا رہتا تھا۔حتیٰ کہ ایک دن ہنگری میں میں نے پھانسی ہوتے ہوئے دیکھی اور وہی دہلانے والا خوف پھر بیدار ہوا جس سےمیں بچپن سے دوچار ہوا تھا۔اس نے میری آنکھوں کو دھندلا دیا تھا۔

"کیا تم نے کبھی آدمی کو گولیوں کا نشانہ بنتے ہوئے دیکھا ہے؛ نہیں۔ بالکل نہیں۔ ایسے موقعوں پر مدعو کیا جاتا ہے اور پہلے ہی سے محدود چند لوگوں کو منتخب کرلیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تم نے اپنے نظریات تصاویر اور کتابوں سے اکٹھے کئے ہونگے۔ ایک آدمی کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے اور اس کے پیچھے ایک کھمبا ہے اور کچھ فاصلے پر سپاہی کھڑے ہیں۔ تمہیں علم ہے کہ بندوقوں سے پچاس

مسلح سپاہیوں کی پلاٹون موت کی سزا پانے والے سے صرف ڈیڑھ گز دور ہوتی ہے۔ تمہیں علم ہے کہ جسے موت کی سزا ہو اور اگر وہ دو قدم آگے بڑھے تو بندوقیں اس کے سینے کو چھونے لگتی ہیں ۔ تمہیں علم ہے کہ اتنے کم فاصلے پر بندوقچی دل کو اپنا نشانہ بناتے ہیں اور گولی اتنا بڑا سوراخ بنا دیتی ہے کہ اس میں سے تمہارا مکا بھی گزر سکتا ہے۔ نہیں تم نہیں جانتے کہ یہ وہ تفاصیل ہیں جن کے بارے میں گفتگو نہیں کی جاتی۔ طاعون زدہ لوگوں کی نسبت دوسرے لوگوں کی نیند زیادہ اہم ہوتی ہے۔ جو لوگ زیادہ بہادر ہوتے ہیں ان کی نیند کو مخل نہیں کرنا چاہئیے۔ اس پر اصرار بدذوقی ہے اور خوش مذاقی اصرار نہ کرنے پر ہے۔ ساری دنیا اس کے بارے میں جانتی ہے۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس وقت سے لے کر آج تک نہیں سویا۔ یہ برا ذائقہ ابھی تک میرے منہ میں موجود ہے۔ میں اس کی تفصیلات پر اصرار کرتا رہا ہوں۔ باالفاظ دیگر میں اس کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں۔

بہر کیف میں اپنے بارے میں یہ بات جان گیا ہوں کہ طاعون کے اس طویل دورانیے میں میں طاعون میں مبتلا تھا اور میں یہ سمجھتا رہا کہ میری تمام روح طاعون کے خلاف جدوجہد کرتی رہی ہے۔ اس کے برعکس اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں نے ہزاروں افراد کی موت میں ان کی مدد کی ہے۔ میں نے ان عوامل اور اصولوں کی تائید کی ہے جن کے نتیجے کے طور پر یہ اموات واقع ہوئی ہیں۔ دوسرے لوگ اس پر پریشان نہیں ہوئے یا پھر اس کے بارے میں کبھی برجستہ اظہار نہیں کرتے ۔ لیکن میرے حلق میں بات اٹک جاتی ہے ۔ میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں لیکن ہمیشہ تنہا ہوتا ہوں ۔ جب میں اس بارے میں ان سے بات کرتا تو وہ مجھے خاموش رہنے کا مشورہ دیتے ہیں ۔ ان کے اس رویے سے میرے لئے یہ جواز پیدا ہوتا کہ جو کچھ ہو رہا تھا میں اسے ہضم کرلوں۔ میں نے انہیں یہ جواب دیا کہ جو طاعون زدہ ہیں اور سرخ لباس پہنتے ہیں وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس کی حمایت میں شاندار دلائل پیش کرتے ہیں ۔ اگر میں ایک مرتبہ عام طاعون زدہ لوگوں کے نظریہ ضرورت اور اجتماعی بالا دستی کو قبول کرلوں تو پھر میں بڑے لوگوں کی جانب سے پیش کردہ دلائل کی تردید نہیں کر سکوں گا ۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ سرخ لباس پہننے والوں سے سزا موت دینے کے مکمل حقوق ان سے یہ واپس لینے ممکن نہیں ہونگے ۔ یوں لگتا ہے کہ تاریخ نے

میری تائید کی ہے ۔ آج کل مقابلہ اس بات کا ہے کہ کون زیادہ قتل کرتا ہے ۔ اگر وہ چاہیں بھی تو قتل کئے بغیر نہیں رہ سکتے ۔"

جہاں تک میرا معاملہ ہے اس کا تعلق استدلال سے نہیں تھا ۔ اس کا تعلق اس بیچارے الو سے تھا ' یہ گندی مہم جس میں غلیظ طاعون زدہ منہ ایک پابہ زنجیر شخص کو بتا رہے تھے کہ وہ مرنے والا تھا اور انہوں نے اس طرح چیزوں کو منظم کیا تھا کہ وہ واقعی مرنے والا تھا وہ رات فوج کے انتظار میں ذہنی اذیت برداشت کرتا رہا کہ اسے سفاکی سے قتل کر دیا جائے ۔ میرا مسئلہ تھا انسان کے سینے میں مٹھی جتنا بڑا سوراخ ۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے کہ دنیا کی طاقت مجھے قائل نہیں کر سکی کہ میں اس سفاکی کی حمایت کروں ۔ ہاں میں نے آنکھیں بند کر کے اس کا انتخاب کیا جبکہ دن کے وقت اپنا راستہ زیادہ وضاحت سے دیکھ سکتا تھا ۔

اس وقت سے لے کر آج تک مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے ۔ میں بہت سالوں سے شرمندہ تھا ۔ بےحد شرمندہ تھا کہ میں اپنے نیک ارادوں کے باوجود اپنے طور پر ایک قاتل تھا ۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ میں نے محسوس کیا کہ وہ جو دوسروں کی نسبت بہتر تھے وہ خود مارنے والوں میں شامل تھے یا دوسروں کو ایسا کرنے کی اجازت دیتے تھے ۔ یہ ان کی زندہ رہنے کی منطق تھی ۔ ہم اس دنیا میں اپنی انگلی کو حرکت دینے کا خطرہ بھی نہیں مول لے سکتے کہ اس سے کسی کی جان جا سکتی تھی ۔ ہاں میں شرمسار رہا ہوں ' مجھے پتہ ہے کہ ہم سب طاعون کا شکار ہیں اور میرا سکون قلب ختم ہو چکا ہے ۔ میں آج اس کی تلاش میں ہوں ۔ میں دوسرے تمام لوگوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں ۔ میں کسی کا دشمن بننا نہیں چاہتا ۔ مجھے صرف یہی علم ہے کہ ہمیں صرف طاعون سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ اسی میں ہم سکون تلاش کر سکتے ہیں ورنہ ایک اچھی موت ہماری منتظر رہے گی ۔ یہ اور صرف یہی انسان کو نجات دلا سکتی ہے یا انہیں بچا سکتی ہے یا پھر یہ ان کے لئے کم سے کم مضرت رساں ہے یا بعض اوقات ان کے لئے یہ کم نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر اچھی یا بری وجوہات کی بنا پر ان کا انکار کیا ہے جو کسی کی موت کے ذمہ دار ہیں یا دوسروں کی موت کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ اسی باعث یہ وبا مجھے کوئی بات نہیں سکھا سکی ۔

میں اس کے خلاف جنگ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں سائنس سے آگاہ ہوں(ہاں ریو میں زندگی کو اندر اور باہر سے جانتا ہوں) کہ ہر ایک کے اندر طاعون کے جراثیم موجود ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو اس سے محفوظ ہو۔ اور مجھے علم ہے کہ ہم اپنے آپ پر مسلسل نگاہ رکھنی چاہیئے کہ ہم بے دھیانی میں کسی کے منہ کے پاس سانس لیتے ہوئے اسے بیماری میں مبتلا کر دیں۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ یہ ایک میکروب ہے ــــــ باقی رہا معاملہ صحت' سالمیت اور پاکیزگی کا ــــــ یہ سب انسانی قوت ارادی کا نتیجہ ہیں۔ ایک ایسے ارادے کا جسے متزلزل نہیں ہونا چاہیئے۔ دیانت دار آدمی ' وہ جو کسی کو چھوت نہیں دیتا' کم سے کم غافل رہتا ہے۔ اس لئے ایک زبردست قوت ارادی' ایک نہ ختم ہونے والا ذہنی تناؤ کی ضرورت ہے جو بے توجگی کا کم سے کم ارتکاب کرے۔ ہاں 'ریو طاعون زدہ ہونا اک تھکا دینے والی صورتحال ہے اور ایسا نہ ہونا مزید تھکاوٹ کا باعث بنتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج کی دنیا میں ہر شخص تھکا ہوا دکھائی دیتا ہے کیونکہ وہ ایک حد تک طاعون کا شکار ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ طاعون کو اپنے نظام زندگی سے باہر نکالنا چاہتے ہیں کو ہمیں موت کے علاوہ کچھ اورنہیں دے سکتی۔

اس کے بعد مجھے پتہ ہے کہ میرے لئے اس دنیا میں جگہ نہیں ہے۔ اور اس لمحے کے بعدمیں نے قتل کا ارادہ ترک کر دیا ہے اورمیں نے اپنے آپ کو ایک ایسا جلا وطنی کی سزا دی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ میں باقی بات دوسروں پر چھوڑ دیتا ہوں کہ وہ اس کی تاریخ مکمل کریں۔ مجھ میں ایک وصف کی کمی ہے جس باعث میں ایک سوچا سمجھا قاتل نہیں بن سکتا۔ یہ ایک کمی ہے برتری نہیں ہے۔ لیکن میں اب وہی بننا چاہتا ہوں جو کچھ میں ہوں' میں نے ایک طرح کی انکساری سیکھی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس دنیا میں بہت وبائیں ہیں اور اس کے بہت سے شکار ہیں اور جہاں تک ممکن ہے ہمیں ان وباؤں کا ساتھ نہیں دینا چاہیے۔ تمہیں یہ بات شاید بہت آسان دکھائی دے اور میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ اتنی آسان ہوسکتی ہے لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ یہ درست ہے۔میں نے اتنا زیادہ استدلال سنا ہے کہ میرا سرگھوم گیا ہے اور جس سے دوسروں کے سر بھی گھوم گئے ہیں کہ وہ قتل کی حمایت کرتے ہیں۔میرا خیال ہے کہ ہماری ساری مشکلات اس لئے شروع ہوتی ہیں کہ ہم واضح زبان

میں بات نہیں کرتے ، اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ بہت سی وبائیں اور ان کے شکار موجود ہیں ۔میں یہ بیان دے کر بذات خود طاعون کے جراثیم کا حامل ہوں ۔میں ایک معصوم قاتل بننا چاہتا ہوں ۔تم دیکھتے ہو کہ میرے ارادے اتنے بڑے نہیں ہیں ۔

"بیشک ہمیں یہاں ایک تیسری نوع کا اضافہ کرنا چاہیے اور وہ ہیں ڈاکٹر۔یہ بات درست ہے کہ ہمارا ان سے زیادہ رابطہ نہیں ہوتا اور یوں بھی یہ پیشہ کافی مشکل ہے ۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں طاعون کے مریضوں کا ساتھ دوں تاکہ اس طرح جو نقصان ہوا ہے وہ کم ہو ۔ ان کے درمیان رہ کر میں کم سے کم اس تیسری نوع کی شناخت کر سکتا ہوں بالفاظ دیگر میں امن کا راستہ تلاش کر سکتا ہوں "

اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے تارو اپنی ٹانگ کو دھیرے دھیرے ہلا رہا تھا اور اپنا پاؤں ٹریس کے فرش پر مار رہا تھا ۔مختصر خاموشی کے بعد ڈاکٹر اپنی کرسی سے ذرا اٹھا اور اس نے تارو سے پوچھا کہ امن حاصل کرنے کے لئے یہ راستہ کس طرح اختیار کیا جائے ۔

"ہاں اس نے جواب دیا" یہ ہمدردی کا راستہ ہے"

دور سے دو ایمبولنس گاڑیوں کی گھنٹیاں سنائی دیں ۔ اس کے ساتھ ہی ملا جلا شور بلند ہوا ۔جو پتھریلی پہاڑیوں کے نزدیک شہر کی آخری حدود پر جمع ہو رہا تھا ۔ اس وقت ایک ایسی آواز سنائی دی جو گولی چلنے سے مشابہ تھی۔ اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی ریو کو گھومتی ہوئی روشنی کے دو شرارے دکھائی دیئے ۔یوں لگتا تھا کہ ہوا تیزی پکڑ رہی تھی ۔ اور سمندر سے نمک کی بو سے بوجھل ہوا کا جھونکا فضا میں بلند ہو رہا تھا ۔ اسی وقت انہوں نے چٹانوں کے دامن سے لہروں کی تھپتھپاہٹ کا شور سنا ۔

مختصر یہ کہ تارو نے سادگی سے کہا "میری دلچسپی یہ جاننے میں ہے کہ میں کس طرح ولی بن سکتا ہوں ۔ لیکن تم خدا پر یقین نہیں رکھتے ۔بالکل۔کیا خدا کے بغیر انسان ولی نہیں بن سکتا ۔یہی مسئلہ ہے جس کے بارے میں میں آپ کل غور وفکر کر رہا ہوں" ۔

اس جگہ سے آوازیں آرہی تھیں وہاں سے ایک دم روشنی چمکی اور ہوا کا ایک جھونکا اپنے ساتھ غیر معلوم آوازوں کو ساتھ لایا جنہیں ان دو آدمیوں نے سنا۔ روشنی

کی یہ چمک ایک دم مدہم ہو گئی اور اس کے بعد ہلکی سی سرخی پھیل گئی ۔ ہوا رکے کے بعد انسانی چیخیں واضح طور پر سنائی دی گئیں ۔اس کے بعد گولیاں چلنے کی آواز آئی اور ہجوم کا شور سنائی دیا ۔ تارو اپنی جگہ سے اٹھا اور اس شور کو سننے لگا لیکن کچھ نہ سمجھ سکا ۔

"میرا خیال ہے شہر کے دروازوں پر پھر جھگڑا ہوا ہے"۔

"یہ اب ختم ہو گیا ہے" ریو نے کہا

تارو نے بڑبڑا کر کہا کہ کبھی ختم نہیں ہوتا اور اس کے علاوہ اور لوگ بھی زخمی ہو گئے کیونکہ یہ واقعات کا تقاضا تھا ۔

"شاید" ڈاکٹر نے جواب دیا "کہ تمہیں علم ہے کہ میں ولیوں کی بجائے مصیبت زدہ لوگوں کا ساتھی ہوں ۔ تقدس اور بہادری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں، مجھے جس میں دلچسپی ہے وہ انسان ہے ۔ "

" ہاں ہم بھی ایک ہی تلاش میں ہیں لیکن میرا ارادہ اتنا بلند نہیں ہے" ریو کا خیال تھا کہ تارو محض مذاق کر رہا تھا اور اس نے اس کی طرف دیکھا لیکن آسمان سے روشنی کی جو چمک نمودار ہوئی تھی اس میں اس نے ایک سنجیدہ اور غم آلود چہرہ دیکھا ۔ ایک مرتبہ پھر ہوا کا جھونکا آیا ریو نے اپنی جلد پر گرمی محسوس کی ،اور تارو نے جھر جھری لی ۔

" کیا تمہیں علم ہے اس نے کہا کہ "ہمیں اب دوسروں کی خاطر کیا کرنا چاہیے"

"جو بھی تم پسند کرتے ہو" تارو"

"چلو سمندر میں نہائیں کیونکہ مستقبل کے ولی کے لئے یہ ایک بے ضرر سی عیاشی ہے" ۔ ریو مسکرایا اور تارو نے اپنی بات کو جاری رکھا مختصر یہ کہ صرف طاعون کی وبا کے لئے زندہ رہنا محض ایک حماقت ہے ۔ بیشک انسان کو ان متاثر لوگوں کی خاطر جنگ کرنی چاہیے اور اگر وہ ان کے علاوہ کسی اور بات کو خاطر میں نہیں لاتا تو پھر اس جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے ۔

"ہاں" ریو نے کہا اب یہاں سے چلیں۔

ایک لمحہ بعد کار بندرگاہ کے دروازوں کے پاس رکی ۔ چاند طلوع ہو چکا تھا

اور دودھیا آسمان زرد رنگ کے سایوں کو ہر طرف پھیلا رہا تھا ۔عقب میں شہر کی منزلیں دکھائی دے رہی تھی ' ایک بیمار اور گرم سی ہوا کی لہر سمندر کی جانب سے آئی ۔ اس نے اپنے کاغذات ایک گارڈ کو دکھائے جو کافی دیر تک کا معائنہ کرتا رہا ۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک کھلے میدان میں سے گزرتے ہوئے گودی کی طرف جا رہے تھے کہ راستے میں پیپے پھیلے ہوئے تھے ۔شراب اور مچھلی کی بو گودی کی طرف سے آرہی تھی ۔ جب وہ کچھ آگے بڑے تو آوڈین اور سمندری گھاس کی بو سمندر کے قریب کی نشاندہی کر رہی تھی ۔

گودی کے بڑے بڑے بلاکوں کو سمندر کی لہریں تھپتھپا رہی تھی ' جب وہ گودی پر پہنچے تو ان کے سامنے سمندر پھیلا ہوا تھا جو مخمل کی طرح گداز تھا اور ایک وحشی جانور کی طرح چکنا تھا ۔ وہ کھلی فضا کی طرف منہ کر کے چٹان پر بیٹھ گئے ۔ پانی دھیرے دھیرے اونچا نیچا ہو رہا تھا ۔سمندر کے پرسکون تنفس سے سمندر کی سطح پر تیل کے دھبے روشنی میں کبھی ظاہر ہوتے اور کبھی غائب ہو جاتے ۔ ان کے سامنے لامحدود رات تھی ۔ ریو جو اپنے ہاتھوں کے نیچے موسم دیدہ چٹانوں کا چہرہ محسوس کر سکتا تھا ' عجیب و غریب خوشی سے معمور تھا ۔ تارو کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اپنے دوست کے چہرے پر اس قسم کی مسرت دیکھی تھی ۔ ایسی مسرت جو کچھ فراموش نہیں کرتی تھی خواہ وہ قتل ہی کیوں نہ ہو ۔

انہوں نے اپنے کپڑے اتار دیئے اور ریو نے سب سے پہلے چھلانگ لگائی ، اسے پانی سرد لگا لیکن جب وہ پانی کی سطح پر اوپر آیا تو یہ کنکنا تھا ۔ کچھ دیر تیرنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ آج شام سمندر کا پانی کنکنا تھا اور موسم خزاں میں سمندر ساحلوں پر طویل مہینوں کی جمع ہوئی گرمی اپنے اندر جذب کر لیتا ہے ۔ وہ کافی دیر تک تیرتا رہا ۔ اور اس کے پاؤں کی مسلسل حرکت پیچھے جھاگ کے بلبلے چھوڑتی جاتی اور پانی اس کے بازوؤں کو کاٹتا ہوا اس کی رانوں کو چھوتا ۔ پانی میں کسی کے گرنے کے بلند شور سے ریو جان گیا کہ تارو نے بھی پانی میں چھلانگ لگائی تھی ۔

ریو اپنی پشت پر چت لیٹا ہوا الٹے آسمان میں ستاروں کو دیکھ رہا تھا ۔ وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا ۔ پھر اس نے دور سے پانی کی تھپتھپاہٹ کا شور سنا جو رات

کی تنہائی اور خاموشی میں بڑا واضح تھا ۔ تارو اس کے قریب پہنچا اور اس کے تنفس کو سن سکتا تھا ۔

ریو سیدھا ہو گیا اور اپنے دوست کے ساتھ تیرنے لگا لیکن تارو ایک مضبوط تیراک تھا اور ریو کو اس کا ساتھ دینے کے لئے اپنی رفتار بڑھانی پڑتی تھی ۔ کچھ دیر تک وہ پہلو بہ پہلو اسی جوش سے تیرتے رہے ' اس دنیا سے دور اس شہر اور اس کی طاعون سے دور ۔ ریو تیرتا تیرتا رک گیا اور وہ آہستہ آہستہ پیچھے آنے لگے اور انہوں نے اس وقت اپنی رفتار تیز کی جب انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ٹھنڈی یخ لہر کی زد میں تھے ۔ وہ کچھ کہے بغیر سمندر کی اس غیر معمولی تبدیلی میں تیزی سے تیر رہے تھے ۔

انہوں نے اپنے کپڑے پہنے اور کوئی لفظ کہے بغیر واپس جا رہے تھے ۔ ان دونوں کے دلوں میں ہم آہنگی تھی اور انہیں ہمیشہ یہ رات یاد رہے گی ۔ جب انہوں نے طاعون کے چوکیدار کو دیکھا تو ریو نے اندازہ لگایا کہ اس کی طرح تارو بھی یہ سوچ رہا تھا کہ بیماری نے انہیں وقفہ دیا تھا اور یہ بات اچھی تھی ۔ انہیں اب اپنی جدوجہد پھر شروع کرنی تھی۔

۷

ہاں ، طاعون نے کچھ مہلت دی تھی ، طاعون لوگوں کو فراموش نہیں کرتی۔ دسمبر کے مہینے کے دوران اس کے شعلے ہمارے شہریوں کے سینوں میں جل رہے تھے ، جسم سوزی کی بھٹیوں میں جل رہی تھی ، اور یہ خالی ہاتھ پھیلائے ہوئے انسانی سایوں کے کیمپ کو آباد کر رہی تھی ، وہ اپنی لہراتی اور دھیمی چال سے آگے بڑھ رہی تھی ۔ حکام اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے سردیوں کے موسم پر تکیہ کئے ہوئے تھے لیکن وہ سرما کے ابتدائی دنوں کی سختی کے باوجود آگے بڑھتی جا رہی تھی ۔ چنانچہ انتظار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا لیکن زیادہ انتظار کے بعد انسان انتظار کرنا چھوڑ دیتا ہے ، اور سارا شہر اس طرح رہ رہا تھا جیسے اس کا کوئی مستقبل نہیں تھا۔

جہاں تک ڈاکٹر کا تعلق ہے امن اور دوستی کے جو لمحات اس کے حصے میں آئے تھے وہ گریز پا تھے ۔ ایک اور ہسپتال کھول دیا گیا تھا اور ریو کی گفتگو صرف مریضوں کے ساتھ تھی ۔ اس مرحلے پر اس نے ایک تبدیلی دیکھی کہ طاعون پھیپھڑوں کو اپنی گرفت میں لے رہی تھی اور مریض ایک اعتبار سے ڈاکٹروں کی تائید کر رہے تھے ۔ ابتدائی دنوں کی تھکن یا غلطیوں کے زیر اثر آنے کی بجائے انہیں واضح طور پر اپنے مفادات کا احساس تھا اور جو کچھ فائدہ مند تھا وہ اپنے طور پر اس کے دعویٰ دار تھے ۔ وہ مسلسل شراب پینے اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ گرم رکھنے کی کوشش کرتے ۔ اگرچہ دوسروں کی طرح ریو بھی بہت تھکا ہوا تھا لیکن ان حالات میں وہ اپنے آپ کو کم تنہا محسوس کرتا تھا۔

دسمبر کے اختتام پر ریو کو مجسٹریٹ اوتھان کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جو ابھی تک اضافی ہسپتال میں داخل تھا ۔ اس کے بیان کے مطابق اضافی ہسپتال میں اس کے قیام کی مدت ختم ہو چکی تھی اور انتظامیہ کو اس کی ہسپتال میں داخلے کی تاریخ نہیں مل رہی تھی ۔ اور اگر اسے وہاں رہنے پر مجبور کیا جا رہا تھا ۔ تو محض

ایک غلطی ہوئی تھی ۔ اس کی بیوی ابھی ابھی اضافی ہسپتال سے فارغ ہوئی تھی وہ پریفکٹ کے دفتر میں جا کر کئی مرتبہ احتجاج کر چکی تھی لیکن اس کے ساتھ وہ سختی سے پیش آئے ' انہوں نے اسے بتایا تھا کہ دفتر کبھی غلطی نہیں کرتا ۔ ریو نے رامبیر کو کہا کہ اس بارے میں تفتیش کرے ۔ اوتھان کو جلد ہی فارغ کر دیا گیا ۔ حقیقت میں واقعی غلطی ہوئی تھی اس پر ریو کو کافی غصہ آیا تھا ۔ لیکن اوتھان جو بیحد کمزور ہو گیا تھا اس نے اپنا نحیف سا ہاتھ اٹھایا جو کانپ رہا تھا اور دبے الفاظ میں کہا کہ ہر ایک سے غلطی ہو سکتی تھی ۔ ڈاکٹر یہ سوچنے لگا کہ یقیناً کوئی چیز بدل گئی تھی ۔

" مسٹر اوتھان اب تمہارا کیا کرنے کا ارادہ ہے ؟ تمہاری فائل تیار ہے " ریو نے کہا ۔

" کچھ نہیں " مجسٹریٹ نے کہا " میں رخصت پر جانا چاہتا ہوں "

" میں سمجھتا ہوں تمہیں آرام کی ضرورت ہے "

" نہیں ' میں کیمپ میں واپس جانا چاہتا ہوں "

ریو یہ سن کر حیران ہو گیا

" لیکن تم ابھی اس سے باہر نکلے ہو "

" در اصل میں ابھی سمجھا نہیں سکا ۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ کیمپ میں رضا کار سرکاری ملازمین موجود ہیں " ۔

مجسٹریٹ نے اپنی گول گول آنکھیں اٹھائیں اور اپنے بالوں کی ایک لٹ پیچھے ہٹائی ۔

" تم جانتے ہو کہ اس طرح میں مصروف ہو جاؤں گا اور اپنے بیٹے سے جدائی کو کم محسوس کروں گا ۔ "

ریو نے اس کی طرف دیکھا ۔ اس کی درشت اور سطحی آنکھوں میں ایک دم گداختگی ظاہر ہوئی ۔ لیکن اس کی آنکھیں دھندلی ہو گئی تھیں اور ان کی دھات ایسی چمک معدوم ہو چکی تھی ۔

" یقیناً " ریو نے کہا " میں اس کا کچھ بندوبست کرتا ہوں کہ تمہاری یہ خواہش ہے "

ڈاکٹر نے اپنا وعدہ پورا کیا ۔ درحقیقت اس طاعون زدہ شہر کی زندگی

کرسمس تک اپنے معمول پر آ گئی تھی ۔ تارو ادھر ادھر سکون کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا ۔ رامبیر نے ڈاکٹر کو اعتماد میں لاتے ہوئے بتایا کہ ان دو سپاہیوں کی مدد سے خفیہ طور پر اس نے اپنی بیوی سے خط و کتابت کا رابطہ قائم کر لیا تھا ۔ اسے دور دراز سے آیا ہوا خط موصول ہو جاتا ۔ اس نے ریو سے اپنے قائم کردہ نظام سے فائدہ اٹھانے کی پیش کش کی اور ریو نے اس کی بات مان کی ۔ اس نے پہلی مرتبہ کافی مہینوں کے بعد بڑی مشکل سے خط تحریر کیا جسے وہ اپنی زبان میں لکھ رہا تھا جسے وہ بھول چکا تھا ۔ خط ڈال دیا گیا ۔ اس کا جواب آنے میں بڑی تاخیر ہوئی ۔ جہاں تک کوتار کا تعلق تھا وہ اپنے خفیہ لین دین کے ذریعے پیسے کما رہا تھا ۔ جہاں تک گراند کا تعلق تھا اس کے لئے ابھی خوشی منانے کا وقت شروع نہیں ہوا تھا ۔

اس مرتبہ کرسمس کا جشن آسمانی ہونے کی بجائے جہنم کا جشن بن گیا تھا ۔ دوکانیں خالی اور روشنی سے محروم تھیں ۔ مٹھائی کی دوکانیں کی کھڑکیوں میں خالی ڈبے اور مصنوعی مٹھائیاں رکھی ہوئی تھیں ۔ ٹرینیں بے دلی اور مایوس مسافروں سے بھری ہوئی تھیں ، کسی کو گذشتہ کرسمس یاد نہیں تھی ۔ ماضی میں تمام لوگ ، امیر اور غریب اس تہوار میں شرکت کرتے ۔ لیکن اب جشن منانے کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی تھی ، جو صاحب حیثیت تھے وہ سونے کے بھاؤ یہ جگہ حاصل کرتے جو کسی گندی دکان کا پچھلا تہہ خانہ ہوتا ۔ گرجوں میں مناجاتوں کی بجائے التجائیں گونجتیں ۔ افسردہ اور کہر زدہ گلیوں میں کچھ بچے بھاگتے پھر رہے تھے اور وہ اس سے بے عتنا تھے کہ انہیں کسی سے خطرہ تھا ۔ لیکن کسی نے بھی انہیں گزرے وقت کے خدا کو خوش آمدید کہنے کے لئے نہیں کہا تھا جو تحفے لاتا تھا ، جو انسانی دکھ کی طرح سن رسید تھا ۔ تاہم نوجوانوں کی امید کی طرح تازہ تھا ۔ کسی دل میں کسی کے لئے جگہ نہیں تھی سوائے بہت پرانی اور غم آلود امید کے لئے جو انسان کے موت کی طرف سفر کو روکتی ہے اور زندہ رہنے پر اصرار کرتی ہے ۔

بوڑھا گراند گذشتہ شام کو ملاقات کے لئے وقت پر نہیں پہنچ سکا تھا ۔ ریو کو اس بارے میں تشویش ہوئی ، وہ اس کے گھر گیا لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا ۔ اس کے دوستوں کو کہا گیا کہ اس کے بارے میں ہوشیار رہیں ۔ ١١ بجے کے قریب رامبیر ڈاکٹر کو یہ بتانے ہسپتال گیا کہ اس نے دور سے گراند کو گلیوں میں پھرتے

ہوئے دیکھا تھا' وہ پریشان حال تھا ۔ اس کے بعدہ وہ نگاہ سے اوجھل ہوگیا تھا ۔ ڈاکٹر اور تارو اس تلاش کرنے کے لئے گاڑی میں سوار ہوئے ۔

دوپہرکو ریو اپنی کار سے باہرنکلا ' اس نے دور سے گراند کو دیکھا جو ایک شیشے کے شوکیش کے ساتھ چپکا ہوا تھا جس میں لکڑی کے کھلونے رکھے ہوئے تھے ۔بوڑھے اہلکار کی آنکھوں سے آنسو لڑکتے ہوئے چہرے پر پھسلے ہوئے تھے جن سے ڈاکٹر کا دل پسیج گیا کیونکہ وہ ان کے معانی جانتا تھا ۔ اس کی آنکھوں میں گذشتہ کی وہ تصویر نمودار ہوئی جس میں ایک بچہ کرسمس کے دن دوکان کے آگے کھڑا تھا اور ژینی نے جذبات سےمغلوب ہو کر اس کی طرف جاتے ہوئے کہا تھا کہ وہ کتنی خوش تھی ۔ گذشتہ سالوں کے پاتال سے اور اس مایوسی کے قلب سے ' ژینی کی ترو تازہ آواز بلند ہو کرگراند کی طرف بڑھی' ریو جانتا تھا کہ بوڑھا روتے ہوئے کیا سوچ رہا تھا ۔محبت سے خالی دنیا ' ایک مردہ دنیا تھی ۔ اورہمیشہ ایسے لمحات آتے ہیں جب انسان قید ٔسے اپنے کام کاج سے تنگ آ جاتا ہے تو اسے ایک محبت بھرے چہرے کی ضرورت ہوتی ہے 'ایک محبت کرنے والے دل کی چاہت ۔

گراند کو ڈاکٹر کا چہرہ شیشے میں نظرآیا ۔ وہ روتے ہوئے پیچھے مڑا اور ریو کو آتے ہوئے دیکھنے لگا ۔

"اوہ ڈاکٹر "اوہ ڈاکٹر "اس نے کہا

"ریو نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ بات نہیں کرسکتا تھا ۔ یہ غم اس کا ذاتی تھا اور اس کا بے پایاں غصہ اس دکھ کے باعث تھا جس میں سب لوگ شریک تھے ۔

"ہاں " گراند نے کہا

"اس کو خط لکھنے کے لئے مجھے وقت درکار ہے ------- تاکہ وہ جان سکے اور وہ غم کے بغیرخوش رہ سکے ۔"

ریو ایک طرح کی شدت کے ساتھ گراند کی طرف آگے بڑھا ۔ گراند اپنے آپ کو گھسیٹتا ہوا ' بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا ۔

گراند نے کوئی مزاحمت نہ کی اور ٹوٹے ہوئے فقرے بڑبڑاتا رہا بہت دیر تک یہ معاملہ یوں ہی چلتا رہا ۔اکثر یوں ہوتا ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس طرح چلتا رہے" ---- اور پھر ایک دم آہ 'ڈاکٹر ' میرا سکون کچھ اسی طرح کا ہے اور مجھے اپنے

آپ کو نارمل کرنے کے لئے کافی کوشش کرنی پڑتی ہے ۔۔۔ لیکن اب میرے ساتھ بہت کچھ بیت چکا ہے ۔ "وہ رک گیا اس کا سارا بدن مرتعش تھا اور آنکھوں میں ایک طرح کی دیوانگی تھی ۔ ریو نے اس کا ہاتھ پکڑا جو جل رہا تھا ۔

"تمہارے لئے گھر جانا ضروری ہے ۔"

لیکن گراند نے اپنا آپ اس سے چھڑایا ' ایک دو قدم لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا' اپنے گرد چکر لگایا اور نیچے ٹھنڈی فٹ پاتھ پر گر گیا ' اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا جو اب بھی نکل رہے تھے ۔ راہ چلتے مسافروں نے دور سے دیکھا ' وہ جلدی سے رک گئے لیکن آگے بڑھنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے ۔ چنانچہ ریو نے بوڑھے کو اپنے بازوؤں میں لے کر اٹھایا ۔

گراند اپنے بستر میں لیٹا ہوا تھا اور اسے سانس لینے میں دشواری تھی ۔ اس کے پھیپھڑے متاثر ہو چکے تھے ۔ ریو کچھ سوچ رہا تھا ۔ اس بوڑھے ملازم کا کوئی خاندان نہیں تھا ۔ اسے ہسپتال لانے سے کیا فائدہ ؛ وہ وہاں تنہا ہو گا وہ اور تارو اس کی دیکھ بھال کر لیں گے ۔

گراند کا سر تکیے میں دفن تھا ' اس کے رخسار سنہری مائل تھے اور اس کی آنکھوں بے نور تھیں اس کی آنکھیں اس تھوڑی سی آگ پر مرکوز تھیں جو تارو نے ایک ڈبے کو توڑ پھوڑ کر جلائی تھی ۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے "اس نے کہا جب وہ بولنے کی کوشش کرتا تو اس کے پھیپھڑوں سے عجیب و غریب آوازیں نکلتیں ۔ ریو نے اسے بولنے سے منع کرنے کے لئے کہا اور واپس آنے کا وعدہ کیا ۔ بیمار کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی جس میں ایک طرح محبت بھی شامل تھی ۔ اس نے مشکل سے آنکھیں کھولیں اور کہا " ڈاکٹر اگر میں جیت گیا ۔۔۔ ہیٹ سر سے اتار کر "اس کے بعد فوراً وہ غنودگی میں چلا گیا ۔

کچھ گھنٹوں کے بعد ریو اور تارو مریض کو دیکھنے آئے ' جو اپنے بستر میں نیم برہنہ تھا اور ریو اس کا چہرہ پڑھنے سے گریز کر رہا تھا کیونکہ اس پر بیماری کے آثار دمک رہے تھے ۔ تاہم وہ پرسکون دکھائی دے رہا تھا اور اس نے ایک دم عجیب و غریب آواز میں انہیں فوراً اپنا مسودہ لانے کے لئے کہا جو اس نے اپنے دراز میں رکھا

تھا۔ تارو نے اسے کاغذ تھما دیئے جو اس نے اپنی چھاتی کے ساتھ لگائے اور ڈاکٹر کو اس طرح دیئے جیسے اسے یہ پڑھنے چاہئیں ۔ یہ ایک چھوٹی سی دستاویز تھی جو پچاس کاغذوں پر مشتمل تھی ۔ ان کا مشاہدہ کرتے ہوئے ریو نے دیکھا کہ ایک ہی جملے کو بار بار مختلف طریقوں سے لکھا گیا تھا ۔ مئی کا مہینہ گھوڑے پر سوار عورت ' بولاں کے جنگل کی روشیں وغیرہ کو قدرے تصرف کے بعد بار بار لکھا ہوا تھا ۔ اس تصنیف میں اکثر مقامات پر طویل وضاحتی نوٹ بھی لکھے ہوئے تھے ' اور مترادفات کی ایک فہرست بھی شامل تھی ۔ آخری صفحے کے اختتام پر بڑے واضح طور پر لکھا تھا "میری پیاری ژینی ' آج کرسمس ہے اور ---- ' اس کے اوپر بڑے نستعلیق طریقے سے لکھا ہوا تھا " پڑھیے ' گراند نے کہا اور ریو اسے پڑھنے لگا ۔

" مئی کے مہینے کی ایک خوبصورت دوپہر کو ایک دبلی پتلی عورت بولاں کے جنگل کی پھولدار روش پر ایک سیاہ چمکیلی گھوڑی پر سیر کر رہی تھی ---- "

" ٹھیک ہے ؟ "بوڑھے نے بخار آلود آواز میں کہا ۔

ریو نے نگاہیں اوپر اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھا اور وہ بستر پر لوٹنیاں لینے لگا ۔

"ہاں ' مجھے پتہ ہے کہ تم کیا سوچ رہے ہو ' خوبصورت ' لیکن خوبصورت مناسب لفظ نہیں ہے "

ریو نے قمیض کے نیچے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ۔

" نہیں ڈاکٹر ' اس میں بڑی دیر ہو گئی کمرے میں گرمی کی ایک لہر پھیل گئی تھی " ' اب وقت نہیں ہے "اس کی چھاتی دھونکنی کی طرح چل رہی تھی ' پھر ایک دم اس نے چیختے ہوئے کہا " جلا دو " ڈاکٹر کچھ متامل تھا لیکن گراند نے اتنے غمگین اور درد بھرے لہجے میں کہا تو ریو نے بجھتی ہوئی آگ پر یہ اوراق پھینک دیئے ۔ یہ جلنے لگے اور آگ ایک دم بھڑک اٹھی اور کمرے میں گرمی کی ایک لہر پھیل گئی ۔ ڈاکٹر جب اس بیمار کی طرف آیا تو وہ کروٹ پر لیٹا ہوا تھا اور اس کا منہ دیوار کو قریباً چھو رہا تھا ۔ تارو کھڑکی میں سے باہر ایک اجنبی کی طرح دیکھ رہا تھا ۔ سیرم لگانے کے بعد ریو نے اپنے ساتھی کو کہا کہ گراند رات کا مہمان تھا ۔ تارو نے اسے آرام کرنے کے لئے کہا اور ڈاکٹر نے اس کی بات مان لی ۔

تمام رات یہ خیال اس کا تعاقب کرتا رہا کہ گراند مرنے والا تھا۔۔ لیکن اگلے دن تارو نے گراند کو بستر پر بیٹھے ہوئے تارو سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا۔ بخار غائب ہو چکا تھا۔ اس پر صرف نقاہت طاری تھی۔

"آہ ڈاکٹر، میں غلطی پر تھا" گراند نے کہا" میں دوبارہ زندگی شروع کروں گا' مجھے سب کچھ یاد ہے۔"

"ہمیں انتظار کرنا چاہئیے" ریو نے تارو کو کہا۔

لیکن دوپہر تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی شام کو گراند کے بارے میں کہا جا سکتا تھا کہ وہ بچ گیا تھا۔ ریو اس بازیابی کے بارے میں کچھ بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔

ان دنوں ایک مریض ریو کے پاس لایا گیا جس کی حالت اس کی رائے میں نازک تھی اور جونہی وہ ہسپتال میں آیا تھا اسے علیحدہ رکھنا ضروری تھا۔ وہ لڑکی ہذیان بول رہی تھی اور اس میں پھیپھڑوں کی طاعون کے تمام آثار موجود تھے۔ لیکن اگلی صبح اس کا بخار اتر گیا تھا۔ ڈاکٹر گراند کے حوالے سے جانتا تھا کہ صبح کے وقت جو بحالی ہوئی تھی وہ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ اور دوپہر کو اس لڑکی کے بخار میں اضافہ نہیں ہوا تھا۔ ۔ا اور رات کو اس میں صرف چند ڈگری کا اضافہ ہوا تھا۔ اگلے دن یہ پھر نارمل ہو گیا تھا۔ یہ لڑکی اگرچہ کمزور تھی لیکن اپنے بستر میں آرام سے سانس لے رہی تھی۔ ریو نے تارو کو بتایا کہ وہ غیر معمولی طور پر بچ گئی تھی۔ لیکن یہ ایک غیر معمولی بات تھی ۔ اگلے ہفتے میں اس سے ملتے جلتے چار مریض ریو نے دیکھے ۔

ہفتہ ختم ہونے کے بعد جب ریو اور تارو دمے کے اس بوڑھے مریض کو ملنے آئے تو وہ بیحد خوش تھا ۔

" کیا تمہیں یقین آئے گا کہ وہ پھر باہر نکل رہے ہیں "

" کون؟

"چوہے "

اپریل کے مہینے سے شہر میں کوئی زندہ یا مردہ چوہا دکھائی نہیں دیا تھا تارو نے اضطراب کے ساتھ ریو کی طرف دیکھا ۔

" کیا اس کا مطلب ہے یہ معاملہ پھر شروع ہو رہا ہے ؟"

بوڑھا آدمی اپنے ہاتھ مل رہا تھا۔

"انہیں بھاگتے ہوئے دیکھنے میں ایک طرح کی لذت تھی"

اس نے اپنے گھر میں گلی کے دروازے میں سے دو چوہوں کو اندر آتے دیکھا تھا اور اس کے کچھ ہمسایوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے اپنے تہہ خانوں میں چوہوں کو دیکھا تھا۔ بڑھئی کی کچھ دکانوں میں ان کے پنجوں کی سرسراہٹ کو دوبارہ سنا گیا تھا جو چند مہینوں سے غائب ہو چکی تھی۔ ریو بڑے اشتیاق کے ساتھ موت کے ان اعدادوشمار کا منتظر تھا جنہیں ہر پیر کو نشر کیا جاتا تھا۔ ان میں کمی آچکی تھی۔

۱

اگرچہ طاعون کی واپسی غیر متوقع تھی تاہم ہمارے شہریوں کو خوشیاں منانے میں کوئی جلدی نہیں تھی ۔ انہوں نے سختی کے مہینے بسر کئے تھے اور ان میں آزادی کی خواہش بے پایاں تھی تاہم وہ دانشمند ہو چکے تھے اور وہ وباء کے قریبی خاتمے پر اعتماد نہیں کر رہے تھے ۔ بہر کیف تمام کے لبوں پر اس نئے واقعہ کا ذکر تھا اور دلوں میں ایک بہت بڑی امید موجزن تھی جس کا اعتراف نہیں کیا گیا تھا ۔ اس کے علاوہ ہر بات ثانوی تھی ۔ اتنے بڑے واقعہ کی موجودگی میں طاعون کے نئے مریضوں کی اہمیت کم ہو چکی تھی طاعون کے اعدادوشمار میں بھی کمی آچکی تھی ۔ صحت کی طرف واپسی کی ایک علامت ، جس کا برملا اظہار نہیں کیا جا رہا تھا وہ ہمارے شہریوں کی ایک طرح کی لاتعلقی سے طاعون کے بعد شروع ہونے والی زندگی کے بارے میں گفتگو تھی ۔

سارے لوگ اس بات سے متفق تھے کہ گزشتہ زندگی کی سہولتوں کو فوراً حاصل کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ تعمیر کی نسبت تخریب زیادہ آسان تھی ۔ بہر کیف خیال یہ تھا کہ کھانے پینے کی اشیاء کی بہتر فراہمی سے صورتحال بہتر ہو جائے گی جس سے ہر گرہستی کی فوری پریشانی کم ہو جائے گی ۔ لیکن اس معمولی خواہش کے عقب میں بے مہار خواہش موجود تھی اور ہمارے شہری اکثر اس سے آگاہ ہو کر جوش میں کہتے کہ نجات ایک دن میں تو نہیں مل سکتی ۔

حقیقت میں طاعون ایک دن میں ختم نہیں ہوئی تھی ۔ یہ خلاف توقع بہت جلدی ختم ہو گئی تھی ۔ جنوری کے ابتدائی دنوں میں سردی پوری طرح قدم جما رہی تھی اور یوں لگتا تھا کہ شہر کے اوپر سب کچھ شفاف ہو چکا تھا ۔ اور آسمان کبھی بھی اتنا نیلگوں اور صاف نہیں ہوا تھا ، اتوار تک شہر میں روشنی کا طوفان تھا ۔ شفاف فضا میں تین ہفتوں کے دوران موت کے واقعات میں کمی ہو گئی ۔ مختصر وقت میں وہ تمام قوت جس کے ساتھ اس نے گزشتہ مہینوں حملہ کیا تھا ختم ہو رہی تھی ۔

گراند اور ریو کی مریضہ ایسے نامزد مریضوں کے ساتھ اس کی پسپائی، بعض علاقوں میں اس کی چھرہ دستی جبکہ دوسرے علاقوں میں سے دو تین دن پہلے وہ غائب ہو گئی تھی، پیر کے دن مرنے والوں کی تعداد میں اضافہ اور بدھ کے دن تمام کی جان بخشی۔ مختصر یہ کہ اس کی تند و تیز یورش کے بعد ایک دم سکون چھا گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔ ان تمام سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ اس کی قوت ختم ہو رہی تھی اور اس کی مملکت ریزہ ریزہ ہو چکی تھی وہ جس حسابی قطعیت سے حملہ کرتی تھی وہ بھی ختم ہو چکی تھی۔

کاسل کے بنائے ہوئے سیرم سے غیر متوقع کامیابی ہوئی جو ابھی تک حاصل نہیں ہو سکی تھی۔ گذشتہ دنوں میں ڈاکٹروں نے جو اقدام بھی کیئے تھے ان کے خاطر خواہ نتائج نہیں نکلے تھے، اب وہ کافی موثر ثابت ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے طاعون کا حملہ کند ہو گیا تھا۔ تاہم وقتاً فوقتاً طاعون حملہ کرتی اور تین یا چار مریضوں، جو صحت یاب ہونے والے ہوتے، پر اندھی جست لگاتی۔ جب سب کی امید بندھی تھیں تو کچھ بد نصیب لقمہ اجل بن جاتے۔ یہی معاملہ اوتھان مجسٹریٹ کے ساتھ پیش آیا تھا جسے اضافی ہسپتال سے فارغ کیا گیا تھا۔ تارو نے اس بارے میں کہا تھا کہ وہ بد قسمت تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت تارو اوتھان کی زندگی یا موت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وبا ہر طرف سے پیچھے ہٹ رہی تھی اور پریفیکٹور کا اعلان جس میں پہلے دبے الفاظ میں امید کا اظہار کیا گیا تھا اس نے اب مفاد عام میں یہ تصدیق کی تھی کہ بلآخر فتح پائی جا چکی تھی اور وبا پسپا ہو رہی تھی۔ حقیقت میں یہ کہنا دشوار تھا کہ یہ واقعی ایک فتح تھی تاہم صرف یہ کہا جا سکتا تھا کہ وبا جس طرح آئی تھی اسی طرح چلی گئی تھی۔ وہ حکمت عملی جس سے ہم نے اس کا مقابلہ کیا تھا وہ ختم نہیں ہوئی تھی۔ یہ کل بے اثر ہوئی تھی اور آج فتح یاب معلوم ہوتی تھی، کم سے کم یہ تاثر ضرور ملتا تھا کہ اپنے مقاصد حاصل کرنے کے بعد وباء پیچھے ہٹ رہی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنا ہدف حاصل کر لیا تھا۔

اس کے باوجود یوں دکھائی دیتا تھا کہ شہر میں کچھ نہیں بدلا تھا۔ معمول کے مطابق دن بھر خاموشی اور شام کو گلیوں میں اسی ہجوم کی یلغار ہوتی، لوگوں نے اب اوور کوٹ پہنے ہوئے تھے اور سکارف لگا لئے تھے، قہوہ خانوں اور سینماؤں میں وہی رونق تھی۔ لیکن قریب سے دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ ان کے چہرے پرسکون ہوتے اور کبھی کبھار وہ مسکراتے اور اس موقعہ پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ ابھی تک کوئی شخص گلیوں میں نہیں مسکرایا تھا۔

حقیقت میں مہینوں تک شہر کے گرد جو گہری چادر لپٹی ہوئی تھی، اب اس میں شگاف پیدا ہوا تھا اور ہر پیر کے روز جب ریڈیو سنا جاتا تو معلوم ہوتا کہ یہ شگاف پھیلتا جا رہا تھا۔ اب سانس لینا ممکن تھا۔ یہ اگرچہ بالکل منفی تسلی تھی جس کا کوئی فوری اثر نہیں تھا۔ اگر کچھ عرصہ پہلے یہ کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے کشتی یا گاڑی روانہ ہوئی ہے یا کاروں کو سڑکوں پر چلنے کی اجازت ہے تو کوئی اس پر اعتبار نہ کرتا۔ جنوری کے وسط میں اس قسم کے اعلان سے بیشک کوئی چونکا نہ ہوتا۔

لیکن ایک ماہ پہلے اگر یہ اعلان کیا جاتا کہ ٹرین روانہ ہوگئی ہے یا کشتی پہنچ گئی ہے اور کاروں کو دوبارہ سڑکوں پر چلنے کی اجازت دے دی گئی ہے تو اس خبر کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جاتا، وسط فروری میں اس خبر کے اعلان سے کسی کو حیرت نہ ہوتی۔ یہ تغیر بے شک بہت بڑی حقیقت تھا۔ درحقیقت ہمارے شہریوں نے امید کے راستے پر کافی پیش رفت کی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب ایک مرتبہ لوگوں میں ذرا سی امید بھی پیدا ہوتی تو طاعون کی موثر حکمرانی ختم ہو جاتی۔

بہر کیف یہ تسلیم کیا جانا چاہیے کہ جنوری کے مہینے میں ہمارے شہریوں کا ردعمل تضاد سے معمور تھا۔ زیادہ قطعیت سے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ذہنی دباؤ اور جذباتی جوش کے درمیان لڑکھڑا رہے تھے۔ چنانچہ اس وقت جب بیماری کے اعداد و شمار زوال کی طرف تھے لوگوں کے فرار ہونے کی خبریں موصول ہو رہی تھیں۔ یہ بات نہ صرف حکام کے لئے حیران کن تھی بلکہ پہرہ چوکیوں کے سپاہیوں کے لئے بھی کیونکہ وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ درحقیقت وہ لوگ جو اس لمحے فرار ہونا چاہتے تھے وہ حقیقی جذبات کے زیر اثر تھے۔ بعض کے یہاں گہرے شک نے اپنی جڑیں قائم کر لی تھیں جن سے نجات ممکن نہیں تھی۔ کیونکہ اب وہ امید کی گرفت میں نہیں تھے۔ اگرچہ طاعون کی یلغار ختم ہو گئی تھی لیکن وہ اس کے زیر اثر زندگی بسر کر رہے تھے۔

مختصر یہ کہ وہ وقت سے پیچھے تھے، اس کے برعکس دوسرے لوگ یعنی وہ جو ابھی تک اپنے محبوبوں سے دور تنہائی میں رہنے پر مجبور تھے، اتنے مہینے طاعون میں رہنے کے بعد امید کی ہوا نے ان میں بے صبری پیدا کر دی تھی۔ اور ان کا اپنی ذات پر اختیار ختم ہو چکا تھا۔ وہ ایک طرح کی کھلبلی کی گرفت میں تھے کہ وہ اس وقت مر نہ جائیں جبکہ منزل بہت قریب تھی اور ان کو دوبارہ نہ مل سکیں جن سے وہ محبت کرتے تھے۔ اور ان کو اتنے

طویل عذاب کا کوئی معاوضہ نہ مل سکے ۔ ان مہینوں کے دوران ایک مبہم سے حوصلہ کے ساتھ تنہائی اور قید کے باوجود ان کے دلوں میں ابھی تک امید کی کرن روشن تھی' اس نے وہ سب کچھ ریزہ ریزہ کر دیا تھا جو خوف اور امید نہ کر سکے ۔ احمقوں کی طرح انہوں نے طاعون کو شکست دینے کی کوشش کی کیونکہ وہ آخر تک اس کے ساتھ قدم نہیں ملا سکتے تھے ۔

اس دوران لوگوں میں رجائیت کے آثار دکھائی دینے لگے، مثال کے طور پر قیمتیں یک لخت گر گئیں ۔ اقتصادی نقطہ نظر سے اس کمی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا ۔ ہماری مشکلات پہلے کی طرح بدستور قائم تھیں ۔شہر کے دروازے سختی سے بند تھے اور کھانے پینے کی اشیاء کی رسد میں خاطر خواہ بہتری نہ ہوئی تھی ۔ یہ محض ایک نفسیاتی مظہر تھا کہ طاعون کی واپسی کا اثر ہر جگہ محسوس کیا جا رہا تھا ۔لیکن اس کے ساتھ ہی وہ لوگ جو گروہوں کی صورت میں رہتے تھے اور وباء نے انہیں علیحدہ رہنے پر مجبور کیا تھا انہوں نے اس رجائیت سے فائدہ اٹھایا ۔ دو راہب خانوں میں زندگی کا آغاز ہو گیا تھا اور یوں اجتماعی زندگی شروع ہو چکی تھی ۔ اسی طرح فوجیوں کو خالی بیرکوں میں دوبارہ منظم کیا گیا ۔ اور چھاؤنی کی معمول کی زندگی شروع ہو گئی تھی ۔ یہ چھوٹے چھوٹے واقعات دراصل بہت بڑی علامتیں تھیں ۔

۲۵ جنوری تک آبادی اس خاموش اضطراب میں زندگی بسر کرتی رہی ۔ اس ہفتہ کے بعد اعداد و شمار میں کمی آئی اور میڈیکل کمیشن سے مشورہ کیا جانا ضروری ہو گیا کہ یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ طاعون ختم ہو چکی تھی ۔ سرکاری اعلامیے میں لکھا گیا کہ ہمارے شہریوں کی فراست کے پیش نظر پریفکٹ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ شہر کے دروازے حفاظتی اقدام کے طور پر ایک ماہ مزید بند رہیں گے اور ضرورت پڑی تو اس میعاد میں توسیع بھی ہو سکتی تھی ۔۔ تاہم عام خیال تھا کہ یہ حکم محض سرکاری لفاظی تھی ۔ اس عرصے کے دوران جوں کی توں صورت حال کو برقرار رکھا جائے ۔ساری دنیا یہ جانتی تھی کہ یہ جملے محض لفاظی تھے ۔

۲۵ ۔ جنوری کی شام کو شہر خوشی کے جشن سے معمور تھا ۔ اس عمومی خوشی سے ہم آہنگ ہونے کے لئے پریفکٹ نے حکم دیا کہ گلیوں کی روشنیاں جلا دی جائیں جس طرح وہ صحت کے دنوں میں روشن کی جاتی تھیں ۔ ان منور گلیوں میں شہر کے لوگ گروہوں کی صورت میں ہنس رہے تھے اور گا رہے تھے ۔

بہر کیف کچھ گھر ایسے بھی تھے جن کی جھلملیاں بند تھیں اور اہل خانہ ان کے پیچھے باہر کی خوشی کے شور و غوغا کو بھی سن رہے تھے ۔ ان اداس گھروں میں بھی نجات کا

احساس پایا جاتا تھا کیونکہ آخر کار خاندان کے دوسرے لوگوں سے ملنے کا خطرہ بھی تھم گیا تھا کیونکہ اپنے بارے میں فکر مندی کا سایہ ان کے دلوں سے اتر چکا تھا۔ لیکن وہ خاندان جو مسرت کے اس موقعہ پر بھی اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرتے تھے ان کے گھر کا کوئی فرد ہسپتال میں یا اضافی ہسپتال میں یا اپنے ہی گھر میں بیمار تھا اور وہ اس امر کے منتظر تھے کہ طاعون ان کے ساتھ وہی سلوک کرے جو اس نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا۔ بے شک یہ خاندان بھی پر امید تھے لیکن انہوں نے ان امیدوں کو جمع کیا ہوا تھا اور اس وقت تک ان پر تکیہ کرنا نہیں چاہتے تھے جب تک وہ یہ طے نہ کرلیں کہ وہ حق بجانب تھے۔ خاموشی اور جلاوطنی کے دوران انتظار کرتے ہوئے غم اور خوشی میں رقص کرتے ہوئے اپنے اردگرد عمومی خوشی کا جشن بڑا ظالمانہ محسوس ہوتا تھا۔

لیکن یہ مثالیں بہت سے لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکتی تھیں۔ بے شک ابھی طاعون کا خاتمہ نہیں ہوا تھا اور وہ اس کا ثبوت فراہم کرسکتی تھی۔ ابھی تک اپنے تصور میں وہ ہفتوں پہلے گاڑیوں کی سیٹیاں سنتے جو ایک لامتناہی دنیا کی طرف جا رہی ہوتیں اور جہاز بندرگاہ سے چمکتے سمندروں کی طرف روانہ ہونے کے لئے سائرن بجاتے۔ اگلے دن ان کے ذہن خاموش تھے اور دوبارہ شکوک جنم لینے لگے۔ لیکن ایک لمحے کے لئے شہر حرکت میں تھا اور اپنی سیاہ اور جامد بنیادوں سے باہر نکل رہا تھا جہاں اس نے اپنی جڑیں پتھر میں قائم کی ہوئی تھیں اور یہ بلا آخر اپنے بچے ہوئے مسافروں کے بوجھ کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔

اس شام تارو ریو اور رامبیر اور دوسرے لوگ ہجوم کے درمیان چل رہے تھے اور انہیں یہ محسوس ہو رہا تھا کہ ان کے پیروں کے نیچے زمین نہیں تھی۔ بولیوار سے باہر نکلنے کے بعد تارو اور ریو ان سنسان گلیوں میں خوشی کے شور وغوغا کے درمیان پھر رہے تھے اور تھکن کے باعث بند جھلملیوں کے پیچھے لوگوں کے غم اور گلیوں میں دور تک پھیلتی ہوئی خوشیوں میں فرق قائم نہیں کر سکتے تھے۔ وہ نجات جو بہت قریب تھی اس کا چہرہ آنسوؤں اور قہقہوں سے متشکل تھا۔

ایک لمحے جب دور خوشیوں کی چیخ پکار شور وغوغا میں تبدیل ہو رہی تھیں تارو ایک دم رک گیا۔ تاریک فٹ پاتھ پر ایک سایہ آہستہ آہستہ بھاگ رہا تھا۔ یہ ایک بلی تھی جو موسم بہار کے بعد پہلی مرتبہ دکھائی دی تھی۔۔ وہ سڑک کے درمیان رک گئی تھی۔ وہ کچھ ہچکچائی پھر اپنا پنجہ چاٹا اور اسے اپنے دائیں کان تک لے گئی۔ تارو مسکرایا۔ بوڑھا بھی اسے دیکھ کر خوش ہو گا۔

۲

جبکہ طاعون اس گمنام سوراخ میں واپس جا رہی تھی جس سے وہ باہر نکلی تھی اور اگر تارو کی ڈائری کے مندرجات پر اعتبار کرلیا جائے تو تارو اس واپسی سے بہت پریشان تھا۔

سچ بات تو یہ ہے کہ جب سے طاعون کے اعداد وشمار میں کمی آنے لگی تھی اس لمحے کے بعد اس کی ڈائری میں عجیب وغریب اندراجات تھے۔ تھکن یا کسی اور وجہ سے اس کے طرز تحریر کو پڑھنے میں دقت پیش آتی۔ اور وہ کسی تسلسل کے بغیر ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف چھلانگ لگاتا ہے۔ بتدریج پہلی مرتبہ ذاتی وجوہ کی بنا پر اس کی ڈائری میں معروضیت کم سے کم تر ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ کوتار کے بارے میں کافی لمبے اقتباسات کے ساتھ بوڑھے اور بلیاں کا بھی ذکر ہے۔ تارو ہمیں بتاتا ہے کہ طاعون کی وجہ سے اس کی اس بوڑھے میں دلچسپی ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ طاعون کے بعد بھی وہ اس کی دلچسپی کا مرکز تھا۔ لیکن بد قسمتی سے اس کی اپنی وجہ سے تارو کی اس میں دلچسپی ختم ہوتی جا رہی تھی، اس بارے میں تارو کی نیک نیتی پر شک نہیں کرنا چاہیے۔ تارو نے اسے ملنے کی دوبارہ پوری کوشش کی۔ ۲۵ جنوری کی اس شام کے کچھ ہفتے بعد وہ ایک چھوٹی سی گلی کے ایک گوشے میں کھڑا تھا، بلیاں بھی وہاں معمول کے مطابق موجود تھیں جو دھوپ سینک رہی تھیں۔ لیکن مقررہ وقت پر جھلملیاں بند تھیں۔ بعد میں آنے والے دنوں میں تارو نے انہیں کبھی کھلا نہیں دیکھا۔ اس نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ بوڑھا یا تو مرگیا تھا یا پھر اس کھیل سے تنگ آگیا تھا۔ اگر وہ واقعی تنگ آ گیا ہوتا تو پھر وہ صحیح تھا کیونکہ طاعون نے اسے غلط نتیجہ نکالنے پر مجبور کیا تھا۔ اگر وہ مرگیا ہوتا تو پھر یہ پوچھا جاسکتا تھا کہ وہ دمے کی مریض کی طرح ایک ولی تھا؟ تارو اس طرح نہیں سوچتا تھا اس کا خیال تھا کہ اس بوڑھے کا معاملہ ایک طرح کی نشاندہی کرتا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔ "ہم صرف ولی تک پہنچنے کے لئے صرف کوشش کر سکتے ہیں اور یہ ضروری ہے کہ ہم میں تھوڑی سی شیطانیت اور سخاوت ہونی چاہیے"

کوتار کے بارے میں اس کے بہت سے مشاہدات ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں اور ان میں گراند کے بارے میں بھی کچھ باتیں درج ہیں ۔ وہ اب بیماری سے صحت یاب ہو چکا تھا اور واپس کام پر اس طرح جا چکا تھا جیسے کچھ نہیں ہوا تھا ——————— اور دوسرے مندرجات میں ڈاکٹر ریو کی ماں کاذکر بھی ہے ۔ اس کی ڈائری میں اس بوڑھی عورت کی باتیں بھی قلمبند کی گئیں ہیں' اس کی مسکراہٹ اس کے طاعون کے بارے میں خیالات کو بڑی دیانتداری سے لکھا گیا ہے جب وہ اس کے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہتا تھا ۔ تارو اصرار کرتا ہے کہ ریو کی ماں بڑی بے نام شخصیت کی حامل تھی ، وہ اپنی باتوں کو نہایت ہی سیدھے سادھے الفاظ میں بیان کرتی تھی ۔ وہ ایک خاص کھڑکی میں شام کو بالکل سیدھا ہو کر بیٹھتی' اس کے ہاتھ اس کی گود میں ہوتے اور آنکھیں گلی میں مرکوز ہوتی حتیٰ کہ شام کے جھٹپٹے سے کمرے معمور ہو جاتا اور وہ سرمئی روشنی میں ایک سایہ بن جاتی' ایک سیاہ بے حس و حرکت دھبہ جو تاریکی میں گھل مل جاتا ۔ وہ اس سبک پائی کا ذکر کرتا ہے جس سے وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جاتی تھی ۔ اس نے تارو کے سامنے کبھی بھی اپنی فیاضی کا ثبوت نہیں دیا تھا لیکن جو کچھ وہ کرتی اس کی جھلک اس میں دکھائی دیتی ۔ تارو کے مطابق وہ سب کچھ جانتی تھی لیکن اس پر غور نہیں کرتی تھی ۔ اتنی خاموشی اور تاریکی کے ساتھ وہ کسی نا معلوم روشنی کے ارتفاع پر رہتی خواہ طاعون ہی کی کیوں نہ ہوتی ۔۔ یہاں پہنچ کر تارو کا طرز تحریر ناقابل خواند ہو جاتا ہے ۔ جو کچھ اس نے لکھا اسے پڑھنے میں دشواری پیش آتی ہے ۔ اور اپنی ذات میں ضبط کی کمی کا ثبوت اس کی ڈائری کے آخری اندراجات میں ملتا ہے ۔ وہ پہلی مرتبہ اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں گفتگو کرتا ہے ۔ "وہ مجھے میری ماں کی یاد دلاتی ہے ۔ مجھے اپنی ماں میں خود فراموشی سب سے زیادہ پسند تھی ۔ آٹھ برس ہو چکے ہیں میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ فوت ہو چکی ہے ۔ اس نے معمول سے کچھ زیادہ خود فراموشی سے کام لیا ۔ جب میں واپس آیا تو وہ موجود نہیں تھی ۔"

اب کوتار کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔ جب سے طاعون کے اعداد و شمار میں کمی آئی ہے وہ ریو کے پاس مختلف کاموں سے آتا رہا ہے ۔ لیکن ہر مرتبے وہ ریو سے مطالبہ کرتا کہ وہ طاعون کی رفتار کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرے ۔ "کیا تمہیں یقین آجائے گا کہ وہ کسی پیشگی اطلاع کے بغیر ختم ہو جائے گی ۔" وہ شک میں مبتلا تھا اس لئے اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دینا چاہتا تھا ۔ لیکن وہ پیہم سوال پوچھتا رہا جس سے یہ ظاہر ہوتا

ہے کہ وہ اس بارے میں اتنا پر یقین نہیں تھا جتنا وہ ظاہر کرتا تھا۔ جنوری کے وسط میں ریو نے قدرے رجائیت کا اظہار کیا تھا لیکن کوتار اس سے خوش نہیں تھا اور ہر موقعہ پر اس کا رد عمل مختلف تھا جس میں بدمذاقی اور مایوسی بھی شامل تھے۔۔ نتیجے کے طور پر ریو نے اسے یہ کہنے پر مجبور کیا تھا کہ اعداد و شمار کی وجہ سے جو بہتر علامتیں دکھائی دیتی ہیں ان کے باوجود ہم فتح کا نعرہ نہیں لگا سکتے تھے۔

"دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے" کوتار نے کہا" پتہ نہیں کہ وہ کس وقت پھر شروع ہو سکتی ہے۔"۔

"ہاں، بالکل اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ صحت یابی کی رفتار میں تیزی آجائے"۔

وہ عدم یقین اور اضطراب، جو سب کے لئے پریشان کن تھا، وہ کوتار میں کم ہوتا گیا۔۔ وہ تارو کے سامنے اپنے علاقے کے تاجروں سے گفتگو کرتا جس کا مطلب تھا کہ وہ ریو کی رائے کو نشر کرے۔۔ اسے ایسا کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آ رہی تھی کیونکہ وہ سچائی پر تھا۔ پریفکتور کے اعلان کے بعد جوش و خروش مدہم پڑ گیا تھا اور بہت سے ذہنوں میں شکوک پیدا ہوئے تھے اور ان کے اضطراب سے کوتار بھی اسی طرح مطمئن ہو گیا تھا جس طرح اس نے دوسرے موقعہ پر ان کے پست حوصلوں کا منظر دیکھا تھا۔

"ہاں" اس نے تارو کو کہا" وہ دروازے کھولیں گے اور مجھے پیچھے گرا دیں گے"

۲۵ جنوری تک لوگوں نے اس کے کردار میں بعض تبدیلیاں دیکھیں وہ عام طور پر اپنے علاقے کے لوگوں سے جلدی دوستی کر لیتا تھا لیکن اب اس نے تمام سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے آپ میں رہنے لگا تھا۔ اب وہ ریستوراں میں نظر آتا نہ تھیٹر میں اور نہ ان قہوہ خانوں میں جن کا وہ شیدائی تھا۔ چنانچہ وہ اس مبہم اور محدود زندگی کا آغاز نہ کر سکا جو طاعون سے پہلے اس کا معمول تھی۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ میں بند رہتا اور ایک قریبی ریستوراں میں دوپہر کا کھانا کھاتا۔ وہ شام کو خاموشی سے باہر نکلتا، اپنی ضروریات زندگی خریدتا اور سنسان گلیوں میں وہ پھرتا رہتا۔ سوائے اتفاق اس کی ایک دو مرتبہ تارو سے ملاقات ہوئی لیکن گفتگو چند الفاظ تک محدود رہی لیکن بعد میں کسی ظاہرا تبدیلی کے بغیر وہ لوگوں میں گھل مل گیا اور طاعون کے بارے میں کھلے بندوں بات کرتا اور ہر ایک سے اس بارے میں اس کی رائے پوچھتا اور پھر خوش و خرم لوگوں کے ہجوم میں کھو جاتا۔

جس دن پریفکتور نے اعلان کیا تھا کوتار ہجوم میں سے غائب ہو گیا تھا۔ ایک دو

دنوں بعد اسے تارو گلیوں میں اسے گھومتے پھرتے ہوئے ملا اور اسے مضافات تک جانے کے لئے کہا۔ تارو جو دن کے کام کاج سے تھکا ہوا تھا کچھ ہچکچایا۔ لیکن اس نے اصرار کیا اور اونچی آواز میں باتیں کرنے لگا۔ اس کے ہاتھوں کی حرکات سے اضطراب نمایاں تھا۔ اس نے اپنے ساتھی سے پوچھا کہ پریفکتور کے اعلان کے بعد طاعون واقعی ختم ہو جائے گی۔ تارو نے جواب دیا کہ سرکاری اعلان کے ساتھ طاعون ختم نہیں ہو سکتی۔ تاہم کسی قدر معقولیت کے بعد کہا "ہو سکتا تھا کہ حادثات سے قطع نظر طاعون ختم ہونے والی تھی۔"

"ہاں" حادثات سے قطع نظر۔ حادثات کا ہمیشہ امکان رہتا ہے۔"

تارو نے بتایا کہ ان کے پیش نظر حکام نے مزید پندرہ دن دروازے بند رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔

"انہوں نے بڑی دانشمندی کا ثبوت دیا ہے۔" تارو نے افسردگی سے کہا۔ "جس انداز سے معاملات چل رہے ہیں ان کے پیش نظر کچھ نہ ہی کہنا بہتر ہے"

تارو نے اتفاق کیا" لیکن بہتر ہے کہ دروازے کھول دیئے جائیں تاکہ معمول کے مطابق زندگی کو شروع کیا جاسکے۔"

"ٹھیک ہے " کوتار نے جواب دیا" لیکن معمول کی زندگی سے تمہاری کیا مراد ہے۔"

"سنیماؤں میں نئی فلمیں" تارو نے مسکرا کر کہا۔

لیکن کوتار اس بات پر نہ مسکرایا۔ وہ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ طاعون کی وجہ سے شہر میں کوئی تبدیلی آئی تھی؟۔ تارو کا خیال تھا کہ شہر میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

بے شک ہمارے شہریوں کی یہ بے پایاں خواہش تھی اور یہی رہے گی کہ شہر میں کچھ نہ بدلے۔ اور یک اعتبار سے کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ ایک دوسرے نقطہ نظر سے آدمی ہر بات کو فراموش نہیں کر سکتا اگر وہ ایسا کرنے کی کوشش بھی کرے۔ اس پر کوتار نے برجستہ کہا کہ اسے دلوں میں دلچسپی نہیں تھی کیونکہ وہ دل کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہت تھا کہ انتظامیہ بدل جائے گی اور تمام انتظامی امور پہلے کی طرح چلنے لگیں گے۔ تارو نے یہ اعتراف کیا کہ اس بارے میں اسے کچھ علم نہیں تھا۔۔ اس کا خیال تھا کہ وہ انتظامی امور جو وبا کے دوران الٹ پلٹ ہو گئے تھے انہیں ٹھیک ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔۔ لیکن یہ بات قابل فہم تھی کہ نئے مسائل کی بدولت پرانے نظام میں تبدیلیاں لانی ضروری تھیں۔۔

"آہ" کوتار نے کہا "یہ ممکن ہے۔ تمام دنیا کو ازسرنو شروع کرنا چاہیئے"۔ یہ دونوں سیر کرتے ہوئے کوتار کے گھر کے پاس پہنچ گئے۔ وہ بڑا خوش تھا اور رجائیت کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شہر اپنی زندگی پھر صفر سے شروع کرے گا اور لوگ اپنے ماضی کو بھول جائیں گے۔

"خیر" تارو نے کہا" شاید تمہارے سارے معاملات ٹھیک ہو جائیں اور ایک اعتبار سے تم نئی زندگی کا آغاز کر سکو۔"۔

وہ دروازے پر کھڑا ہاتھ مل رہا تھا۔

"تم صحیح کہتے ہوئے" کوتار نے کہا جو پہلے سے زیادہ مضطرب تھا۔"زندگی کو صفر سے شروع کیا جائے، یہ ایک اچھی بات ہے"۔

دونوں ایک تاریک گیلری سے باہر نکل رہے تھے۔ تارو کے پاس اپنے ساتھی کی بات سننے کا وقت نہیں تھا۔ اس کے ساتھی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔:

"یہ دونوں لڑکے اب کیا چاہتے ہیں؟"۔ ان لڑکوں کے طور طریقے سرکاری ملازموں ایسے تھے اور انہوں نے اعلیٰ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے کوتار سے پوچھا کے اس کا نام کوتار تھا۔۔ وہ گھٹی ہوئی آواز میں بولا اور رات کی تاریکی میں غائب ہو گیا۔ تارو اور اس کے دو ساتھی حیران نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ تارو نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتے تھے۔ انہوں نے شائستگی سے محتاط طریقے سے کہا کہ انہیں کچھ خصوصی اطلاعات چاہیئے تھیں اور وہ کسی قدر عجلت کا اظہار کر کے تاریکی کی اس سمت میں چلنے لگے جہاں سے تارو غائب ہوا تھا۔

گھر پہنچ کر تارو نے اس واقعہ کی تفصیل قلمبند کی۔ وہ لکھتا ہے کہ "اسے اور بہت سے کام کرنے ہیں۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اور اس نے اپنے آپ کو سوال کیا اگر وہ اس کے لئے تیار تھا۔ـــــــ"یہاں تارو کی ڈائری ختم ہو جاتی ہے ـــــــ وہ لکھتا ہے کہ"ہمیشہ ایسا لمحہ آتا ہے جب انسان کا حوصلہ بہت کمزور ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اسی لمحے سے خائف ہوتا ہے۔"

۳

اگلے دن دروازے کھلنے کی مقررہ تاریخ سے کچھ دیر پہلے ، ریو گھر آیا اور اس ٹیلیگرام کے بارے میں پوچھنے لگا جس کا وہ منتظر تھا۔ اگرچہ اس کے شب و روز اتنے تھکا دینے والے نہیں جتنے طاعون کے عروج کے دوران تھے۔ تاہم حتمی آزادی کے انتظار نے ساری تھکن دور کر دی تھی۔ وہ پر امید تھا اور خوشی محسوس کر رہا تھا انسان ہمیشہ اپنے تناؤ کی حالت میں نہیں رہ سکتا کہ اس کی قوت ارادی اور اعصاب شکستہ ہو جاتے ہیں۔ آخر کار اپنے آپ کو آرام دینے میں ایک مسرت ہے کہ ان اعصاب اور پٹھوں کو سکون دیا جائے جو جنگ میں تنے ہوئے تھے۔ جس ٹیلیگرام کا وہ منتظر تھا اگر اچھی خبر لاتی تو ریو زندگی دوبارہ شروع کر سکتا تھا اور اس کی رائے میں ساری دنیا دوبارہ زندگی شروع کر رہی تھی۔

وہ کونسیر کے کمرے کے آگے سے گزرا۔ نئے کونسیر کا چہرہ کھڑکی سے لگا ہوا تھا، وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے ریو نے اس کا چہرہ دیکھا جو تھکن کی وجہ سے زرد تھا اور محرومی کا شکار تھا۔

"ہاں ، وہ دوبارہ زندگی شروع کرے گا ایک دفعہ یہ ابہام ختم ہو جائے اور اگر اس کی قسمت اچھی ہوتی ۔۔۔۔ وہ ان خیالات میں مگن تالا کھول رہا تھا کہ اس کی ماں اسے بتانے آئی کہ تارو کی طبیعت اچھی نہیں تھی ۔ وہ صبح اٹھا تھا لیکن باہر نکل نہیں سکا تھا ۔ اور پھر بستر میں لیٹ گیا تھا۔ ریو کی ماں اس کے بارے میں متفکر تھی۔

"شاید وہ اتنا بیمار نہیں ہے" اس کے بیٹے نے کہا۔

تارو بستر میں لیٹا ہوا تھا اور اس کا بھاری سر تکیے میں دھنسا ہوا تھا اور کمبلوں کے نیچے اس کا مضبوط سینہ ابھرا ہوا تھا۔ اسے بخار تھا اس کے سر میں درد تھا۔ اس نے ریو کو کہا کہ اس کی حالت غیر واضح تھی جو طاعون کی علامات ہو سکتی تھیں۔ اس کا طبی معائنہ کرنے کے بعد ریو نے کہا

"ابھی تک تو کوئی خاص بات نہیں ہے"

تارو کو بےحد پیاس لگی تھی۔ کاریڈور میں ڈاکٹر نے اپنی ماں سے کہا

"ہوسکتا ہے کہ یہ طاعون کا آغاز ہو"

"آہ، یہ ممکن نہیں ہے"

اس کے بعد اس نے فوراً کہا۔

"برنار ہمیں اس کی حفاظت کرنی چاہیے"

ریو سوچنے لگا۔

"اگرچہ اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے لیکن شہر کے دروازے کھلنے والے ہیں اگر تم یہاں نہ ہوتیں تو یہ ذمہ داری میں لے لیتا۔"

"برنار" اس کی ماں نے کہا "تم ہم دونوں کو یہیں رہنے دو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں نے ایک اور ٹیکہ لگوایا ہے"

ڈاکٹر نے کہا کہ تارو نے بھی لگوایا ہے لیکن ممکن ہے کہ تھکن کی وجہ سے اس نے آخری ڈوز نہ لگوائی ہو یا مناسب حفاظتی اقدام نہ لئے ہوں۔ ریو پہلے ہی اپنے مطب میں جا چکا تھا۔ جب وہ کمرے میں دوبارہ آیا تو اس کے ہاتھ میں سیرم کی بڑی بڑی بوتلیں تھیں۔

"اچھا یہ ہے وہ" اس نے کہا

"نہیں، ہمیں خطرہ مول نہیں لینا چاہیے"

تارو نے جواباً اپنا بازو اس کے سامنے پھیلا دیا اور ایک لمبا ٹیکہ لگوانے کے لئے تیار ہو گیا جیسے ریو دوسرے مریضوں کو لگا چکا تھا۔

"ہم اس کا اثر شام تک دیکھیں گے" ریو نے تارو کے چہرے کی طرف دیکھا

"ریو مجھے علیحدہ کرنے ---------"

"یہ حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ تمہیں طاعون ہے۔" تارو مشکل سے مسکرایا۔

"یہ پہلی مرتبہ ہے میں نے مریض کو علیحدہ کئے بغیر سیرم کا ٹیکہ لگتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ریو دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"میں اور میری ماں تمہاری دیکھ بھال کریں گے تم یہاں اچھے ہو جاؤ گے۔"

تارو خاموش رہا۔ ریو ٹیکوں کو ڈبے میں ڈال رہا تھا کہ وہ بات کرے۔ لیکن تارو نے پھر کچھ نہ کہا۔ آخر کار ریو اس کے بستر کے پاس گیا۔ بیمار نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا

چہرہ تھکا ہوا تھا لیکن اس کی سرمئی آنکھیں پر سکون تھیں۔ ریو اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"تم اب سو جاؤ، میں ابھی آتا ہوں"۔ دروازے پر پہنچ کر اس نے تارو کی آواز سنی جو اسے بلا رہا تھا۔ وہ اس کی طرف مڑا۔ لیکن یوں لگتا تھا کہ تارو جو کچھ کہنا چاہتا تھا اسے ضبط کر رہا تھا۔

"ریو" اس نے کہا "جو سچ ہے وہ مجھے بتاؤ، میں اس پر انحصار کرتا ہوں"

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں"

تارو کے بھاری بھرکم چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی

"شکریہ، میں مرنا نہیں چاہتا، میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اگر مجھے اس کھیل میں ہارنا ہی ہے تو میری آخرت تو اچھی ہو گی" ریو نے جھک کر اس کا کندھا دبایا

"نہیں" اس نے کہا "ولی بننے کے لئے زندہ رہنا ضروری ہے اس لئے تمہیں جنگ کرنی ہے"

اس دن موسم میں کافی سردی تھی لیکن بعد میں اس کی شدت کچھ کم ہو گئی تھی، ایک دم ژالہ باری اور پھر بارش ہونے لگی تھی۔ شام کو آسمان کچھ صاف ہوا اور سردی میں اضافہ ہو گیا۔ اپنا اوورکوٹ پہنے ہوئے ریو اپنے دوست کے شب خوابی کے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی ماں سویٹر بن رہی تھی۔ تارو اپنی جگہ سے نہ ہلا لیکن اس کے ہونٹ بخار سے سفید ہو چکے تھے جو جدوجہد کی غمازی کر رہے تھے۔

"اب؟" ڈاکٹر نے کہا

تارو نے بستر سے نکل کر اپنے بھاری بھرکم شانے سکیڑ کر کہا "آخر کار میں اپنی بازی ہار گیا ہوں۔"

ڈاکٹر اس پر جھک گیا۔ اس کی جلد کے نیچے گٹھلیاں ابھر رہی تھیں اور اس کی چھاتی زیر زمین بھٹی کی طرح چل رہی تھی۔ تارو میں دو عجیب و غریب طرح کی علامتیں ظاہر ہوئی تھیں۔ ریو سیدھا کھڑا ہو گیا۔ سیرم کو ابھی اتنا وقت نہیں ملا کہ اپنا اثر دکھاتا۔ بخار کی تیزی کی وجہ سے تارو کے حلق میں وہ لفظ ڈوبے ہوئے تھے جو وہ بولنا چاہتا تھا۔ رات کے کھانے کے بعد ریو اور اس کی ماں مریض کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے لئے رات کا آغاز ایک جدوجہد سے شروع ہوا۔ ریو بھی جانتا تھا کہ طاعون کے فرشتے کے ساتھ یہ جنگ صرف صبح تک جاری رہنا تھی۔ تارو کے مضبوط شانے اور چوڑی چکلی چھاتی اس کے بہترین ہتھیار

نہیں تھے لیکن جلد ہی اس کا خون جو ریو کے ٹیکے کی وجہ سے باہر ٹپکا تھا، اس میں کوئی چیز تھی جو روح سے بھی زیادہ مضبوط تھی جس کی وضاحت کوئی علم نہیں کر سکتا تھا ۔ اب ریو کے لئے صرف یہی رہ گیا تھا کہ وہ اپنے دوست کی جدوجہد کا نظارہ کرے ۔ اب ریو کو یہ کرنا تھا کہ وہ گلٹھیلوں کو پکنے دے ۔ بہت سے مہینوں کی مسلسل ناکامیوں کے بعد اس نے یہ سیکھا تھا کہ ان کی قدر و قیمت کا انحصار ان کی تاثیر پر تھا ۔ حقیقت میں اب ریو کے پاس مدد کا صرف یہی طریقہ تھا کہ وہ ان اتفاقات پر تکیہ کرے جو عام طور پر خوابیدہ ہوتے ہیں جب تک انہیں انگیخت نہ کیا جائے ۔ چنانچہ یہ ضروری تھا کہ قسمت کی طرفداری کی جائے ۔ کیونکہ ریو طاعون کے اس چہرے سے روبرو تھا جو اس کی پریشانی کا باعث تھا ۔ ایک مرتبہ پھر وہ اپنے خلاف تمام حکمت عملیوں کا پانسہ پلٹ رہی تھی ۔ وہ ایسی ایسی جگہوں پر نمودار ہو رہی تھی جو غیر متوقع تھیں اور ان جگہوں سے پسپا ہو رہی تھی جہاں اس نے بظاہر اپنے قدم جما لئے تھے ۔ ایک مرتبہ پھر اس کی یلغار نے حیران کر دیا تھا ۔

تارو بے حس و حرکت پڑا جدوجہد کر رہا تھا ۔ رات بھر ایک مرتبہ بھی اس نے بے چین ہو کر بیماری کا مقابلہ نہیں کیا تھا، وہ اپنی تمامتر خاموشی اور جسامت کے ساتھ اس کا مقابلہ کر رہا تھا ۔ ایک مرتبہ بھی اس نے منہ سے اپنے خصوصی انداز میں نہیں کہا تھا کہ اس کی ہمت جواب دے رہی تھی ۔ ریو اپنے دوست کی آنکھوں سے، جو کبھی بند ہوتی تھیں اور کبھی کھلتی تھیں، اس جدوجہد کے مختلف مراحل کا جائزہ لے رہا تھا ، کبھی اس کی پلکیں آنکھوں کے گیندوں کے ساتھ مضبوطی سے لپٹی ہوتیں یا اس کے برعکس بالکل کھلی ہوتیں اور کسی ایک چیز پر یا پھر ڈاکٹر یا اس کی ماں پر مرکوز ہو جاتیں ہر مرتبہ جب ڈاکٹر کی نگاہیں اس سے دوچار ہوتیں تو تارو بڑی کوشش سے مسکراتا ۔

ایک لمحے کے لئے گلی میں تیز چلتے قدموں کی آواز سنائی دی ۔ یوں لگتا تھا کہ وہ دور سے آتی ہوئی گڑگڑاہٹ کی طرف بھاگے ہوئے جا رہے تھے جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی تھی ۔ اور گلی بارش کی سرسراہٹ سے بھر گئی تھی ۔ بارش کے ساتھ ژالے فٹ پاتھ پر شور مچانے لگے تھے ۔ کھڑکیوں پر لٹکے ہوئے پردے پھڑ پھڑا رہے تھے ۔ کمرے کے ایک تاریک گوشے میں ریو بارش کی وجہ سے کچھ مضطرب ہو کر ایک مرتبہ پھر تارو کے بارے میں سوچنے لگا جس کے چہرے پر بیڈ لیمپ کی روشنی پڑ رہی تھی ۔ اس کی ماں سویٹر بنتی اور کچھ کچھ وقفے کے بعد سر اٹھا کر بیمار کی طرف توجہ سے دیکھتی ۔ ڈاکٹر وہ سب کچھ کر چکا تھا جو اس

کے لئے کرنا ممکن تھا ۔ بارش کے بعد کمرے میں گہری خاموشی پھیل گئی تھی جو ایک غیر حتمی جنگ کے خاموش اضطراب سے معمور تھی ۔ بے خوابی سے تھکے ہوئے ڈاکٹر نے محسوس کیا کہ وہ خاموشی کی آخری حدود پر بیٹھا ہوا متواتر سانسوں کا شور سن رہا تھا جو وبا کے دوران اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ۔ اس نے اپنی ماں کو اشارہ کیا کہ وہ بھی سو جائے ۔ اس نے سر ہلا کر انکار کیا اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں ، اس کے بعد احتیاط سے اس نے اپنی سوئیوں سے لگائے گئے ٹانکوں کا معائنہ کیا جس کے بارے میں اسے یقین نہیں تھا ۔ ریو بیمار کو پانی پلانے کے لئے اٹھا اور پھر واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا ۔

اس خاموشی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باہر لوگ فٹ پاتھ پر تیزی سے چل رہے تھے ۔ پہلی دفعہ ڈاکٹر نے یہ محسوس کیا کہ یہ ایمبولنس کی آواز کے بغیر اور دیر سے آنے والے مسافروں سے بھری ہوئی ٹرین تھی ، یہ رات ماضی کی ایک رات تھی ، وہ رات جو طاعون سے تہی تھی ۔ اسے یوں لگا کہ سردی اور لوگوں سے دور گلی کی روشنیوں سے بچتی ہوئی طاعون نے اس گرم کمرے میں پناہ لے لی تھی اور اپنا آخری حملہ تارو کے بے حس و حرکت جسم پر کر رہی تھی ۔ یہ طاعون اب آسمان اور مکانوں کو زیر نہیں کر رہی تھی ۔ لیکن یہ آہستہ آہستہ اس کمرے کی بیمار ہوا میں سرسرا رہی تھی ، اور ریو دیر سے اس کی مراقبت میں تھا ۔ اور اب وہ انتظار میں تھا کہ یہاں بھی عجیب و غریب سرسراہٹ ختم ہو جاتی ، اور یہاں بھی طاعون نے اپنی شکست تسلیم کر لیتی ۔ صبح ہونے سے کچھ پہلے ڈاکٹر نے جھک کر اپنی ماں سے کہا ۔

"بہتر ہے کہ تم آرام کر لو کیونکہ ۲ بجے تم نے میری جگہ لینی ہے ، تم سونے سے پہلے اپنی دوائی کے قطرے پی لو ۔"

ریو کی ماں اپنی جگہ سے اٹھی ، سویٹر کو لپیٹا اور اپنے بستر کی طرف بڑھی ۔ تارو نے کچھ دیر پہلے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی تھیں ۔ اس کی ابھری ہوئی پیشانی پر پسینے کی وجہ سے بال چپکے ہوئے تھے ۔ ریو کی ماں نے آہ بھری اور اس نے اپنی آنکھیں کھولیں ۔ اس نے ایک مہربان چہرے کو اپنے اوپر جھکے ہوئے دیکھا ۔ بخار کی متحرک لہروں کے نیچے سے ایک مسکراہٹ جھانک رہی تھی ۔ لیکن جلد ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئیں ۔ ریو تنہا اس کرسی پر بیٹھ گیا جو اس کی ماں نے خالی کی تھی ۔ باہر گلی خاموش تھی اور خوابیدہ شہر سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی ۔ صبح کی سردی کمرے میں پھیل رہی تھی ۔

ڈاکٹر اونگھنے لگا لیکن بہت جلدی ہی صبح کی گاڑی کی گڑگڑاہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی ۔ قدرے کانپتے ہوئے اس نے تارو کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ ایک وقفہ تھا اور بیمار بالکل سویا ہوا تھا ۔ لوہے کے پہیے اور لکڑی کے پہیے اور گھوڑا گاڑی کے پہیوں کا شور دور سے سنائی دے رہا تھا ۔ ابھی تک دریچے پر تیرگی کا دباؤ تھا ۔ جب ڈاکٹر بستر کی طرف بڑھا تو تارو نے تاثرات سے تہی نگاہوں سے اس شخص کی طرح دیکھا جو ابھی نیند کی سرحد پر تھا ۔

کیا تم سوئے نہیں ہو؟" ریو نے اس سے پوچھا

"ہاں"

تمہیں سانس ٹھیک آرہا ہے؟

"کچھ کچھ ------ کیا اس سے کچھ بات بنتی ہے؟"

ریو کچھ دیر کے لئے خاموش رہا ۔

"نہیں تارو ، اس سے کچھ پتہ نہیں چلتا ، میری طرح تمہیں بھی علم ہے کہ صبح کے وقت بیماری کی واپسی عارضی ہوتی ہے"

تارو نے اس بات کی تصدیق کی ۔

"شکریہ" اس نے کہا ۔ مجھے "ہمیشہ صحیح صحیح جواب دیا کرو ریو" بستر کے پاؤں کی طرف بیٹھا تھا ، وہ پاس لیٹے مریض کی سخت اور اکڑی ٹانگوں کو محسوس کر رہا تھا جو ایک مردے کی مانند تھیں ۔ تارو زور زور سے سانس لے رہا تھا

"بخار پھر چڑھنے والا ہے ، ریو کیا ایسا نہیں؟" اس نے اکھڑے ہوئے سانس سے کہا

"دوپہر کو اصل صورتحال کا پتہ چلے گا

تارو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں جیسے وہ اپنے تمام قوت کو مجتمع کر رہا تھا ۔ اس کے چہرے پر تھکن کے آثار پھیلے ہوئے تھے ۔ وہ بخار کے تیز ہونے کے انتظار میں تھا جو پہلے ہی اس کے وجود میں کہیں موجزن تھا ۔ جب اس نے اپنی آنکھیں کھولیں اس کی نگاہیں دھندلا گئی تھیں ۔ ان میں اس وقت روشنی پیدا ہوئی جب ریو اس کے اوپر جھکا ہوا تھا ۔

"پانی پیو گے" اس نے کہا ۔

وہ سر جھکا کر پانی پینے لگا

"یہ لمبا قصہ لگتا ہے" اس نے کہا

ریو نے اس کا بازو پکڑا، لیکن تارو کا منہ دوسری طرف مڑ چکا تھا اور اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہ کیا۔ اسے ایک دم بخار چڑھا اور اس کا ماتھا تپنے لگا جیسے اس کا اندر کا بند ٹوٹ گیا ہو۔ جب تارو کی نگاہیں ڈاکٹر کی طرف مڑیں اور اس نے مشفقانہ حوصلہ افزائی کا تاثر دیا۔ تارو نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن جو خشک لعاب میں جکڑے ہوئے جبڑوں اور لبوں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اس کے سخت چہرے پر صرف چمکتی ہوئی آنکھوں میں روشنی اور حوصلہ تھا۔

ساتھ بجے ریو کی ماں کمرے میں داخل ہوئی۔ ڈاکٹر اٹھ کر آپریشن کے کمرے میں گیا، ہسپتال ٹیلیفون کر کے اپنا نعم البدل طلب کیا۔ اس نے اپنے طبی معائنے بھی ملتوی کر دیئے پھر کچھ دیر تک آپریشن کے کمرے میں کاوچ پر بیٹھا رہا۔ پانچ منٹ کے بعد وہ شب خوابی کے کمرے میں گیا تارو کا چہرہ ریو کی ماں کی طرف تھا جو پاس بیٹھی ہوئی تھی اور جس کے ہاتھ اپنے دامن میں تھے۔ کمرے کی تاریکی میں وہ تاریکی کا دھبہ لگ رہی تھی۔ ریو اسے بڑے اشتیاق سے دیکھ رہا تھا۔ ریو کی ماں اپنے لبوں پر انگلی رکھ کر اٹھی اور بیڈ لیمپ بجھا دیا۔ پردوں کے عقب میں دن تیزی سے طلوع ہو رہا تھا اور بیمار کا چہرہ واضح طور پر دکھائی دیتا تھا، ریو کی ماں نے دیکھا کہ تارو کی آنکھیں اس پر مرکوز تھیں۔ اس نے جھک کر لحاف ٹھیک کیا اور جب سیدھی کھڑی ہونے لگی تو ایک لمحے کی لئے اس نے تارو کے گیلے اور خمیدہ بالوں کو چھوا۔ اسے دور سے ایک گھٹی ہوئی آواز سنائی دی جس نے "شکریہ" کہا اور یہ کہ اب سب کچھ ٹھیک تھا۔ جب وہ دوبارہ بیٹھ گئی تو تارو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اور اس کے سز بمہر لبوں کی ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ویران چہرے پھر پھیل گئی۔ دوپہر کے وقت بخار اپنے پورے عروج پر تھا۔ ایک طرح کی غدودی کھانسی سے بیمار کا سارا وجود ہلنے لگا تھا۔ وہ خون تھوک رہا تھا۔ اس کے پھوڑوں میں سوجھن کم ہو گئی تھی لیکن وہ ابھی تک موجود تھے، اور جوڑوں میں لوہے کے گولوں کی طرح گڑے ہوئے تھے اور ریو کے خیال انہیں باہر نکالنا ممکن نہیں تھا۔ بخار اور کھانسی کے وقفے کے دوران، تارو دور سے اپنے دوستوں کو دیکھ رہا تھا لیکن جلد ہی اس کی آنکھیں کم سے کم کھل رہی تھیں اور وہ روشنی جو اس کے ویران چہرے کو منور کر رہی تھی تھی، ہر مرتبہ اس کی پیلاہٹ میں اضافہ کر رہی تھی۔ طوفان اس کے بدن کو زد و کوب کرتا ہوا تشنج پیدا کر رہا تھا، اس کی روشنی کم ہو رہی تھی اور تارو اس طوفان کی تہ میں بھٹک رہا تھا۔ اب ریو کے سامنے ایک چہرے کی بجائے ایک ماسک

ایسا چہرہ تھا جس سے مسکراہٹ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی تھی اس کے سامنے یہ انسانی جسم جسے طاعون کے نیزوں نے گھائل کیا تھا اور جسے طاعون انسانی آگ چاٹ رہی تھی، جسے آسمان کی مکروہ ہواؤں نے بد وضع کر دیا تھا، یہ اس کی نگاہوں کے سامنے وباء کے تاریک طوفان میں بے بس تھا۔ اور جب انجام قریب پہنچا تو ریو آنکھوں میں بے بسی کے آنسوؤں کی وجہ سے تارو کو نہ دیکھ سکا جس کا چہرہ دیوار کی طرف مڑ گیا تھا جو ایک عجیب وغریب چیخ کے ساتھ دم توڑ چکا تھا جیسے کسی نے اس کے اندر کا تار کاٹ دیا تھا۔

اگلی رات جدوجہد کی نہیں تھی، یہ خاموشی کی رات تھی۔ دنیا سے منقطع اس کمرے میں کفنائی ہوئی لاش کے پاس ریو اس حیران کن سکون کے بارے میں سوچ رہا تھا جو طاعون کے آغاز سے کچھ دن پہلے ٹریس پر شہر کے دروازوں پر دنگا فساد کے بعد اس نے محسوس کیا تھا۔ وہ پہلے ہی اس خاموشی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو ان بستروں سے بلند ہو رہی تھی جہاں لوگ دم توڑ رہے تھے۔ گھمبیر سا وقفہ، وہی خاموشی تھی جو جنگ کے بعد ہوتی ہے۔ یہ شکست کی خاموشی تھی، جو اتنی گھمبیر تھی اور راتوں کو گلیوں کی اور شہر کی خاموشی کی مانند تھی جسے بالآخر آزادی حاصل ہوئی تھی۔ ریو کو یقین ہو چکا تھا کہ اس مرتبہ شکست حتمی تھی جو جنگوں کے اختتام تک پہنچاتی ہے اور امن کو بذات خود ایک ایسے دکھ میں تبدیل کر دیتی ہے جو لاعلاج ہوتا ہے۔ آخر کار ڈاکٹر یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ تارو کو سکون نصیب ہوا تھا یا نہیں، تاہم اس صورتحال میں ریو کو یقین ہو گیا تھا کہ خود اسے کبھی سکون نہیں ملے گا۔ کیونکہ ایک ماں جس کا بیٹا جدا ہو چکا ہے یا وہ شخص جس نے اپنے دوست کو دفن کیا ہے اس کے لئے جنگ ختم نہیں ہوتی۔

باہر وہ ہی رات تھی جو خنک تھی، روشن آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے سردی سے منجمد تھے۔ نیم تاریک کمرے میں شیشے میں سے اترتی ہوئی خنکی کو محسوس کیا جا سکتا تھا، قطبی رات کا بھیانک سانس سنائی دے رہا تھا۔ بستر کے قریب ریو کی ماں اپنے خاص انداز میں بیڈ لیمپ کی دائیں جانب خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ کمرے کے درمیان روشنی سے دور ریو اپنی کرسی پر بیٹھا منتظر تھا۔ اسے اپنی بیوی کا خیال آیا لیکن ہر مرتبہ اس نے اسے جھٹک دیا۔

رات کے شروع ہوتے ہی راہگیروں کے قدموں کا شور، منجمد ہوا میں گونجنے لگا تھا۔

"کیا تم نے سارے کام کر لئے ہیں؟" ریو کی ماں نے کہا،

"ہاں، میں نے ٹیلیفون کر دیا ہے"

اس کے بعد دونوں خاموشی کی مراقبت کرنے لگے۔ ریو کی ماں وقتاً فوقتاً اپنے بیٹے پر نگاہ ڈالتی وہ مسکرا دیتا۔ باہر گلی کا معمول کا شور خاموشی کے سکون کو توڑ رہا تھا۔ اگرچہ مکمل طور پر اجازت نہیں دی گئی تھی تاہم بہت سی گاڑیاں سڑکوں پر گھومنے لگی تھیں، ان کے پہیے تیزی سے پتھریلی سڑک پر گھسیٹتے ہوئے سنائی دیتے، یہ شور غائب ہو جاتا اور پھر سنائی دیتا۔ آوازیں، التجائیں، پھر خاموشی، گھوڑے کے سموں کا شور، ٹراموں کے گھسیٹتے ہوئے پہیے، مبہم سرسراہٹ، ایک مرتبہ پھر رات کا تنفس۔

"برنار؟"

"ہاں۔"

"تم تھک نہیں گئے؟"

اسے پتہ تھا کہ اس کی ماں کیا سوچ رہی تھی کہ وہ اس سے محبت کرتی تھی۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ کسی سے محبت کرنا کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے یا یہ کہ محبت کا کبھی بھی بھرپور طریقے سے اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے وہ اور اس کی ماں ایک دوسرے سے خاموشی سے محبت کرتے تھے۔ ایک دن وہ یا اس کی ماں مر جائیں گے، اور زندگی بھر ایک دوسرے سے اپنی محبت کے اظہار میں اس سے آگے نہیں جا سکیں گے۔ اسی طرح وہ تارو کے پہلو میں زندہ رہا تھا جو آج شام انتقال کر چکا تھا اور ان کی دوستی کو اتنی مہلت نہیں ملی تھی کہ اسے بسر کیا جا سکے۔ تارو اپنے کہنے کے مطابق بازی ہار چکا تھا۔ لیکن ریو نے کیا حاصل کیا تھا؟ اس نے جو کچھ حاصل کیا تھا طاعون شناسائی اور اس کی یاد، دوستی کو یاد رکھنا الفت اور اسے نبھانے کا قرض۔ اسے وہ سب کچھ حاصل ہوا جو کسی کو طاعون اور زندگی کے کھیل میں ملتا ہے۔ یہ آگہی اور یاد تھی۔ شاید یہ وہ بازی تھی جس کے جیتنے کے بارے میں تارو کہتا تھا؟ ایک اور کارگزاری اور ریو کی ماں اپنی کرسی میں ذرا سی ہلی۔ ریو اسے دیکھ کر مسکرایا۔ اس نے ریو کو یقین دلایا کہ وہ تھکی ہوئی تھی اور فوراً یہ کہا

"تمہیں پہاڑوں پر جا کر طویل مدت تک آرام کرنا چاہیے۔

"ہاں، ماں"

اس کے ساتھ زندہ رہنا جس کا وقف ہو ماورا جس کی یاد تازہ ہو اور جس سے امید

وابستہ ہو اس سے دوری --- کیا یہ بازی جیتنا ہے ۔ بیشک تارو اسی احساس کے ساتھ رہا تھا اور اسے سرابوں کے بغیر الگ زندگی کی بنجر پن کا شعور تھا ۔ امید کے بغیر سکون ممکن نہیں تھا ۔ اور چاہے کوئی بھی ہوا. بھلا کہنے کا حق دیتے کے لئے تیار نہیں تھا۔

ہاں واقعی وہ وہاں آرام کرے گا ۔ کیوں نہیں ؟ یہ ایک نئی یاد ہو گی ۔ اگر اس کا مطلب یہ تھا تو پھر یہ ایک مقابلہ جیتنے کے مترادف ہے ۔ لیکن آدمی جسے جانتا ہے اسے یاد رکھنا اور جس سے امید وابستہ کی گئی ہو اس سے دور رہ کر زندہ رہنا کتنا مشکل ہے ۔ بیشک تارو اسی طرح زندہ رہا تھا اور اسے علم تھا کہ سرابوں سے نئی زندگی کتنی بنجر تھی ۔ امید کے بغیر سکون نہیں ملتا ۔ تارو جو انسانوں کو کسی دوسرے کو سزا دینے کے حق کو تسلیم نہیں کرتا تھا ، تاہم وہ جانتا تھا کہ کوئی سزا دینے کو روک نہیں سکتا اور بعض دفعہ سزا یافتگاں خود قاتل بن جاتے ہیں ۔ تارو عمر بھر انتشار میں زندہ رہا تھا۔ وہ امید سے آشنا نہیں تھا ۔ کیا اس لئے وہ ولی بننے کا خواہشمند تھا اور انسان کی خدمت کرنے میں سکون کا متلاشی تھا؟ ریو یچ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا ۔ اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا ۔ تارو کی صرف یہی یاد اس کے ذہن میں تھی کہ ایک شخص اپنی کار کا سٹیرنگ مضبوطی سے پکڑے ہوئے چلا رہا تھا یا ایک چوڑا چکلا آدمی جواب بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا زندگی کی حدت اور موت کا نقش ، یہ آگاہی ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ صبح ڈاکٹر ریو نے اپنی بیوی کی موت کی خبر کو پرسکون طریقے سے سنا تھا ۔ وہ اپنے دفتر میں تھا ۔ اس کی ماں کم و بیش بھاگتی ہوئی اس کے پاس ٹیلیگرام لے کر آئی تھی اور پھر وہ ٹیلیگرام لانے والے کو بخشش دینے لگی تھی ۔ جب وہ واپس آئی تو اس کے بیٹے کے ہاتھ میں کھلی ٹیلیگرام تھی ۔ اس نے ریو کو دیکھا لیکن اس کی آنکھیں دریچے پر مرکوز تھیں ایک خوبصورت صبح سمندر کے اوپر پھیل رہی تھی ۔

"برنار" ریو کی ماں نے کہا

ڈاکٹر نے اس کی طرف پریشان نگاہوں سے دیکھا۔

"ٹیلیگرام ؟ اس نے پوچھا

"ہاں آٹھ دن ہوئے ہیں"

ریو کی ماں نے اپنا سر دریچے کی طرف کیا ۔ ڈاکٹر خاموش رہا پھر اس نے اپنی ماں کو رونے سے منع کیا ، وہ اس کا متوقع تھا لیکن اسے برداشت کرنا مشکل تھا ۔ اور یہ کہتے

ہونے اسے علم تھا کہ یہ دکھ اس کے لئے اپنا نہیں تھا بہت مہینوں سے، گزشتہ دو دنوں سے
یہ دکھ مسلسل تازہ ہو رہا تھا۔

۴

آخر کار فروری کی ایک خوشنما صبح شہر کے دروازے کھول دیئے گئے تھے جس کا خیر مقدم لوگوں نے، اخباروں نے اور انتظامیہ نے ایک اعلامیہ جاری کر کے کیا تھا۔ اب یہ اس داستان گو کی باری تھی کہ وہ خوشی کے ان لمحات کا ذکر کرے جو دروازے کھلنے کے بعد پیدا ہوئے تھے، اگرچہ وہ خود ان لوگوں میں سے تھا جن کو ان میں شرکت کی پوری آزادی تھی۔ خوشی کے ان لمحات کو منانے کے لئے صبح و شام تک تقریبات کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اسی وقت ٹرین سٹیشن پر روانہ ہونے کے لئے تیار تھیں اور دور دراز کے سمندروں سے آئے ہوئے جہاز ہماری بندر گاہ کا رخ کرنے لگے تھے۔ جو ایک اعتبار سے ان کے لئے وصل کا ایک عظیم لمحہ تھا جن کے دلوں میں جدائی خلش رہی تھی۔۔

یہاں بآسانی جدائی کے اس احساس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو ہمارے شہریوں کے دلوں میں آباد تھی۔ دن کے دوران جو ٹرین ہمارے شہر میں داخل ہوتیں وہ اتنی ہی لدی پھندی تھیں جتنی وہاں سے روانہ ہوتیں۔ اس دن سے ہر ایک نے اپنی نشست محفوظ کرالی تھی لیکن وبا کے ان دو ہفتوں کے دوران اس خوف سے لرزاں تھا کہ کہیں انتظامیہ اپنا فیصلہ نہ بدل لے۔ بعض مسافر جو شہر میں داخل ہوئے تھے وہ ابھی تک اپنے خدشات کی گرفت میں تھے کیونکہ وہ اپنے عزیزوں کے مقدر سے آشنا تھے۔ باقی وہ سب کو، اس شہر سمیت، نظر انداز کر رہے تھے۔ لیکن یہ بات اس لوگوں کے بارے میں درست نہیں جن کے جذبات وبا کے دوران سرد نہیں ہوئے تھے۔

محبت کرنے والے صرف ایک ہی تصور سے بندھے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک صرف ایک ہی چیز میں تبدیلی آئی تھی۔ ان کی جلاوطنی کے دوران وقت ان کی منشا کے خلاف سست رفتار تھا اور وہ ہمیشہ اسے سبک پا دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن اب شہر ان کی نگاہ میں تھا اور وہ وقت سست رفتار دیکھنا چاہتے تھے، وہ ہر ایک لمحے کے تعطل کے متمنی تھے۔ جونہی ٹرین کی بریکیں لگیں، ان کے جذبات بیک وقت مبہم اور تکلیف دہ تھے اور ان مہینوں میں

ان کی زندگی محبت سے محروم رہی تھی' اس لئے وہ اپنے آپ ایک طرح کے معاوضے کا مستحق سمجھتے تھے۔ کہ خوشی لمحات کو انتظار کے لمحات کے مقابلے میں دوگنا سست رو ہونا چاہیئے۔ جو کوئی بھی ان کا کمرے میں یا پلیٹ فارم پر منتظر تھا بے تاب یا منتشر تھا، موخر الذکر میں رامیز بھی شامل تھا جس کی بیوی دو ہفتے پہلے ہی صورتحال بھانپ کر چلی گئی تھی اور واپس آنے کی تیاری میں مصروف تھی۔ رامیز بھی اس کا ارتعاش محسوس کر رہا تھا کہ اسے ایک ایسی محبت اور عقیدت سے ملنا تھا جو طاعون کے وبا کے دنوں میں بتدریج ایک خوش وضع تجرید بن گئی تھی جو اس کا سہارا تھی۔

اس کی خواہش تھی کہ وقت پیچھے چلا جائے اور وہ وہی شخص بن جائے جس کے ذہن میں وبا کے ابتدائی دنوں میں یہی خواہش تھی کہ وہ بھاگتا ہوا شہر سے باہر نکل جائے اور اس سے ملے جو اس کی محبت تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی بدل چکا تھا اور طاعون نے اس میں ایک طرح کی لاتعلقی پیدا کر دی تھی جسے وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ رد کرنے کی کوشش کرتا مگر جو ایک گہرے دکھ کی طرح اس پر حاوی رہتی ایک اعتبار سے اسے یہ احساس تھا کہ طاعون بہت جلدی ختم ہو گئی تھی اور اسے اپنے آپ کو بحال کرنے کی مہلت نہیں ملی تھی۔ ایک دم خوش نصیبی چلی آئی تھی۔ واقعات انتظار کے لمحات کے برعکس بڑی تیزی سے گذر رہے تھے۔ رامیر کا خیال تھا کہ چشم زدن میں اس کا سب کچھ بحال ہو جائے گا اور خوشی وہ شعلہ ہے جس سے لطف نہیں اٹھایا جاسکتا۔

تمام لوگ کم و بیش اس کی طرح محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ اب سب کی جانب سے بات کی جائے' ان لوگوں کے بارے میں جو پلیٹ فارم پر تھے ان کی شخصی زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ تاہم ان میں معاشرتی ربط قائم تھا وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے، آنکھوں کے اشارے کرتے۔ جونہی انہوں نے سٹیشن پر ٹرین میں سے دھواں نکلتے ہوئے دیکھا تو غیر واضح اور خوشی کے وفور سے ان کا جلاوطنی کا احساس ختم ہوا۔ اور جب ٹرین اسٹیشن پر آرکی تو وہ ناختم ہونے والی جدائیاں، جن کا آغاز اسی پیلٹ فارم سے ہوا تھا' اس لمحے ختم ہو گئیں جب پر اشتیاق بازوان جسموں کے گرد لپٹ گئے جن کے دھڑکتے ہوئے خدوخال وہ بھول چکے تھے۔ رامیر کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ کھلے ہوئے بازوؤں کو اپنی طرف بڑھتا ہوئے دیکھے جو پہلے ہی اس کے سینے پر رکے ہوئے تھے۔ رامیر نے اسے پہلے ہی اپنے بازوں میں لیا ہوا تھا' اس کے سینے کے ساتھ ایک سر لگا ہوا تھا جس کے

صرف مانوس بال نظر آرہے تھے'اس کے آنسو بہنے لگے تھے لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ آنسو اس کی خوشی کے تھے یا اس طویل دکھ کا نتیجہ تھا'اس نے ضبط کیا ہوا تھا۔ تاہم اسے یقین تھا کہ یہ کندھے کے ساتھ لگے ہوئے چہرے کی تصدیق کی اجازت نہیں دیں گے کہ یہ وہی تو جسے وہ خواب میں دیکھا کرتا تھا یا یہ کوئی اجنبی چہرہ تھا۔ بعد میں اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس کا شبہ حقیقی تھا یا نہیں سر دست وہ ارد گرد میں موجود دوسرے لوگوں کی مانند ہونا چاہتا تھا جو یہ یقین کئے ہوئے تھے، کہ طاعون آئی اور چلی گئی لیکن یہ لوگوں کے دل میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ایک دوسرے کو پہلوؤں میں لئے ہوئے وہ اپنے گھروں میں داخل ہوئے۔ وہ تمام دنیا و مافیہا سے بے اعتنا'طاعون پر فتح پانے کا احساس لئے'افسردگی کو اور ان کے دکھ کو فراموش کرتے ہوئے جو اسی ٹرین سے آئے تھے اور جن کا کوئی منتظر نہیں تھا'اپنے گھروں میں اس خوف کی تصدیق کر رہے تھے،جو ایک طویل خاموشی کی بدولت ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔اب موخرالذکر کا واحد ساتھی ان کا نیا دکھ تھا۔اور وہ جو اس لمحے ایک دوسرے وجود کی دائمی غیر حاضری کی یاد کو گلے لگائے ہوئے تھا ان کا معاملہ بالکل مختلف تھا'جدائی کا جذبہ اپنے عروج کو چھو چکا تھا۔ لیکن ان ماؤں'خاوندوں'بیویوں اور محبت کرنے والوں کے لئے ابھی تک طاعون ختم نہیں ہوئی تھی کہ خوشی ان کے ساتھ رخصت ہو چکی تھی جو اس وقت گمنامی کے گڑھے میں تھے یا راکھ کے ڈھیر کے نیچے دفن تھے۔

لیکن ان تنہائیوں کے بارے میں کون سوچتا تھا؟ صبح کے وقت جب خنک ہوا تھی اسے دوپہر کو سورج نے زیر کر لیا تھا۔ دوپہر کو ساکت روشنی پھیل رہی تھی۔ دن رکا ہوا تھا۔پہاڑیوں پر قلعے میں نصب توپیں ساکت آسمان کی طرف دھواں اگل رہی تھیں۔ تمام شہر خوشی منانے کے لئے اس لمحے باہر امڈا ہوا تھا۔امتحان کا لمحہ ختم ہو چکا تھا لیکن ابھی فراموشی کے لمحات شروع نہیں ہوئے تھے۔

لوگ تمام جگہوں پر رقص کر رہے تھے۔چوبیس گھنٹوں میں ٹریفک بہت زیادہ ہو گئی تھی اور کاروں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا تھا جو تنگ گلیوں میں بڑی مشکل سے چل رہی تھیں۔ تمام دوپہر شہر کا گھنٹہ گھر مسلسل گھنٹے بجاتا رہا جس کے ارتعاش سے نیلگوں آسمان بھر گیا تھا۔ درحقیقت تمام گرجا گھروں میں نماز تشکر ادا کی جا رہی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی تفریح کی ساری جگہیں بھری ہوئی تھیں۔ ریستوران آنے والے کل سے بے اعتنا شراب کا آخری ذخیرہ بھی لنڈھا رہے تھے۔ان کے کاونٹروں کے سامنے مست لوگوں کا

ہجوم تھا جو کسی کو خاطر میں لائے بغیر ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے، تمام چیخ رہے تھے یا ہنس رہے تھے۔ وہ آج کے دن اپنی نجات کی فتح منانے کے لئے ان جذبات کا کھلے دل سے اظہار کر رہے تھے جو گزشتہ میں رکے ہوئے تھے اور ان کا ذہن مراقبت میں تھا۔ اگلے دن زندگی اپنی تمامتر پابندیوں کے ساتھ شروع ہونے والی تھی۔ لیکن اس وقت زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ لوگ یہاں شان بشانہ اخوت کا اظہار کر رہے تھے۔ موت جس مساوات کو حاصل نہیں کر سکی تھی اسے نجات پانے کی خوشی نے چند گھنٹوں میں حاصل کر لیا تھا۔

لیکن یہ دنیاوی خوشی اس دن شہر کی زندگی کے ایک رخ کو پیش کرتی تھی۔ سہ پہر کو لوگ گلیوں میں پھر رہے تھے ان میں راہبیر اور اس کی بیوی کے پر سکون رویے میں ایک طرح کا اطمینان تھا جو لطیف مسرت کا ترجمان تھا۔ یوں لگتا تھا کہ بہت سے خاندان اور بہت سے جوڑے خوش خرامی کر رہے تھے۔ درحقیقت وہ ان تمام کی ترجمانی کر رہے تھے ا ان مقامات کی جذباتی کر رہے تھے جہاں انہوں نے دکھ اٹھایا تھا۔ وہ نئے آنے والوں کو طاعون کے حملے کے مبہم نشانات دکھا رہے تھے۔ بعض حالتوں میں طاعون سے بچنے والے گائیڈ کا کام کر رہے تھے۔ جنہوں نے طاعون کے دوران بہت کچھ دیکھا تھا وہ اس کے خطرات کو برملا بیان کر رہے تھے۔ یہ مسرتیں بے ضرر تھیں۔ ان کے علاوہ ایسے راستے بھی تھے جن سے کسی عاشق کی تلخ یادیں وابستہ تھیں۔ وہ اپنے ساتھی سے کہہ سکتا تھا "اس جگہ میں نے اس وقت تمہاری خواہش کی تھی لیکن تم موجود نہیں تھیں"۔ جذبات کے ان سیاحوں کی شناخت کی جا سکتی تھی وہ ہجوم کے شور و غوغا میں افواہوں کے نخلستان تھے۔ چوراہوں میں بجتے ہوئے آرکسٹرا ان کی نجات کے صحیح ترجمان تھے۔ کیونکہ بدمست جوڑے جو ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے بات کرنا چاہتے تھے، وہ اس شور و غوغا میں مکمل فتحیابی اور مسرت کی ناانصافی کی تصدیق کر رہے تھے کہ طاعون کی حکمرانی ختم ہو چکی تھی اور خوف کی فرمانروائی انجام کو پہنچی تھی۔ ہر طرح کی شہادت کی موجودگی میں وہ پر سکون طریقے سے انکار کرتے کہ انہوں نے ایسی پاگل دنیا نہیں دیکھی تھی جس میں انسانوں کو مکھیوں کی طرح مارا جاتا تھا۔ یہ واضح ظلم اور طاعون کی نپی تلی وحشت جو اپنے ساتھ ان کے لئے ایک گھناؤنی آزادی لائی تھی جو یہاں پر موجود نہیں تھے۔ اور موت کی وہ بدبو ان کے حواس مختل کر دیتی جنہیں قتل نہیں کیا گیا تھا۔ ہم وہ بے زبان لوگ تھے جن کا ایک حصہ روزانہ بھٹی میں ڈالا جاتا

تھا جو ایک چکنے دھوئیں میں منتقل ہو جاتے. جبکہ دوسرے ناطاقتی کی زنجیروں میں پابند اپنی باری کا انتظار کرتے۔

سہ پہر کو مضافات میں گھنٹیوں، توپوں، بینڈ باجوں اور چیخوں کے درمیان میں سے گزرتے ہوئے ریو پر یہ سب کچھ واضح تھا۔ ریو کی پیشہ وارانہ مصروفیت جاری تھی کیونکہ مریضوں کی چھٹی نہیں ہوتی۔ وہ خوبصورت روشنی جو شہر پر اتر رہی تھی اس کے ساتھ ہی ماضی کی طرح بھنے ہوئے گوشت اور سیبوں کی شراب کی مہک بلند ہو رہی تھی۔ ریو کے گرد مسرور اور تاباں چہرے آسمان کی طرف سے دیکھ رہے تھے اور ان کے منہ سے مسرت کی ویکار بلند ہو رہی تھی۔ طاعون دہشت پیدا کر کے چلی گئی تھی۔ وہ بازو جو بندھے ہوئے تھے وہ بتا رہے تھے کہ جلاوطنی اور علیحدگی کیا ہوتے ہیں۔

پہلی مرتبہ ریو نے محسوس کیا کہ وہ اس خاندان احساس کی شناخت کر سکتا تھا جو اس نے مہینوں گلیوں میں گزرتے ہوئے چہرے پر دیکھا تھا۔ اب وہ یہ سب کچھ اپنے اردگرد دیکھ سکتا تھا۔ طاعون کے خاتمے کے بعد ان لوگوں نے وہی روپ اختیار کیا جو ایک مدت ان کا تھا جن کے چہرے اور لباس ان کی غیر حاضری اور شہر سے دوری کی غمازی کرتے تھے۔ جب شہر کے دروازے بند کر دئیے گئے تھے وہ علیحدگی میں رہنے پر مجبور تھے اور وہ زندگی اس حدت سے محروم تھے جو فراموشی پیدا کرتی تھی۔
شہر کے ہر گوشے میں آدمی اور عورتیں وصال چاہتی تھیں سب کے لئے ایک جیسا نہیں بلکہ وہ جس سے محروم کیا گیا تھا۔

ان میں سے بیشتر لوگوں نے اپنی پوری قوت کے ساتھ غیر حاضر لوگوں کے لئے 'بدن کی حدت کے لئے' محبت کے لئے یا اس زندگی کے لئے جو عادت کی وجہ سے انہیں عزیز تھی ' اپنی بے پایاں خواہش کا اظہار کیا تھا۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے کچھ جانے بغیر ' اپنے دوستوں کی رفاقت کی محرومی کا دکھ اٹھایا تھا کہ وہ دوستی کے عام طریقوں سے (خطوط ' ٹرین ' جہاز) ان سے مربوط نہ ہو سکے تھے۔ دوسرے لوگ جو تعداد میں کم تھے اور جن میں تارو ایک ہو سکتا تھا جو کسی ایک چیز سے متصل ہونا چاہتے تھے جس کی وہ وضاحت نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن جو ان کے لئے روئے زمین پر سب سے زیادہ من پسند تھے۔ اس کا کوئی مناسب نام نہ ملنے کے باعث وہ اسے بعض اوقات امن کہتے تھے۔
ریو چلتا رہا تھا۔ جونہی وہ آگے بڑھتا جا رہا تھا اس کے اردگرد ہجوم میں اضافہ ہوتا جا رہا

تھا۔ اسے یوں لگا کہ وہ جس مضافات کی طرف جا رہا تھا وہ پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔ وہ اس بڑھتے ہوئے ہجوم میں گھرتا جا رہا تھا جس کی چیخ کو وہ پہلے سے زیادہ جاننے لگا تھا اور جو اس کی اپنی چیخ تھی۔ ہاں، تم لوگ اکٹھے، اپنی روح میں اور اپنے بدن میں دکھ اٹھا رہے تھے، ایک تکلیف دہ فارغ الوقتی میں ایک نہ ختم ہونے والی جلاوطنی میں، ایک نہ بجھنے والی پیاس میں، لاشوں کے ڈھیروں کے درمیان ایمبولینس گاڑیوں کی گھنٹیاں اور جسے قسمت کا کیا کہا جاتا ہے اس کے خطرے کے اعلانات کے درمیان، خوف کی نہ ختم ہونے والی لہریں اور ان کے دلوں کی خوفناک بغاوت، ـــ ایک بہت بڑی لہر مسلسل بڑھتی ہوئی اس خوف زدہ لوگوں کو متنبہ کر رہی تھی کہ انہیں اپنی اصل سرزمین کو حاصل کرنا ہے۔ ان تمام کی حقیقی سرزمین اس گھٹے ہوئے شہر کی دیواروں سے پرے ہے۔ وہ ان ڈھلوانوں پر معطر جھاڑیوں میں ہے، سمندر میں ہے، آزاد سرزمینوں میں ہے، محبت میں ہے۔ اس کی طرف خوش قسمتی سے وہ واپس آنا چاہتے تھے۔ اور باقی ہر ایک چیز سے انہوں نے مایوسی سے نگاہیں پھیر لی تھیں۔

یہ جلاوطنی اور وصل کی خواہش کس معانی کی حامل تھی، وہ ان کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ وہ چلتا جا رہا تھا، چاروں طرف وہ دباؤ میں تھا، وقتاً فوقتاً علیک سلیک کر رہا، ان گلیوں میں جا نکلا جہاں کم بھیڑ تھی، وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ ان چیزوں میں کوئی معانی تھا یا نہیں۔

مضافات کی سنسان گلیوں میں چلتے ہوئے وہ اس جواب کو بہتر طور پر سمجھ سکا تھا۔ وہ جو اپنی مشت بھر چیز کو تھامے ہوئے تھے۔ صرف اپنی محبت کے گھروں کو واپس جانا چاہتے تھے۔ انہیں بعض اوقات یہ انعام بھی مل جاتا تھا۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اب بھی شہر میں کسی ساتھی کے بغیر تنہا پھرتے تھے۔ وہ لوگ بہت خوش تھے کہ وہ ان لوگوں کی طرح دو مرتبہ جدائی سے نہیں گزرے تھے۔ جنہوں نے وبا سے پہلے اپنی محبت کو مضبوط بنیاد پر استوار نہیں کیا تھا اور سالہاسال اندھا دھند اس مشکل مفاہمت کے لئے کوشش کی تھی۔ جس کا انجام متنوع قسم کے عاشقوں کو ایک ہی زنجیر میں پابند کرنا تھا۔ ایسے لوگ، جس میں ریو بھی شامل تھا جو وقت پر اعتماد کرتے تھے۔ اور اب وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے تھے۔ لیکن دوسرے جن میں رامبیر بھی شامل تھا جس سے ڈاکٹر یہ کہتے ہوئے صبح جدا ہوا تھا کہ حوصلہ چاہئے۔ اب ثابت کرنا ہے کہ تم راستی پر ہو" کسی ہچکچاہٹ کے بغیر انہوں نے غیر حاضر لوگوں کو پا لیا تھا جو ان کے خیال میں کھو گئے تھے۔ وہ اب یہ جانتے تھے

کہ ایک ایسی چیز ہے جس کی پیہم خواہش کرنی چاہیے اور جو کبھی کبھار مل بھی جاتی ہے ' وہ انسان سے محبت ہے۔

اس کے برخلاف وہ جو انسان سے ماورا ہو کر خواہش کرتے تھے جس کو وہ تصور میں نہیں لا سکتے تھے ان کے لئے کوئی جواب نہیں تھا۔ تارو نے بظاہر اس مشکل امن کو حاصل کر لیا تھا جس کا وہ خواہشمند تھا۔ لیکن اسے یہ صرف اپنی موت میں حاصل ہوا تھا یہ اس وقت ملا تھا جب یہ کسی کام کا نہیں تھا۔ جہاں تک دوسروں کا تعلق تھا اور جنہیں ریو نے گھروں کی دہلیزوں پر دیکھا تھا وہ ڈوبتی ہوئی روشنی میں ایک دوسرے کو جذباتی حدت کے ساتھ دیکھتے اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ انہوں نے وہ کچھ حاصل کر لیا تھا جس کی انہیں تمنا تھی کیونکہ انہوں نے ایک ایسی چیز مانگی تھی جس کا کلی طور پر ان پر انحصار تھا۔ جب وہ گلی کے اس موڑ پر پہنچا' جہاں گراند اور کوتار رہتے تھے' ریو نے سوچا کہ وقتاً فوقتاً وہ خوشی کا انعام حاصل کر لیتے ہیں جو اپنے آپ کو انسان ' اس کی عاجزانہ مگر خوفناک محبت تک محدود رکھتے ہیں۔

۵

یہ سرگزشت انجام کو پہنچ رہی ہے ۔ اب وقت آ گیا ہے کہ بتایا جائے کہ ڈاکٹر برنارڈ ریو نے اسے تحریر کیا ہے لیکن آخری واقعات بیان کرنے سے پہلے وہ اپنے اس وعدے پر قائم ہے کہ اس نے اپنے بیان میں ایک غیر جانبدار اشاہد کا منصب ادا کیا ہے ۔ طاعون کی وباء کے دوران اسے اپنے پیشے کی بدولت بہت سے شہریوں کو ملنے کا موقع ملا اور اس نے ان کی مختلف باتیں سنیں ۔ چنانچہ جو کچھ اس نے دیکھا اور سنا اسے بیان کیا ہے ۔ تاہم اس نے صرف انہیں چیزوں کو بیان کیا ہے جس کا اس نے مشاہدہ کیا ہے اور وباء میں مبتلا اپنے ساتھیوں سے وہ خیالات منسوب نہیں کئے جو ان کے نہیں تھے ۔ اور اس نے ان دستاویزات کو استعمال کیا ہے جو خوش قسمتی اور بد قسمتی سے اس کے ہاتھ لگ گئی تھیں ۔

جب اسے ایک طرح کے ظلم کے بارے میں شہادت دینے کے لئے بلایا تو اس نے ایک باضمیر گواہ کی طرح تحمل سے کام لیا ۔ لیکن بیک وقت اس نے اپنے دل کی آواز پر لبیک کہا اور دانستہ طور پر ان مظلوموں کا ساتھ دیا، وہ ان شہیدوں کے ساتھ محبت، جلاوطنی اور دکھ درد میں بھی برابر کا شریک ہے ۔ شاید ہی کوئی صورتحال ایسی ہو جسے اس نے اپنی نہ سمجھا ہو ۔ ۔

ایک سچا گواہ بننے کے لئے یہ لازم تھا کہ وہ ان عوامل، دستاویزات اور افواہیں کو بیان کرتا ۔ جہاں تک اس کی ذاتی تکالیف اور توقعات کا تعلق تھا وہ خاموش رہا جہاں کہیں بھی وہ ان کی طرف اشارہ کرتا اس کا مقصد اپنے شہریوں کو بہتر طور پر سمجھ کر ان کا ایک مکمل مرقعہ پیش کرنا تھا کیونکہ وہ بیشتر وقت بدحواسی کا شکار رہتے تھے ۔ سچ تو یہ ہے کہ اس احتیاط اور تدبر کی اسے زیادہ قیمت ادا نہیں کرنا پڑی ۔ جب کبھی اس میں خواہش پیدا ہوتی کہ وہ ذاتی محن کو ان ہزاروں طاعون زدہ آوازوں میں شامل کرے لیکن یہ خیال اسے ایسا کرنے سے باز رکھتا کہ اس کا کوئی دکھ بھی ان دوسروں کا دکھ نہیں تھا ۔ اس دنیا میں دکھ ہمیشہ تنہا ہوتا ہے ۔ بیشک یہ اس پر لازم تھا کہ وہ سب کی نمائندگی کرے ۔

لیکن ہمارے شہریوں میں کم سے کم ایک شخص ایسا تھا جس کے بارے میں ڈاکٹر ریو نے خاموشی اختیار کی۔ وہ آدمی جس کے بارے میں تارو نے ایک دن ریو سے کہا تھا "اس کا حقیقی جرم یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اس کی حمایت کرتا ہے جو اسے مردوں، عورتوں اور بچوں کے قتل کے لئے کہتا ہے ـــــ باقی باتوں کے لئے میں اسے قابل معافی سمجھتا ہوں "۔ یہ ضروری ہے کہ اس داستان کا انجام اس شخص پر کیا جائے جس کا دل بے خبر تھا، بالفاظ دیگر تنہا تھا۔

جب ریو خوشیوں سے معمور گلیوں سے باہر نکل کر مڑنے لگا جہاں گراند اور کوتار رہتے تھے اسے پولیس کی ناکہ بندی کی وجہ سے وہاں رکنا پڑا۔ ڈاکٹر کو قدرے حیرت ہوئی کہ خوشیوں کے جشن سے دور یہ گلی سنسان اور بے زبان معلوم ہوتی تھی۔ اس نے اپنا کارڈ دکھایا۔

"ناممکن ڈاکٹر" سپاہی نے کہا" کسی احمق نے ہجوم پر گولی چلا دی ہے۔ تم یہیں کھڑے رہو، شاید تمہاری ضرورت پڑ جائے۔۔"

اس لمحے ریو نے گراند کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ گراند کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ اسے آگے بڑھنے سے روک دیا گیا۔ اسے بتایا گیا کہ اس کے گھر سے گولیاں چلائی گئی تھیں۔۔ دور سے ان مکانوں کے بیرونی حصے دکھائی دے رہے تھے جن پر حدت سے تپی دھوپ چمک رہی تھی۔ ان کے آگے کھلی جگہ تھی جو سامنے کے فٹ پاتھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ مکانوں کے سامنے کی سڑک بالکل خالی تھی۔ اور چوراہے کے درمیان ایک جھنڈا اور بدبودار کپڑے پڑے ہوئے تھے۔۔ ریو اور گراند دور گلی کے آخر تک دیکھ سکتے تھے۔ سپاہیوں کی ایک قطار پہلی قطار کے متوازی کھڑی تھی جس نے ریو کو آگے بڑھنے سے روکا تھا۔ اس کے پیچھے اس علاقے کے رہائشی تیزی سے آجا رہے تھے۔ انہوں نے دو سپاہیوں کو پستول تھامے ہوئے دیکھا جو دروازے کھٹکھٹا رہے تھے۔ گراند کے گھر کی ساری جھلملیاں بند تھیں۔ دوسری منزل پر صرف ایک پٹ کھلا تھا۔ گلی میں مکمل خاموشی تھی۔ وسط شہر سے موسیقی کے کچھ ٹکڑے وقفے وقفے کے بعد سنائی دے رہے تھے۔

دفعتاً پستول کے دو فائر سنائی دیئے جو بالمقابل عمارت سے چلائے گئے تھے جس سے جھلملی سے کچھ ریزے ٹوٹ کر گرے تھے پھر خاموشی چھا گئی۔ دن بھر کے شور شغب کے بعد ریو کو یہ صورتحال کچھ غیر حقیقی دکھائی دی۔ "میرا خیال ہے کہ یہ کوتار کے گھر کی

کھڑکی ہے "۔ گرانڈ نے ایک دم جذباتی انداز میں کہا "میرا خیال ہے کہ کوتار وہاں سے غائب ہو چکا ہے"

"گولی چلانے کی کیا ضرورت تھی "میں نے پولیس کے سپاہی سے پوچھا "اسے مصروف رکھنا ضروری ہے ہم ضروری اشیاء کے ساتھ ایک گاڑی کے منتظر ہیں ۔ جو بھی مکان کے دروازے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے وہ اس پر گولی چلاتا ہے ۔اس نے ہمارے ایک سپاہی کو ختم کر دیا ہے"۔

"لیکن اس نے گولی کیوں چلائی؟"

"یہ پتہ نہیں ۔ کچھ لوگ گلی میں پھر رہے تھے اس نے ان کو نشانہ بنایا،لوگ اس کا مطلب نہ سمجھ سکے ،دوسرے فائر پر انہوں نے چیخنا شروع کر دیا ۔ایک آدمی زخمی ہو گیا اور تمام لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی ۔میں یہی کہوں گا کہ کوئی آدمی پاگل ہو گیا ہے"

پھر خاموشی چھا گئی ۔یوں لگا کہ لمحے گھسٹ گھسٹ کر چل رہے تھے یک لخت گلی کی دوسری طرف سے ایک کتا نمودار ہوا، یہ پہلا کتا تھا جو ریو نے بڑی مدت کے بعد دیکھا تھا، ایک گندہ سپینئل تھا جس کے مالکوں نے اسے ابھی تک چھپا کر رکھا تھا اور جو دیواروں کے ساتھ لگ کر چل رہا تھا ۔دروازے کے پاس آ کر وہ رکا،اندر داخل ہونے سے ہچکچانے لگا، کچھ سپاہیوں نے اسے سیٹیاں بجا کر بلانے کی کوشش کی اس نے اپنا سر اونچا کیا اور سڑک پر چلنے لگا اور جب بیٹ کو سونگھنے لگا تو پستول کی ایک گولی دوسری منزل کی کھڑکی سے چلی، کتے نے ہوا میں قلابازی لگائی اور اپنے ایک پہلو پر گر کر تڑپنے لگا ۔اس کا جسم بل کھا رہا تھا ۔ جواباً پانچ یا چھ فائر سامنے کے دروازے کے پیچھے سے کئے گئے جنھوں نے جھلملی کا برادہ بنا دیا ۔ پھر خاموشی چھا گئی ۔سورج کچھ پیچھے ہٹا اور کوتار کی کھڑکی کے پاس سائے پھیلنے لگے ۔ ڈاکٹر کے عقب میں بریکیں لگنے کی مدہم سی آوازیں سنائی دیں ۔

"وہ آ گئے ہیں "پولیس کے سپاہی نے کہا"

گاڑی میں سے پولیس کے کچھ سپاہی چھلانگ لگا کر باہر نکلے ،انہوں نے رسے کا ایک گچھا، سیڑھیاں اور دو لمبوترے موی کاغذوں میں کوئی لپٹی ہوئی چیز باہر نکالی ۔ اس کے بعد وہ گرانڈ کے مکان کے سامنے مکانوں کی قطار کے پیچھے گلی میں مڑ گئے ۔اگرچہ دروازے کے راستے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن وہاں کچھ حرکت ہوئی ۔ کچھ لمحے بعد گلی میں کتے نے بلنا بند کر دیا اور اب وہ خون کے چمکتے ہوئے تالاب میں لیٹا ہوا تھا ۔ایک مکان کے

دریچے میں سے ۔ جہاں پچھلی طرف سے پولیس داخل ہوئی تھی مشین گن کا ایک برسٹ چلا۔ انہوں نے اس دریچے کو نشانہ بنایا ہوا تھا جو ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور اس کی جگہ ایک تاریک سا خلا نمودار ہوا تھا۔ جہاں ریو اور گراند کھڑے تھے انہیں اس خلا میں سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔۔ جب مشین گن کا پہلا برسٹ ختم ہوا تو کچھ فاصلے پر مکان سے دوسرا برسٹ چلا اس کا ہدف پھر وہی دریچہ تھا جہاں سے اینٹوں کا کچھ حصہ ٹوٹ کر نیچے آ گرا۔ تین سپاہی گلی میں سے بھاگتے ہوئے آئے اور دروازے کے اندر داخل ہو گئے۔ مشین گن کے برسٹ رک گئے کچھ دیر کے لئے سکتہ طاری ہو گیا۔ گھر کے اندر سے پستول کے دو فائر سنائی دئیے اور مبہم سا شور بلند ہوا۔ سپاہی آدھی بازؤں کی قمیض میں ملبوس ایک چھوٹے سے آدمی کو گھسیٹتے ہوئے لائے جو مسلسل چیخ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک مخصوص سگنل کے بعد گھروں کے دریچے کھلنے لگے تھے جن میں سے مضطرب چہروں کی ایک قطار جھانک رہی تھی۔ گلی میں لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا تھا اور پولیس ڈکم پیل سے کام لے رہی تھی۔ ایک لمحے بعد وہ چھوٹے سے آدمی کو گلی میں لے آئے جس کی مڑی ہوئی کہنیاں پولیس کے سپاہیوں نے پیچھے باندھی ہوئی تھیں۔ وہ چیخ رہا تھا، پولیس کے ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر بڑے اطمینان سے اسے زور سے مکہ مارا۔

"یہ کوتار ہے" گراند نے چیخ کر کہا "یہ پاگل ہو گیا ہے۔"

کوتار نیچے گر پڑا تھا۔ سپاہی نے زمین پر گرے ہوئے لوتھڑے کو پورے زور سے ٹھوکر ماری۔ لوگوں کا ایک ہجوم ڈاکٹر اور اس کے بوڑھے دوست کی طرف آگے بڑھا۔

"چلتے پھرتے رہو" سپاہی نے کہا۔

جب لوگوں کا یہ گروہ ریو کے سامنے سے گزرا تو اس نے آنکھیں دوسری طرف کرلیں۔ شام رات میں ڈھل چکی تھی جب ریو اور گراند نے وہاں سے جانے کا فیصلہ کیا۔ یوں لگتا تھا کہ یہ سویا ہوا علاقہ بیدار ہو چکا تھا۔ دور دراز کی گلیاں پھر لوگوں کے شور و غوغا سے بھرنے لگی تھیں۔ گراند نے اپنے گھر کی دہلیز پر ریو کو خدا حافظ کہا۔ اس نے اوپر چڑھتے ہوئے کہا "اس نے ژینی کو خط لکھا تھا اور اب وہ خوش تھی، میں نے صفات کا استعمال نہیں کیا"۔

اور اس نے رسمی سی بے ضرر مسکراہٹ کے ساتھ ہیٹ اتار کر سلام کیا۔ لیکن ریو دمے کے بوڑھے مریض کی طرف جاتے ہوئے کوتار اور مکوں کی بھاری آواز کے بارے میں

سوچ رہا تھا جو اس بد قسمت کے چہرے پر مارے گئے تھے۔۔ ایک مرتے ہوئے آدمی کی بجائے ایک مجرم کے بارے میں سوچنا شاید زیادہ تکلیف دہ تھا۔

ریو جب اپنے بوڑھے مریض کے گھر پہنچا تو رات پہلے ہی آسمان کو نگل چکی تھی ۔۔ کمرے میں دور سے آزادی کا شور سنا جا سکتا تھا۔ اور بوڑھا معمول کے مطابق ایک برتن سے دور برتن میں مٹر ڈال رہا تھا۔

"ان کی خوشیوں کا جواز ہے" اس نے کہا "اس دنیا کے لئے ہر طرح کے لوگوں کی ضرورت ہے۔ اور تمہارے ساتھی، ڈاکٹر کیا کر رہے ہیں؟"

ان تک گولیاں چلنے کی آواز آ رہی تھی جو اب بند ہو گئی تھی اور اب بچے اپنے پٹاخے چلا رہے تھے۔

"وہ مر گیا ہے" ڈاکٹر نے اس کی چھاتی کا معائنہ کرتے ہوئے کہا۔

"آہ" بوڑھے نے قدرے حیرت سے کہا۔

"طاعون سے" ڈاکٹر نے کہا

"ہاں" بوڑھے نے قدرے خاموشی کے بعد کہا "جو سب سے اچھا ہوتا ہے وہ پہلے چلا جاتا ہے۔ زندگی اسی طرح ہے۔ لیکن وہ ایسا آدمی تھا جو جانتا ہے کہ وہ کیا چاہتا تھا۔"۔

"تم ایسا کیوں کہتے ہو" ڈاکٹر نے سٹیتھسکوپ پیچھے ہٹا کر کہا

"بس ویسے ہی۔ وہ بات برائے بات نہیں کرتا تھا۔ میں اس سے خوش تھا بس زندگی اسی طرح ہے۔ اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یہ "طاعون" ہے۔ ہم یہاں طاعون کا منظر دیکھ چکے ہیں۔ وہ اس کے لئے میڈل چاہتے ہیں۔ لیکن کون کہتا ہے کہ یہ طاعون ہے؟ یہ زندگی ہے۔ اور یہی سب کچھ ہے۔"

"کیا تم باقاعدگی سے سانس کی دوائی استعمال کرتے ہو؟"

"ڈاکٹر فکر مت کرو مجھے بہت دیر تک زندہ رہنا ہے۔ میں سب کو مار کر مروں گا۔

جو کچھ وہ کہہ رہا تھا دور سے خوشیاں منانے کا شور اس کی تصدیق کر رہا تھا۔ ڈاکٹر چلتے چلتے کمرے کے وسط میں رک گیا۔

"کیا میں چھت پر جا سکتا ہوں؟ اگر تم برا نہ مناؤ"۔

"بیشک۔ تم انہیں دیکھنا چاہتے ہو وہ ہمیشہ کی طرح ایسے ہی ہیں۔

ڈاکٹر سیڑھیوں کی طرف جانے لگا تو اس نے کہا۔

"سنا ہے طاعون سے ہلاک ہونے والوں کے لئے یادگار تعمیر کی جا رہی ہے؟"۔

"اخباروں میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ یادگار کے طور پر ایک تختی نصب کرنے والے ہیں۔"۔

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کے بعد وہاں تقاریر ہوں گی"بوڑھا گھٹی ہوئی آواز میں ہنسنے لگا۔"

"میں یہاں ان کا انتظار کروں گا، ہمارے مرنے والو۔۔ اور اس کے بعد وہ سینک کھانے چلیں جائیں گے۔"

ریو پہلے ہی سیڑھیاں چڑھ چکا تھا۔ کشادہ خنک آسمان دمک رہا تھا اور پہاڑیوں کے قریب ستارے چقماق کی طرح چمک رہے تھے۔ یہ رات ان راتوں سے مختلف نہیں تھی جب وہ اور تارو اس روش پر طاعون کو بھولنے کے لئے آئے تھے۔ صرف سمندر زیادہ شدت سے چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا۔ ہوا سبک پا تھی اور اس بدبو سے عاری تھی جو خزاں کے موسم کی کنکنی ہوا اپنے ساتھ لایا کرتی تھی۔ لیکن شہر کا شور لہروں کے ساتھ ان روشوں کی قطار کے نیچے سرپٹخ رہا تھا۔ لیکن آج کی رات بغاوت کی بجائے نجات کی رات تھی۔۔ دور سے سرخ روشنی بڑے چوراہوں اور گلیوں میں آویزاں کر دی گئی تھی۔ اب اس آزاد رات میں خواہش بے زنجیر تھی اور اس کا شور ریو تک پہنچ رہا تھا۔

تاریک بندرگاہ سے چلایا گیا راکٹ سرکاری طور پر منائی جانے والی خوشی کا اعلان تھا۔ اور شہر اس کا خیرمقدم ایک لمبی غل پکار سے کر رہا تھا۔ کوتار، تارو اور وہ تمام لوگ جن سے ریو محبت کرتا تھا اور جو کھو گئے تھے اور جو قصوروار تھے سب فراموش ہو گئے تھے۔ بوڑھا آدمی صحیح کہتا تھا کہ انسان نہیں بدلتا۔ یہ بیک وقت ان کی طاقت اور معصومیت تھی اور اس سطح پر تمام غموں سے دور ریو ان میں شامل ہو سکتا تھا۔

خوشی کی اس چیخ و پکار کے درمیان، جو بتدریج بلند ہوتی ہوئی لہروں کے ساتھ روشوں کے نیچے ٹکرا رہی تھی اور آسمان پھلجھڑیوں سے منور تھا، ڈاکٹر ریو نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنی سرگزشت کو مرتب کرے گا تاکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہو جنھوں نے خاموش رہنے کی بجائے طاعون زدہ لوگوں کے حق میں شہادت دی جن کے ساتھ تشدد اور ناانصافی کی گئی تھی۔ اس کی غایت یہ بھی بتانا ہے کہ ہم وبا کے دوران کیا سیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ انسان میں

کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جن کی وجہ سے اس سے نفرت کی بجائے محبت کی جاسکتی ہے۔

لیکن اسے علم ہے کہ یہ حتمی فتح کی سرگزشت نہیں ہے۔ جو کچھ کیا جا چکا ہے اور جو کچھ دہشت اور اس کے پیہم حملوں کے خلاف کیا جانا ہے' یہ اس کی روداد ہے۔ اپنے ذاتی دکھوں کے باوجود جو لوگ ولی نہیں بن سکے اور طاعون سے انکار کرتے ہیں وہ ڈاکٹر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

جب وہ شہر سے خوشی کی چیخ و پکار کو سن رہا تھا تو ریو کو یاد آیا کہ خوشی کے بطن میں ہمیشہ خطرہ موجود ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہجوم خوشی میں جس بات کو نظر انداز کر رہا تھا اس کے بارے میں کتابوں میں پڑھا جا سکتا ہے کہ طاعون کا جراثیم کبھی نہیں مرتا اور نہ ہی یہ ہمیشہ کے لئے غائب ہوتا ہے۔ یہ سال ہا سال تک ہمارے فرنیچر اور چادروں میں چھپا رہتا ہے' یہ کمروں میں، کوٹھریوں میں، صندوقوں میں اور کتابوں کے شیلفوں میں منتظر رہتا ہے۔ اور شاید وہ دن آئے گا جب طاعون انسانوں کو سبق دینے کے لئے بد قسمتی سے اپنے چوہوں کے ساتھ پھر بیدار ہوگی اور انہیں ایک خوش و خرم شہر میں موت کے گھاٹ اتار دے گی۔

گوتم کی کتابیں

متحدہ پاکستان کے 20 سال

1967 — 1947

O قائد اعظم نے عظیم تر بنگال کی سکیم کی منظوری دے دی تھی

O تقسیم کے دوران دو قومی نظریہ کا کوئی عملی نفاذ نہیں ہوا

O ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ آخری ملاقاتوں میں لیاقت علی، نشتر اور قائد اعظم ہی نے بنیادی کردار ادا کیا اگر اس ٹیم میں کوئی بنگالی ہوتا تو بنگال تقسیم نہ ہوتا

O گورنر جنرل کے طور پر قائد اعظم کا عہدہ سنبھالنا پارلیمانی جمہوریت کی روائت کے خلاف پہلی کاروائی تھی

O 1946 میں سرحد میں سرخپوشوں اور پنجاب میں یونینسٹوں کی مسلم لیگ مخالف پارٹیاں جیتیں جبکہ سندھ میں مسلم لیگ صرف ایک ووٹ سے وزارت بنا سکی۔ بلوچستان اس وقت صوبہ نہیں بنا تھا۔ صرف مشرقی بنگال ہی تھا جہاں مسلم لیگ بھاری اکثریت سے وزارت بنا پائی۔

O زیارت میں آخری دنوں میں لیاقت علی قائد اعظم سے صرف ایک مرتبہ ملے اور وہ بھی صرف چند منٹوں کے لئے

O لیاقت علی خان نے حسین شہید سہروردی کی قومی اسمبلی کی رکنیت منسوخ کر دی

O فوجی ہیڈ کوارٹر کے سامنے لیاقت علی کے قتل سے پاکستان کی سازشی سیاست کا پہلا باب مکمل ہو گیا کہ جس کے معماروں میں وہ خود سرفہرست تھے

O جگتو فرنٹ والے اس اعتماد پر پورا نہ اتر سکے کہ جو بنگالی عوام نے ان پر کیا تھا

O سکندر مرزا نے عارضی مدت کا صدر نہ بننے کی صورت میں آئین پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا

O سیاسی حکومتوں کے دور میں بیرونی قرضہ 49 کروڑ تھا جبکہ ایوب کے دس سالوں میں یہ رقم بڑھ کر دو ہزار کروڑ تک جا پہنچی

O ایک فوجی کی لاعلمی کتنی تباہی لا سکتی ہے پاکستان اس کی زندہ مثال ہے

O ہم محض غیر بنگالی سرمایہ دار کی جگہ بنگالی سرمایہ دار کی اجارہ داری میں جانا نہیں چاہتے۔

O چھ نکات کی تفصیل کسی اخبار میں شائع نہیں ہوئی مگر اس کو موضوع بنا کر زہر پھیلایا جا رہا ہے

گوتم کی کتابیں

مغربی ایشیا کے مسلمان

مصر، ایران، عراق، شام اور فلسطین کے مسلمانوں کی

تہذیب و ثقافت کے بارے میں ایک تحقیقی کتاب

مصنف: عماد الحسن آزاد فاروقی

قیمت 95 روپے

○ پروفیسر ٹوائن بی کے بقول جدید حجر کے زمانے میں تہذیب کی ابتداء اور اولین تہذیبوں کا قیام ہلال زرخیز (یعنی مصر، شام، ایران، عراق اور فلسطین) کے علاقے سے ہوا۔

○ ہر انسانی سماج کا ایک تمدن ہوتا ہے مگر تہذیب صرف انسانوں کے ایک خاص درجہ تک مادی، تکنیکی، معاشی اور تنظیمی اعتبار سے ترقی کر جانے کے بعد ہی تشکیل پاتی ہے اور اس کا سب سے نمایاں اظہار شہری زندگی پر ہوتا ہے۔

○ مصری تہذیب نے علم ہندسہ (جیومیٹری)، طب، مصوری، فن تعمیر اور مجسمہ سازی میں جو کمال حاصل کیا وہ قدیم دنیا میں عدیم المثال تھا۔

○ ایران میں فن تعمیر کا سب سے نادر نمونہ تخت جمشید کا مجموعہ محلات ہے۔ جو زمین سے 20 تا 50 فٹ اونچے 1500 فٹ لمبے اور 1,000 فٹ چوڑے چبوترے پر تعمیر کئے گئے تھے۔

○ قدیم ایران کا نام علام تھا۔

○ اسلام اور عربی زبان دو بنیادی عنصر ہیں جنہوں نے دوسرے مختلف النوع اجزاء کے ساتھ مل کر اسلامی تہذیب کو تشکیل دیا۔

گوتم کی کتابیں

انقلاب 1857 ---
تصویر کا دوسرا رخ

مصنف: ایڈورڈ تھامسن

مترجم: شیخ حسام الدین امرتسری

○ ایک پادری کی بیوی لکھتی ہے کہ اچانک ہمیں وحشت ناک چیخ سنائی دی۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اتفاق سے توپ میں بارود زیادہ بھر دیا گیا تھا' جس کے چلائے جانے سے ملزم کا گوشت ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں اڑا' تماشائیوں پر خون کے چھینٹے اور گوشت کے ٹکڑے گرے اور ملزم کا کٹا ہوا سر ایک راستہ چلتے انسان پر جا گرا۔ (A Lady's Escape From Gawaliar P - 233)

○ دہلی میں انگریز عورتوں اور بچوں کے قاتلوں کے خلاف ہمیں ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہیے' جس کی رو سے ہم ان کو زندہ ہی جلا سکیں یا زندہ ان کی کھال اتار سکیں۔ یا گرم سلاخوں سے اذیت دے کر ان کو موت کے گھاٹ اتار سکیں۔ ایسے ظالموں کو پھانسی کی سزا سے ہلاک کر دینے کا خیال ہی مجھے دیوانہ کیے دیتا ہے۔ (مسٹر نکلسن)

○ میرے پیارے ہوڈسن! بادشاہ کو گرفتار کرنے اور اس کے بچوں کو قتل کرنے پر تم اور تمہاری پلٹن ہر طرح کی مبارک باد کی مستحق ہے۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی ایسے معاملات میں ہمیشہ کامیاب رہو گے۔ (غدر کی یادداشتیں)

○ نادر شاہ کی تاریخی لوٹ اور قتل عام کے بعد جبکہ اس نے چاندنی چوک کی مسجد میں بیٹھ کر غارت گری کا حکم دیا تھا' ایسا دردناک نظارہ اس سے پہلے شاہ جہان کے دارالخلافہ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ (ٹائمز۔ خطوط 1857 - 11 - 16)

○ توپ سے باندھ کر اڑا دینے والا طریقہ ہم نے اکثر استعمال کیا۔ اس طریقہ کا لوگوں پر خاص اثر ہوا اور ان پر ہماری دہشت بیٹھ گئی۔

(خطوط۔ لارڈ رابرٹس' جہلم)

پڑھنے والوں کے لیے

گوتم پڑھنے والوں کے ساتھ پبلشر کے براہ راست رابطہ کی اہمیت سے بخوبی واقف ہے اور آپ سب خواتین و حضرات سے یہ توقع رکھتا ہے کہ آپ اس لکھت کے بارے میں اپنے خیالات سے ہمیں ضرور آگاہ فرمائیں گے۔

اس کتاب کے انتخاب اور تیاری کی تمام تر ذمہ داری گوتم پبلشرز پر ہے۔ لہٰذا اس ذمہ داری کو بطریق احسن نبھانے کے لیے ہمیں پڑھنے والوں کی ہر ممکن مدد کی ضرورت ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی تجاویز کی روشنی میں ہم آئندہ زیادہ بہتر کتابیں چھاپ سکیں۔ آپ کی تجاویز کے منتظر

گوتم پبلشرز

27- ٹمپل روڈ،

اپر یو- بی- ایل بلڈنگ، لاہور

کامیو کا ناول " طاعون" اسی صدی کا بیحد اہم ناول ہے جسے انسانی صورتحال کا ناول کہنا زیادہ مناسب ہے۔ یہ ناول دوسری جنگ عظیم کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ طاعون کو ایک استعارہ بنا کر کامیو نے انسانی زندگی کے بعض موضوعات پر بحث کی ہے۔ تاہم یہ وہ سوالات ہیں جو اس صدی میں انسانی صورتحال کو انفرادی اور اجتماعی سطحوں پر پریشان کرتے رہے۔
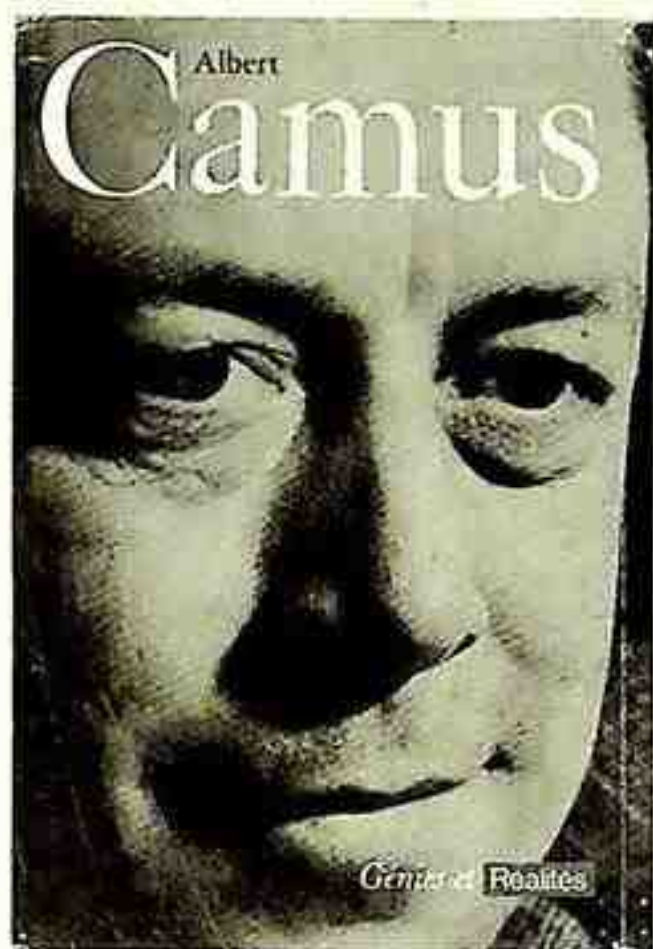
یہ ایک نادیدہ اجتماعی مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے انسان کے اندر حوصلہ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ایک تضاد میں زندہ رہنے کی داستان ہے۔ یہ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسی غیر معمولی صورتحال میں انسان کس طرح تنہا ہوتا ہے اور اس تنہائی اور یقین کی کمی کو کوئی اخلاقی یا مذہبی نظام ختم نہیں کرسکتا

"طاعون" عظیم آرٹ کا ایک نمونہ ہے جس میں ایک زبردست نثری اسلوب بھی ہے اور قصہ گوئی بھی۔ ایسے ناول کبھی کبھی لکھے جاتے ہیں۔

گوتم پبلشرز
۲۷۔ ٹمپل روڈ، [illegible] لاہور